اردو کا کلاسیکی ادب
جامع الحکایاتِ ہندی
از
شیخ صالح محمد عثمانی
مرتبہ
پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر
مجلس ترقی ادب ○ لاہور

طبع اول : جون ، ۱۹۶۳ء

تعداد : ۲۱۰۰

ناشر : سید امتیاز علی تاج ستارۂ امتیاز
ناظم مجلس ترقیٔ ادب ، لاہور

مطبع : مدنی پرنٹنگ پریس ، ۳۴ ریلوے روڈ ، لاہور

مہتمم : ظفر الحسن رضوی

سرورق : زرین آرٹ پریس ، ۶۱ ریلوے روڈ ، لاہور

قیمت : سفید کاغذ پر : تین روپے
اخباری کاغذ پر : دو روپے پچیس پیسے

بعون صانع مکین و مکان بفضل خلاق زمین و زمان
۳۳
اردو کا کلاسیکی ادب
جامع الحکایاتِ ہندی
از
شیخ صلاح محمد عثمانی
ناشر
مجلسِ ترقی ادب
۲- نرسنگھ داس گارڈن
کلب روڈ
لاہور

صاحب طرز نثر نگار اور شاعر ابن انشاء مرحوم
کی یاد میں یہ کتاب انجمن ترقی اردو ہند
کی لائبریری کو پیش کی جاتی ہے۔

فہرست مندرجات[1]

صفحہ نمبر

۱- یہ فہرست اصل نسخے میں نہیں ہے -

صفحہ نمبر

صفحه نمبر

دوسرا باب دور اندیشی کا

صفحہ نمبر

صفحہ نمبر

صفحہ نمبر

چوتھا باب وزیروں کی عادت کا

صفحہ نمبر

پانچواں باب فراست اور تدبیر کا

صفحہ نمبر

ساتواں باب مصاحبوں کا

صفحہ نمبر

صفحه نمبر

نواں باب کسب و نمک حلالی و گدائی کا

دسواں باب حسد اور حرص کا

پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر

تعارف

ادب عالم میں جن کتابوں کو قدامت اور بقائے دوام کا شرف حاصل ہے ، اُن میں سے ایک عوفی کی " جوامع الحکایات و لوامع الروایات " ہے ۔ اس مشہور عالم کتاب کے چار حصے ہیں جن میں سے ہر ایک کے پچیس باب ہیں ۔ کتاب کی تاریخ تالیف معین نہیں کی جا سکتی ، البتہ اتنا پتا چلتا ہے کہ عوفی ۶۳۰ ہجری قمری تک اس کتاب کی تالیف میں مشغول تھا ۔ اصل کتاب کے خطی نسخے ایران ، ہندوستان اور یورپ کے کتاب خانوں میں موجود ہیں ، لیکن ابھی تک یہ کتاب کاملاً شایع نہیں ہوئی ۔

" جوامع الحکایات " کا مصنف سدید الدین محمد بن یحییٰ بن طاہر بن عثمان العوفی البخاری الحنفی الاشعری چھٹی صدی ہجری کے ماوراءالنہر کے فضلاء میں شمار ہوتا تھا ۔ چونکہ وہ رسول کریم کے معروف صحابی عبدالرحمن بن عوف کی اولاد میں سے تھا اس لیے اُس نے اپنے لیے عوفی کی نسبت اختیار کی ۔ عوفی کی بھی قطعی تاریخ ولادت معلوم نہیں لیکن یہ اطلاع ملتی ہے کہ وہ بخارا میں پیدا ہوا اور ۵۹۷ ہجری قمری (۱۲۰۰ میلادی) تک وہ اس قدر عالم اور فاضل ہوچکا تھا کہ اپنا شہر چھوڑ کر حاکم سمرقند جلال الدین ابراہیم بن حسین طمغاج خان کے دربار میں آ کر ملازم ہوگیا ۔ اس کے بعد وہ ماوراءلنہر ، خراسان ، سیستان اور ہندوستان کے کئی شہروں میں سیاحت کرتا رہا اور علماء اور مشایخ سے ملا ۔ اس سیاحت اور ان بزرگوں کا ذکر اُس نے

اپنی تصانیف میں کیا ہے ۔ ہم طوالت کے خوف سے اس کی ان تصانیف کو زیر بحث نہیں لانا چاہتے ۔ عوفی ۶۱۷ ھجری کے قریب سندھ میں ناصرالدین قباچہ کے دربار میں پہنچا اور ۶۲۵ میں شمس الدین التتمش کے دربار میں شرف یاب ہوا ۔ اس کے بعد وہ دھلی سے متعلق رہا ۔ ''جوامع الحکایات'' میں اس نے جس آخری واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے وہ ملک اختیار الدین دولت شاہ والی لکھنوتی کی التتمش کے خلاف بغاوت ہے ۔ التتمش نے لکھنوتی پر چڑھائی کی اور دولت شاہ کو شکست دے کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ یہ واقعہ ۶۲۸ ھجری قمری میں پیش آیا ۔ اس کے بعد ھمیں عوفی کے سوانح حیات کے متعلق کچھ پتا نہیں چلتا ۔

گزشتہ ساڑھے سات سو سال میں ''جوامع الحکایات'' کے مختلف انتخابات فارسی میں متعدد مرتبہ شائع ہوے اور اس طرح اس کے مختلف حصوں کے تراجم انگریزی ، فرانسیسی ، جرمن اور دیگر زبانوں میں بھی شائع ہوے ۔ عوفی کی اس تالیف کا کینوس بہت وسیع ہے ۔ اس میں اس نے ایسی پند آمیز تاریخی اور غیر تاریخی حکایات جمع کی ہیں جن کا مقصود معاشرے کی اصلاح ہے ۔ ان حکایات میں کہیں وہ مشہور بادشاہوں کے عبرت انگیز واقعات بیان کرتا ہے ، کبھی علماء اور بزرگوں کے اقوال نقل کرتا ہے اور کبھی عینی مشاھدات لکھتا ہے ۔ اس کی فارسی زبان میں اس قسم کی گیرائی ، صفائی اور جاذبیت ہے کہ اس کی ہر حکایت آج بھی اتنی ہی معاشرے کی اصلاح احوال کے لیے مفید ثابت ہوسکتی ہے جتنی ساڑھے سات سو سال قبل تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ ''جوامع الحکایات'' کے انتخابات مختلف ادوار اور ممالک میں طلباء کی تربیت کرنے کے لیے نصاب میں شامل رہے ۔ افسوس ہے کہ پاکستان میں ہم نے اس عظیم اور گراں‌قدر سرمایۂ تہذیب اخلاق

سے منہ موڑ لیا ھے۔

جامع الحکایات

زیر نظر کتاب ''سیر عشرت'' یا ''جامع الحکایات'' اردو میں ''جوامع الحکایات'' کے دس ابواب میں سے چند منتخب حکایات کا ترجمہ ھے جو شیخ صالح محمد عثمانی نے ۱۲۴۰ ھجری قمری (۱۸۲۵ عیسوی) میں کیا ھے۔ پاکستان میں اس کا صرف ایک ھی مطبوعہ نسخہ محفوظ ھے جو راقم کے پاس ھے۔ اور یہ ۱۸۵۶ء کا چھپا ھوا ھے۔ اردو میں بھی کتاب کی مقبولیت کا اس امر سے اندازہ ھوسکتا ھے کہ ۱۸۲۵ اور ۱۸۵۶ کے درمیان اس کے چھ ایڈیشن نکل چکے تھے کیونکہ کتاب کے ابتدائی صفحات پر درج ھے :

''جزیرۂ معمورۂ منبئی میں
گنپت کرشناجی کے چھاپے خانے میں
سن ۱۸۵۶ عیسویہ میں چھٹھے وقت
کی چھپی ھے''۔

مؤلف

جامع الحکایات کے مؤلف شیخ صالح محمد عثمانی کے تفصیلی حالات تلاش اور جستجو کے باوجود راقم کی دسترس سے باھر رھے۔ اس کتاب کے مندرجات سے جو کچھ معلوم ھوسکا ھے وہ یہ ھے کہ شیخ صالح محمد عثمان انگریزوں کی ملازمت کے سلسلے میں

کئی سال تک دکن میں رہے اور گورنر الفنسٹن ۱ کے عہد (۱۸۱۹ - ۱۸۲۷ء) میں ۱۲۴۰ ہجری (۱۸۲۵ء) میں بمبئی پہنچے -

---

1. ELPHINSTONE, MOUNTSTUART (1779-1859) Governor : I.C.S. : son of John, eleventh Baron Elphinstone : born Oct. 6, 1779 : educated at the High School, Edinburgh, and at Kensington : went out to Bengal as a "writer" in the E. I. Co.'s service in 1795 : stationed at Benares, he had to ride for his life when European officers, including Cherry, the Agent to the Governor-General, were massacred there in Jan. 1799, by order of Wazir Ali, the Ex-Nawab of Oudh. In 1801 he was appointed Assistant to Sir Barry Close, the Resident at the court of Baji Rao, the Peshwa at Poona : at the battles of Assaye and Argaum, he was on the Staff of Colonel Arthur Wellesley who told him that he ought to have been a soldier. He was Resident at Nagpur from 1804 to 1808 : was sent as Envoy to Kabul, with a view to establish English influence there against the supposed French designs on India: Shah Shuja received him at Peshawar on March 5, 1809 : the negotiations produced little result, as Shah Shuja was himself ejectet from Afghanistan in 1809. Elphinstone was appointed Resident at Poona in 1817. In 1815 he insisted on the surrender of Trimbakji Danglia, the Pesawa's minister, for the murder of Gungadhar Sastri, the minister and envoy of the Gaekwar of Baroda, at Poona. In

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

1817 Elphinstone concluded the treaty dated June 13, of Poona as dictated to the Peshwa, who, however, continued to intrigue. Elphinstone was, for a time, superseded by Sir T. Hislop, the General commanding the Army collected against the Pindaris: the Peshwa eventually attacked the British forc϶ at Kirki on Nov. 5, 1817, and was defeated : Elphinstone' s residence at Poona, library, and papers were all burnt: he himself showed great skill and military courage : he annexed the Peshwa's territory, as ordered, and administered it, interfering as little as possible with native usages. He was Governor of Bompay from Nov. 1819, to Nov. 1827 : instituted legislative and judicial reforms, had a a code of Regulations drawn up, and advanced popular education. The Elphinstone College was founded in his honour. He travelled in Europe, 1827- 9, and led a retired life : twice refused the offer of the Governor-General-ship of India, and declined the Under Secretaryship of the Board of Control and a special mission to Canada He wrote *An Account of the Kingdom of Caubul and its Dependencies in Persia, Tartary and India, 1815:* his *History of India*, 1841, for which he was called the Tacitus of modern historians : and *The Rise of British Power in the East*, edited in 1887, by Sir E. Colebrooke. He was not ambitious, occupied his time with study, and maintained his interest in Indian affairs, being regarded as the Nestor of Indian statesmanship. He was a Vice-

کرنل کینیڈی' اس وقت بمبئی کی فوج کے جج ایڈووکیٹ جنرل تھے۔ کینیڈی نے اپنی ملازمت ۱۸۰۰ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج میں شروع کی تھی اور ۱۸۰۷ء میں وہ فارسی مترجم کے فرائض ادا کر رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ آپسے فارسی زبان اور ادبیات

President of the Royal Asiatic Society. He combined through life a keenness for field sports with his love of Books and the despatch of public business. Bishop Heber wrote of him, "of Mr. Elphinstone everybody spoke highly" : no Indian civilian has gained a greater name as a statesman and a ruler. He died Nov. 20, 1859 : a statue was erected in St. Paul's Cathedral in his honour (Buckland,) C.E., *Dictionary of Indian Biography*, *pp.* 137-38).

1. KENNEDY, VANS (1784-1846) Son of Robert Kennedy : born 1784 : educated at Edinburgh, Berkhamsted, Monmouth : went to Bombay in the E. I. Co. 's military service in 1800 : studied languages and became Persian interpreter to the Peshwa's subsidiary force at Sirur, 1807: Judge-Advocate-General to the Bombay Army, 1817-35: oriental Translator to the Bombay Government, 1835-46: became a Maj-General : was a great student: published a Mahratti dictionary : wrote on questions connected with languages and mythology, and on military law, e. g. the *Ancient Chronology and History of Persia: Researches into the Origin and Affinity of the Princpal Languages of Asia and Europe:* also on

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

سے بہت تعلق خاطر تھا ۔ بمبئی میں شیخ صالح محمد عثمانی نے کرنل کینیڈی کی فرمایش پر یہ کتاب لکھی ۔ یہ وہ وقت ھے جب زبان کا نام ابھی متفقہ طور پر اردو مقرر نہیں ھوا تھا ۔ چنانچہ کتاب کے پہلے صفحے پر کتاب کا عنوان

’’ جامع الحکایات ھندی ‘‘

درج ھے ، اور عثمانی نے کرنل کینیڈی کی تعریف کرتے ھوے اسے ’’ ھند کی بولی کا ماھر ‘‘ قرار دیا ھے :

ھند کی بولی میں ماھر اس قدر
کب ھو ایسا اھل ھندوستان میں

مؤلف کے متعلق اس سے زیادہ تفاصیل معلوم نہیں ھوسکیں ۔

کتاب جامع الحکایات

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ھے ، مؤلف نے یہ کتاب ۱۲۴۰ھ (۱۸۲۵ء) میں مکمل کی اور اس کے دو نام یعنی ’’سیر عشرت‘‘ اور ’’جامع الحکایات‘‘ رکھے ۔ ’’سیر عشرت‘‘ سے ۱۲۴۰ھ کے اعداد برآمد ھوتے ھیں اور دونوں ناموں کو جمع کرنے سے عیسوی سن کے اعداد برآمد ھوتے ھیں ۔ مؤلف نے خود اس اھتمام کا ذکر یوں کیا ھے :

Ancient and Hindu Mythology, 1831 ; on the *Vedanta Philosophy of the Hindus*, and on Muhammadan Law: an active member of the Bombay Literary Society : for some time its President: died at Bombay, Dec. 29, 1846 (Bruckland, C. E., *Dictionary of Indian Biography*, *pp*. 233-34).

" اب یہاں سے یہ کتاب حکایت شیرین کلام سے ساتھ نظم و نثر کے انتظام پاکر بخوبی سر انجام کو پہنچی - ارادہ ہوا کہ اس کا نام بھی ایسا رکھا چاہیے کہ جس میں تاریخ بھی نکلے - دل نے کہا "سیر عشرت" اچھا نام ہے کیونکہ اس کتاب کے دس باب ہیں اور تاریخ سن بارہ سو چالیس ہجری اسی نام سے نکلتی ہے - پس "سیر عشرت" اس کا نام رکھا - لیکن "جامع الحکایات" سے یہ کتاب ماخوذ ہوئی اور عہد میں عیسویوں کے ترتیب پائی ، اس لیے منظور ہوا کہ سن عیسوی بھی کہنا ضرور ہے - وہی لفظ "جامع الحکایات" کا اس کے نام سے ملایا تو سن اٹھارہ سو پچیس عیسوی اس سے نکلی "-

مؤلف نے مندرجہ بالا بیان میں یہ بھی اشارہ کیا ہے کہ اس نے یہ کتاب "جامع الحکایات" (صحیح نام "جوامع الحکایات" ہے) سے اخذ کی ہے - لیکن حقیقت یہ ہے کہ اردو کے متن کی حکایات تقریباً تقریباً فارسی کی حکایات کا آزاد ترجمہ ہیں - ہم نمونے کے لیے دو حکایات کے انتخابات درج کرتے ہیں :

فارسی متن	اردو ترجمہ
روزی نوشیروان از وزیر سوال کرد که سبب چیست که باز کوتاه عمر بود و گنجشک دراز عمر ؟	ایک دن نوشیروان نے وزیر سے پوچھا " باز کوتاہ عمر اور چڑیا دراز زندگی کیوں کرتی ہے "؟
وزیر گفت : از آنکه باز ظالم	بولا " باز ظالم اور چڑیا ضعیف

است و جبار و گنجشک ضعیف و کم آزار -	و کم آزار ہے -"

(پہلا باب حکایت[1])

وقتی جهودی با مغی در راه می رفتند - جهود مردی مقل حال بود ، پیاده و بی زاد و راحله می رفت و مغ ثروتی داشت ، براشتری برق گام باد حرکت نشسته بود و جملهٔ اسباب سفر از توشه و لباس و غیرآن مهیا کرده ، و هردو همراه شدند -	ایک روز ایک مغ اور ایک جھودی کسی بیابان میں همراه هولیے - مغ مرفه حال لباس معقول پہنے هوے توشه وغیره اسباب سفر سمیت ایک شتر پر سوار تھا - اور جھودی کنگال وضع بے خرچ مفلس پاپیاده پاؤں کو چندیاں باندھے راہ کاٹتا -

(چھٹا باب حکایت[2])

کتاب کی ترتیب یه ھے که مؤلف عثمانی نے اصل کتاب کے دس ابواب سے مختلف تعداد میں اپنی دل پسند حکایات چن کر آن کا ترجمه کر دیا ھے اور آٹھویں باب کے سوا ھر باب کے اختتام پر پانچ اشعار کی ایک غزل درج کی ھے - اس سے یه بھی ظاھر ھوتا ھے که مؤلف شاعر بھی تھا - دسویں باب کے اختتام پر غزل کے صرف دو شعر درج ھیں - ان اختتامی غزلیات کا کچھ ربط متعلقه باب کے نفس مضمون سے ھے اور بالواسطه بمبئی یا اپنے ممدوحین کی تعریف کو موضوع سخن قرار دیا ھے - مثلاً دوسرا باب

---

(۱) منتخب جوامع الحکایاث و لوامع الروایات   محمد تقی بهار ' صفحه ۸۸ -

(۲) جوامع الحکایات و لوامع الروایات (بخش اول) به تصحیح و اهتمام دکتر محمد معین ' صفحه ۱۰۶ -

دور اندیشی کے متعلق ھے تو دور اندیشی کا ذکر کرتے ھوے غزل کے آخری شعر میں گورنر الفنسٹن کی تعریف یوں کر دی ھے :

دور اندیش تو اس دور میں ھے الفنسٹن
فرق عالی پہ رکھے تاج سر حزم ضرور

تیسرے باب میں بادشاھوں کی سیرت زیر بحث آئی ھے تو باب کے اختتام پر غزل کے آخری شعر میں انگریزوں کے آئین کی توصیف کی ھے :

فی‌الحقیقت میں جو آئین رکھے ھیں انگریز
آج تک کوئی شہنشہ نہ بنایا ھوگا

رسم‌الخط

اس کتاب میں رسم‌الخط کی جو نامانوس شکلیں نظر آئی ھیں اُن کو درج ذیل کیا جاتا ھے :

(الف) کلمات بسیط

اکثر ایسے کلمات کو اکٹھا لکھا گیا ھے جن کی ظاھری شکل خوش‌نما نہیں رھی ۔ ھم نے ان کو اب متن میں الگ الگ کر دیا ھے ۔ مثلاً : اسقدر (اس قدر) ، اسپہ (اس پہ) ، کسطرح (کس طرح) ، نکرے (نہ کرے) جہانکا (جہان کا) ، آپہی (آپ ھی) ، اورونکی (اوروں کی) وغیرہ ۔

(ب) غیر متداول شکلیں

مندرجہ ذیل الفاظ کی غیر متداول شکلیں کتاب کے رسم الخط

میں موجود ھیں :

انرابل (آنریبل) ، متبئی (بمبئی) ، تڑپھکے (تڑپ کے) ، گھنس (گھس) ، مکراتا (مکرتا) ، یے (یه کا صیغۂ جمع) ، وے (وہ کا صیغه جمع) ، اما (اماں) ، ما (ماں) ، اچمبھے (اچنبے) ، بعضے (بعض) ، یونہیں (یوں ھی) ، ووھیں (ویسے ھی) ، جبھائی (جماھی) ، لڑکھ (لڑھک) ، لنبے (لمبے) ، یہہ (یہ) ، مین میکھ (مین میخ) ، چھٹھا (چھٹا) ، پودھے (پودے) ، پنکھیرو (پکھیڑو) ، سامھنے سامنے ، نایکن (نایکا) ، لونچھی (نوچی) ، کوئے (کنویں) ، آنہ (آن) ، نه جانیں (نجانے) ، بھیکھ (بھیک) ، ایکساں (یکساں) ، آستے آستے (آھسته آھسته) ، سوجتا (سوجھتا) ، ڈھونڈھورا (ڈھنڈورا) ، تیں (تو) ، بیپاری (بیوپاری) ، داھیں (دائیں) ، کھوکھرا (کھوکھلا) ، لاوبالی (لاآبالی) وغیرہ -

زیر نظر کتاب کے متن میں اصل شکل کے ساتھ قوسین میں ( ) متداول شکل بھی درج کردی گئی ھے تاکه دونوں میں فرق قاری کے پیش نظر رھے -

(ج) کلمات مرکب

چند ایسے مرکب الفاظ کو کھول کر لکھا گیا ھے جن کو مرکب لکھنے کا رواج ھوگیا ھے ، مثلاً :

ایک لوتے (اکلوتے) ، کن آنکھوں (کنکھیوں) وغیرہ -

اردو میں عربی اور فارسی مفاهیم کے کلمات

چونکه یه حکایات فارسی سے ترجمه کی گئی ھیں اور عربی

ماخذ سے ماخوذ ہیں اس لیے کہیں کہیں ایسے کلمات استعمال ہوے ہیں جن کے فارسی اور عربی مفاہیم کو اردو میں روا رکھا گیا ہے - یہ امر قابل غور ہے کہ اس عہد میں الفاظ کے فارسی اور عربی مفاہیم کو بے تکلفی سے اردو میں جگہ دی جاتی تھی - اس طرح زبان روز بہ روز مالا مال ہو رہی تھی اور اس کی توسیع ہو رہی تھی - بد قسمتی سے یہ سلسلہ اس وقت سے منقطع ہوگیا ہے جب سے اردو کے ادبا نے فارسی عربی کا مطالعہ ترک کر دیا ہے - اس طرح زبان کی نشو و نما بھی رک گئی ہے - ذیل میں ان الفاظ کی مختصر فہرست درج ہے جن کو عربی یا فارسی سے اس زبان کے مفاہیم میں استعمال کیا گیا ہے :

البتہ	یقیناً
خوش تقریر	اچھی تقریر
خاوند	مالک
خیمہ مارکر	(خیمہ زدن کا ترجمہ ہے) خیمہ ڈال کر
درماھہ	ماہوار تنخواہ
دستوری	رخصت - اجازت
سیاست	سزا
علاقہ رکھنا	تعلق ہونا
قیافہ	چہرہ
قسمت کر دیا	تقسیم کر دیا
گاومیش	بھینس
مگر	شاید
والانہ	وگرنہ

تذکیر و تانیث

اس کتاب میں کہیں کہیں الفاظ کی تذکیر و تانیث مروجہ استعمال کے برخلاف ملحوظ رکھی گئی ہے ۔ مندرجہ ذیل فہرستوں میں ان الفاظ کو درج کر دیا گیا ہے :

وہ الفاظ جنھیں مذکر لکھا گیا ہے	وہ الفاظ جنھیں مؤنث لکھا گیا ہے
التماس	التفات
انتہا	حضور
تخت گاہ	خمار
جان	شر
جبین	عقاب
خلعت	غور
شراب	مذاق
کرن	مرقد
لشکر گاہ	
مرتبہ (باری)	

محاورات کی نامانوس شکلیں

اردو میں رائج محاورات کی بعض نامانوس شکلیں ب اس کتا میں مشاہدے میں آئی ہیں ۔ ان کی فہرست درج ذیل ہے :

ابھی کے ابھی	ابھی ابھی
اپنے سے باہر ہو جانا	آپے سے باہر ہو جانا

اتفاق پڑا	اتفاق ہوا
ان بن آئی	ان بن ہو گئی
بات چیت کی چاہیے	بات چیت کیا چاہیے
باتوں ہی باتوں میں	باتوں باتوں میں
حسن و قبیح	حسن و قبح
حکم کیا	حکم دیا
دم چھوڑ دیا	دم توڑ دیا
دنگ ہو گئے	دنگ رہ گئے
شب‌خون چلایا	شب‌خون مارا
شب خون لے جانا	شب خون مارنا
کان پر بھنک پڑی	کان میں بھنک پڑی
کوئی تیرا بال بنگانہ کرے گا	کوئی تیرا بال بیکا نہ کرے گا
لشکر کی ایڑی آٹھی	لشکر پسپا ہوا
مرد کو کہا	مرد سے کہا
مل میٹ	ملیا میٹ
من میں یہی ٹھانا ہے	من میں یہی ٹھانی ہے
نام پکڑا	نام پایا
نظرآئی دیتا ہے	نظر آتا ہے
ہلدی لگی نہ پھٹکری	ہینگ لگی نہ پھٹکری
یاد آئی	یاد آیا

نامانوس تلفظ

بعض کلمات کا تلفظ اشعار میں مروج تلفظ سے الگ ہے ملاحظہ ہو :

۱- ضرب رکھ داد و دھش سے جو تو "چاھتا" ھے رواج
(چاھتا کو "چہتا" پڑھیں تو وزن درست رھتا ھے)

۲- "سیاہ" شب وقت جوانی اس میں کرنا ھو سو کر
(سیاہ "ساہ" پڑھا جاتا ھے)

۳- کھووے سرمایہ جو غفلت کے "جنگل" میں سو جائے
(جنگل بہ اعلان نون پڑھا جاتا ھے)

۴- بادشہ مہر صفت بیک نظر کرتے ھیں
(بہ یک "بیک" پڑھا جاتا ھے)

۵- جو راست "معاملہ" ھووے دین دار ھے
(معاملہ "ماملہ" پڑھا جاتا ھے)

۶- یہاں سے بس نہ لکھ "زیادہ" عبارت
(زیادہ "زادہ" پڑھا جاتا ھے)

غیر متداول تصریف

صیغے اور بعض کلمات کی تصریف کا اردو میں رواج ھی نہیں اور ان کی اصلی شکل ھر مقام پر بحال رھتی ھے ، لیکن اس کتاب میں ان الفاظ کی تصریف کو بھی روا رکھا گیا ھے جو عام طور پر اروہ میں متداول نہیں ، مثلاً :

مرتبہ (باری) سے مرتبے
سودا (بمعنی جنون) سے سودے
روز مرہ سے روز مرے

مہمل اور تابع مہمل

مہمل اور تابع مہمل کی جو نئی شکلیں مشاہدے میں آتی ہیں وہ درج ذیل ہیں :

لوٹ پاٹ	مال غنیمت
مان پان	فخر ، عزت ، شان
ٹکڑا ٹیرا	روٹی کے ٹکڑے
ڈانڈے مینڈے	حد ، سرحد
ننگا منگا	بالکل ننگا
اھالی موالی	رھنے والے ، بسنے والے
ننھے ننھوا	بچے بالے
پھل پھلاری	پھل پھول
بوڑھا ٹھرا	بالکل بوڑھا (پنجابی میں بھی مستعمل ھے)

امثال اور کہاوتیں

ان حکایات میں نتائج اخذ کرنے اور تنبیہ و تادیب کی منطق کو مؤثر بنانے کے لیے امثال اور کہاوتوں کا کثرت سے استعمال ہوا ھے ، اور کچھ ایسی امثال اور کہاوتیں بھی درج ھوئی ھیں جو عام طور پر اردو میں متداول نہیں ۔ان میں سے چند ایک درج ذیل ھیں :

۱۔ آؤ جاؤ گھر تمھارا ھے (کھلے بندوں آؤ) ۔

۲۔ آتری گھاٹی ھوئی ماٹی (قبر میں پہنچتے ھی آدمی خاک ھو جاتا ھے) ۔

۳۔ ایسر سے بھیٹ نہیں دلدر کیوں توڑیے (مفہوم واضح نہ ھوا) ۔

۴- بے خرچی میں آٹا گیلا (مفلسی میں آٹا گیلا) -
۵- بیل پھوٹی اور رائی دانہ دان (سردار کی شکست سے لشکری بھی تتر بتر ہو جاتے ھیں) -
۶- پاپ کا گھڑا ایک نہ ایک دن پھوٹتا ھے (گناہ بالاخر ظاھر ھو جاتا ھے) -
۷- جگ پھوٹا اور نرد ماری گئی (جوڑا ٹوٹا اور مہرا مات ھوا - چوسر کے کھیل کی اصطلاح میں جب دو گوٹیں ایک ھی خانے میں آ جاتی ھیں تو اس جوڑے کو ''جُگ'' کہتے ھیں - ان کو کوئی مار نہیں سکتا - لیکن جب یہ الگ الگ ھو جاتی ھیں تو پھر انھیں مارا جا سکتا ھے) -
۸- جو چڑھا سو پڑے گا (عروج کو زوال ھے) -
۹- جو خال اپنی حد سے بڑھا سو مسا ھوا (حد سے بڑھ کر خوبصورت چیزیں بد صورت بن جاتی ھے) -
۱۰ جیسا منہ ویسی چپیڑ (جیسی روح ویسے فرشتے ، یہ کہاوت پنجابی میں بھی مستعمل ھے) -
۱۱- درزی کا بیٹا جب تک جیے گا سیے گا (ھر ایک کو اپنا کام کرنا ھی پڑتا ھے) -
۱۲- دس پانچ کی لاٹھی ایک جنے کا بوجھ (تھوڑا تھوڑا کرکے بہت ھو جاتا ھے) -
۱۳- دو جھگڑیں تیسرے کو لابھ (جب دو عزیز لڑ رھے ھوں اغیار کو فائدہ پہنچتا ھے) -
۱۴- رسی جلی پر اُس کا بل نہ گیا - (رسی جل گئی پر بل نہ گیا)

۱۵- سو دن چور کے تو ایک دن ساہ کا (چوری بالآخر پکڑی ھی جاتی ھے)۔
۱۶- سورماں چنا بھاڑ نہیں پھوڑتا (اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑتا)۔
۱۷- طوطے ھاتھ سے آڑ گئے (ھاتھوں کے طوطے آڑ گئے)۔
۱۸- لڑائی سے زیادہ دھاک مارتی ھے (مارنے سے ڈانٹ ڈپٹ کرنا بہتر ھے)۔
۱۹- مار کے آگے بندر ناچے (سزا سے ھر ایک آدمی ڈرتا ھے)۔

ھندی ، پنجابی ، سنسکرت اور دکنی الفاظ کا استعمال

اس کتاب میں ھندی ، پنجابی ، سنسکرت اور دکنی کے آن الفاظ کا بہ کثرت استعمال ھوا ھے جو آج کل اردو میں رائج نہیں - ان کلمات کی الگ الگ نشان دھی کرنے کی بجائے یہ مناسب سمجھا گیا ھے کہ ان کی ایک مفصل فہرست تیار کی جائے - چنانچہ کتاب کے اختتام پر ایک فرہنگ شامل کر دی گئی ھے جس میں الفا! کے معانی بھی درج کر دیے گئے ھیں -

حوالے کی کتابیں

اس تعارف کی تدوین میں مندرجہ ذیل کتابوں کے حوالے دیے گئے ھیں :

Buckland, C.E., *Dictionary of Indian Biography.*

"منتخب جوامع الحکایات و لوامع الروایات" (بخش نخست) مرتبہ محمد تقی بہار ، تہران ، ۱۳۲۴ شمسی -

"جوامع الحکایات و لوامع الروایات" (بخش اول) تالیف سدید الدین محمد عوفی ، بہ‌تصحیح و اہتمام دکتر محمد معین ، تہران ۱۳۳۵ شمس -

"جامع الحکایات" شیخ صالح محمد عثمانی ، بمبئی ، ۱۸۵۶ میلادی -

۲۶ اپریل ۱۹۶۳

محمدؐ باقر
ماڈل ٹاؤن (لاھور)

سیر عشرت

سن ۱۲۴۰ هجری

سیر عشرت جامع الحکایات

سن ۱۸۲۵ عیسوی

جب تلک خون جگر اپنا نہ کھانے کو لگے
کس طرح سنگیں عمارت کے بنانے کو لگے
سیر عشرت کی کرے گر صاحب عزم عظیم
اس کو سب دنیا کی لذت پیش آنے کو لگے

بسم اللہ الرّحمان الرّحیم

دیباچہ

سپاس بے قیاس اُس بادشاہ علی‌الاطلاق کو کہ سارے بادشاہ و رعیت و سپاہ اُس کے فرمان سے سر اُٹھا نہیں سکتے اور وہ یکتا بدون مشورت مشیر ہژدہ (ھیجدہ) ہزار عالم کا بندوبست کرتا ھے۔ پتھر کے کیڑے سے لے کر سارے جان داروں کو گھر بیٹھے بنا خدمت تنخواہ پہنچاتا ھے۔ سب کو کھلاتا ھے اور آپ نہیں کھاتا، سب کو آرام دیتا ھے اور خود نہیں سوتا۔ اس کے قدرت کے کارخانے میں کسو کو دخل نہیں :

عجب سلطنت لاوبالی بنائی
نرالی ھے سب سے خدا کی خدائی
غنی ذات اور ملک اُس کا ھے باقی
اُسی کو سزاوار ھے کبریائی

اور درود نا محدود اُس کے حبیب تاج دار اقلیم نبوت پر کہ جس کے آستانہ بوسی سے شاہ و گدا کو فخر و عزت ھے اور اُس کے آل و اصحاب پر۔

یہ فقیر حقیر شیخ صالح محمد عثمانی اگرچہ مدت سے اس خطۂ خوش سواد دکھن میں وارد ھے اور کئی سال سے خدمت میں صاحبان عالی شان کے علاقہ رکھتا ھے، پر ان دنوں انرابل (آنریبل) گورنر الفنسٹن صاحب بہادر دام اقبالہ کے عہد میں کہ

جن کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ اظہر من الشّمس و شہرۂ آفاق ھیں :

وہ حسن خلق میں گل عنبر شمیم ھے
خوشبو سے جس کی باغ جہاں میں نسیم ھے
ابر کرم سے اُس کے جہاں پر بہار ھے
اور تیغ عدل اُس کی سے ظالم دو نیم ھے
جس طرف یہ سکندر ذوالعزم رخ کرے
ھمراہ اُس کی فوج کے فتح عظیم ھے
ھتھیار باندھ جب کہ وہ ھو مستعد جنگ
بھاگے ھزار کوس جو اُس کا غنیم ھے

سن بارہ سو چالیس ھجری مطابق سن اٹھارہ سو پچیس عیسوی میں اس حقیر کو بندر منبئی (بمبئی) میں آنے کا اتفاق پڑا تو یہ کتاب موافق مرضی جناب فیاض زماں ، نکتہ رس قدردان یعنی کرنل کینڈی صاحب بہادر دام حشمتہ کے تصنیف ھوئی ۔ امید ھے کہ اُن کی توجہ سے مطبوع طبع خاص و عام ھو :

کچھ نہیں آتا ھے میرے دھیان میں
جو لکھوں میں وصف اُس کی شان میں
مہر سے گر وہ کرے یک دم نظر
سنگ ھو لعل بدخشاں کان میں
جو کوئی محتاج آیا اس کے پاس
کر دیا مطلب روا اک آن میں
ھند کی بولی میں ماھر اس قدر
کب ھو ایسا اھل ھندوستان میں

فی‌الحقیقت وہ ھے اھل امتحان
آزمایش سب کی اُس کے گیان میں

اب التماس داناؤں سے یہ ھے ، دیکھا چاھیے کہ کیا کیا مضمون باندھا ھے اور کس کس طرح خون جگر کھایا ھے ، تس پر احیاناً بہ مقتضاے بشریت سہو یا خطا یا نامربوطی عبارت کی پائی جاوے تو اصلاح دیں اور زبان طعن دراز نہ کریں :

جو بہر صلاح اس پہ خامہ رکھے
خدایا کبھی اُس کو کچھ غم نہ دے
الٰہی ! بہ حق نبی الکرام
یہ مجھ سے ھو جلدی حکایت تمام

کہتے ھیں کہ اگلے دنوں میں شہر پٹن میں ایک بڑا بادشاہ تھا ۔ اُس نے اپنے لڑکے کو کسی اُستاد دانا کے پاس تربیت کے لیے سونپا ۔ چنانچہ وہ معلم یہ حکایات لطیف اُسے سکھایا کرتا کہ تدبیر جہاں بانی و کامرانی میں کام آویں ۔

پہلا باب عدل کا

حکایت ۱

ایک روز سلطان محمود نے بستر راحت پر چین سے آرام کیا تھا ۔ یکایک آدھی رات کو آنکھ کھل گئی ، نیند اُچاٹ ہوگئی ، کروٹیں لیتا پڑا رہا ۔ بہتیرا ہی چاہا ، پر آنکھ ایک پل مطلق نہ جھپکی ، نرگس چشم جوں کی توں کھلی کی کھلی رہی ۔ تب خیال گزار کہ شاید کوئی مظلوم خاک پر غلطاں ہے کہ اُس کے درد کی تاثیر نے مجھے بے کل کیا :

ستم رسیدہ اگر نیم شب کو آہ کرے
تڑپ کے بجلی سا عالم کو خاک راہ کرے
یہ تیر وہ ہے کہ ہرگز خطا نہیں ہوتا
تمام خلق کو یک پل میں ہے خراب کرے
عجب ہے درد دل دردمند کی سوزش
مثال پنبے کے پھنکے جدھر کو آہ کرے
وہی ہے شیشۂ آتش یہ خانۂ باروت
کہیں بھبک نہ اٹھے جو وہ ٹک نگاہ کرے

یہ سوچ کر پاسبان کو پکارا ''دیکھ تو ڈیوڑھی پر کون ہے ؟'' چوکیدار نے ادھر اُدھر پھر کے عرض کی کہ یہاں تو کوئی نظر نہیں آتا ۔ بادشاہ پھر چھپر کٹ پر لیٹا لیکن نیند نہ آئی ، وہی بے کلی رہی ۔ دوسرے مرتبے پھر فرمایا '' دیکھو باہر کون ہے ؟'' غلام دوڑ پڑے ، ہر طرف دیکھ کے گزارش کی کہ یہاں تو

کوئی نہیں - تب سلطان سمجھا یہ لوگ غفلت کرتے ھیں - نیمچا بغل میں دبا محل سرا سے نکل ھر کہیں ڈھونڈنے لگا - دیوان خانے کے آگے جو مسجد تھی اس میں گیا تو بھنک نالہ و زاری کی اُس کے کان پر پڑی - دیکھا تو ایک شخص سر خاک پر سجدے میں دھرے بے اختیار رو رو کر جناب الٰہی میں التجا کر رہا ھے :

سلطان گرچہ خواب میں غافل مدام ھے
کیا فکر ذات حضرت حق لاینام ھے
سلطان حریم خاص میں ھے بند کرکے در
لیکن ترے حرم کا سدا بار عام ھے

جب اُس نے سر اُٹھایا تو پوچھا '' اے عزیز ! تیری تلاش میں تو میں تمام شب رھا - اب حاضر ھوں کہ تیرا مطلب کیا ھے ؟'' بولا '' آپ کے مصاحبوں سے ایک شخص مجھ غریب کے گھر میں ھر روز سرشام گھس کے زبردستی سے چاھتا ھے کہ میرے قبیلے کی چادر عصمت کو پھاڑ دے - اب جو تمھاری تیغ آب دار اُس آلایش کو میرے دامن خاندان عفّت سے پاک نہ کرے تو حشر میں میرا ھاتھ اور آپ کا دامن ھوگا ''- سلطان کو غیرت آئی - پوچھا '' کیا وہ موذی اس وقت تیرے گھر میں ھے ؟'' کہا '' نہیں ، پر خوف ھے کہ پھر آوے گا -'' فرمایا '' جا اندیشہ نہ کر ، اب کی بار جو آوے تو ترنت مجھے خبر کرنا -'' اور چوب داروں کو تاکید کر دی کہ یہ شخص جس گھڑی آوے ، بلا توقف حضور میں لے آؤ - تب وہ مرد دعا دیتا ھوا چلا گیا - بعد دو شب کے وھی بدکار اس بے چارے کے گھر میں بیٹھا - تب اُس نے دوڑ کے شاہ کو آگاہ کیا - سلطان شیر دل شمشیر آب دار حمایل کرکے اُس کے ساتھ ھولیا کہ مجھے اُس کتے کو بتلا دے تو -

ایک ھی ھاتھ میں اس کو اس خواب خرگوش کے بدلے خواب عدم میں قیامت تک سلا رکھوں۔ آخر سلطان وھاں پہنچا جہاں یہ غفلت میں پڑا تھا ۔ فرمایا ''شمع بجھاؤ'' اور بڑھ کے ایک ھی ضرب میں لال کر دیا ۔ بعد شمع منگا کے اس کا منہ دیکھا ۔ سجدہ شکر کا بجا لایا اور اس مرد کو کہا ''جو کھانا تیرے یہاں اس وقت موجود ھو سو لا ۔'' اس نے تھوڑا پانی اور سوکھی روٹی کے ٹکڑے روبرو لا رکھے ۔ سلطان نے وہ روٹی ایسی رغبت سے کھائی کہ شاید عمر بھر میں بھی یہ مزا نہ پایا تھا ؛ تب اس درویش نے دست بستہ ھو کر عرض کی :

میزبانیٔ سلیماں مور سے کب ھو سکے

'' اتنی رغبت سے نوش جان فرمانا کیا باعث تھا اور شمع اول بجھانی اور پھر منگانی کیا سبب ؟'' جواب دیا ''جس وقت تو نے مجھ سے داد چاھی ، میں نے دل میں عہد کیا تھا کہ جب لگ (تک) شر اس فتنے کی تیرے حرم سے دفع نہ ھو، کھانا مجھے حرام ھے، اور یہ بھی خیال تھا کہ سوائے میرے فرزند کے اور کسی کی کیا جرأت کہ باوجود دبدبۂ شاھی میرے ایسی حرکت کرے ، کیوں کہ بادشاھی خاندان میں بادۂ نخوت سے اکثر سرشار رھتے ھیں ۔ اور شمع اس لیے بجھائی کہ اگر میرا فرزند ھو تو روشنی میں اس کا منہ دیکھ کے مجھے مہر پدری آوے اور نہ ماروں ، لیکن مار کے جب دیکھا تو غیر شخص نظر پڑا ، اس لیے شکریہ ادا کیا کہ میرا بیٹا نہیں :

آتش سوزاں نہیں رکھتی کبھی روی ریا
دوست دشمن عدل میں یکساں ھیں اس میں خشک و تر

حکایت ۲

ایک شخص نے بادشاہ کے یہاں جاکر فریاد کی کہ میں ایک توڑہ اشرفیوں کا قاضی پاس بہ طریق امانت رکھ کے سفر کو گیا۔ بدیس سے پھر آکر وہ تھیلی جوں کی توں جیسی کہ سر بہ مہر دی تھی، ویسی ہی لی، پر اُسے کھول کر دیکھا تو پیسے تھے۔ یہ بات قاضی سے کہتا ہوں تو نہیں مانتا۔ بادشاہ نے فرمایا "خاطر جمع رکھ اور یہ تھیلی میرے پاس رکھ دے، تیرا انصاف ہو رہے گا" اور جامدار (جامہ دار) سے فرمایا "خاصی دستار لے آ۔" جب وہ لے آیا، کسی بہانے سے اُسے کچھ کام کو بھیجا اور پگڑی میں چھید ڈال کر رکھ چھوڑا۔ جوں ہی جامہ دار نے وہ سوراخ دیکھا کانپنے لگا اور دوسرے جامہ دار سے بولا "بادشاہ جو یہ عمامہ دیکھے گا تو مار ہی ڈالے گا۔" اُس نے کہا "اندیشہ مت کر، اس شہر میں بڑا ہی کاریگر ایک رفوگر رہتا ہے کہ اُس کے رفو کے ٹانکے کو کوئی ہوش مند تاڑ نہیں سکتا۔" آخر یہ اُسی کی دکان پر گیا اور وہ دستار اُسے دکھلائی۔ اُس نے جو کچھ محنت مانگی وہ دی اور بہ خوبی رفو کروا کے لے آیا۔

دوسرے روز شاہ نے جب وہ پگڑی ثابت دیکھی، پوچھا "اسے کس نے رفو کیا؟" جامہ دار رو رو کر ٹالنے لگا۔ فرمایا "ڈر مت، میں نے ہی کسی کام کی خاطر پھاڑ ڈالی تھی۔" تب اُس نے رفوگر کا پتا دیا۔ آخر اُس رفوگر کو حضور میں بلا کر کہا "تو نے ایک تھیلی بھی اسی طرح رفو کی ہے، جو دیکھے تو پہنچانے؟" بولا "ہاں" تب وہ تھیلی اسے دکھلائی اور پوچھا کہ سچ کہہ تجھے کس نے دی تھی؟ کہا "اس شہر کے قاضی نے۔" تب تو شاہ نے رفوگر کے مقابلے سے قاضی کو قائل کرکے

اُس شخص کا مال اُسے دلوایا اور قاضی کو غرق کروا ڈالا :

نہیں اور کوئی عدل سا کام نیک
کہ جس سے دو جگ میں رہے نام نیک
عجب کیا ہے فرعون جو غرق ہو
بدوں کا نہیں ہے سر انجام نیک

حکایت ۳

ایک روز معتضد خلیفہ نے اپنے وزیر کو کسی کام کے لیے روانہ کیا تھا، وہ رستے میں سے پلٹ حضور میں آکر عرض کرنے لگا کہ خداوند! جب میں دربار سے نکلا تو دیکھا کہ ایک شخص عین سر راہ کھڑا ہوا اس شہر بغداد تخت گاہ جہاں پناہ کو بد دعا دے رہا ہے۔ تب اسے ڈانٹ کر میں نے کہا ''مگر تو دیوانہ ہے جو ایسے بلدۂ دارالخلافت کو کہ جائے امن و امان و ملجا و ماوائے بے کساں ہے، کیوں بیہودہ بکتا ہے :

فوقیت اس کو ہی ہے خلد بریں کے اوپر
چشمۂ فیض ہے یہ روئے زمیں کے اوپر
صبح کو جو کوئی اس شہر میں آوے کنگال
شام سے پہلے سواری کرے زیں کے اوپر

بولا ' ایسے شہر ناپرسان پر پتھر کیوں نہیں پڑتے کہ جہاں کا بادشاہ غافل اور قاضی بددیانت ہو۔ چنانچہ کئی برس گزرے میں نے دو آفتابے طلائی یہاں کے قاضی کے سپرد کیے تھے، اب

جو طلب کرتا ہوں تو مکرتا ہے ۔ وہ کہاوت ہے کہ جھوٹے کے
آگے سچا رو مرے ۔ اس بات کا کوئی شاہد گواہ بھی نہیں ، لاچار
چلا جاتا ہوں ۔' قبلۂ عالم ! جس دم میں نے سنا مجھے مارے شرم
کے عرق آگیا ۔ اُس شخص کو خانے سے باز رکھ کر حضور عالی
میں لے آیا ہوں ۔ تب خلیفہ نے اُسے اور نزدیک بلا کر ساری
کیفیت مفصل دریافت کی ۔ فرمایا '' ابھی تو تو فلانے مکان میں
رہ ، تیرے مال کی تحقیقات کی جائے گی ۔'' پھر خلیفہ نے قاضی سے
رشتہ دوستی کا بڑھایا ، یہاں تک کہ گاہ بگاہ اُس کے ساتھ بیٹھ
کر ہم کلام ہوا کرتا ۔ ایک روز اخلاق کی باتیں کرتے کرتے
یہ سخن درمیان رکھا کہ قاضی صاحب ! ایک مشورہ میرے خیال
میں گزرتا ہے ، جو تم عہد کرو کہ یہ راز فاش نہ ہو ، کسی
کے کان نہ پڑے تو دوستی کے بھروسے اپنے دل کی بات زبان پر
لاتا ہوں ۔ بولا '' از برائے خدا یہ کیا مذکور ہے ! ایسا بھی
کم ظرف اوچھا اس بندے کو تصور نہ فرمائیے ، شوق سے جو
مرضی میں آوے ارشاد کیجیے ، ممکن نہیں کہ اس اسرار سے فرشتے
کو بھی خبر ہو'' تب خلیفہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا
'' یہ اوج ریاست اور امورات سلطنت جا کی لنگی[1] اور ڈھلتی پھرتی
چھاؤں ہے ۔ اس کا کیا اعتبار ، آج ہے اور کل نہیں ، تس پر دشمنوں
سے دغدغہ رات دن ، مبادا کہیں قابض ہو جاویں یا قابو پا کر
مار ڈالیں تو پیچھے خاندان کی خوابی ہو ۔ اس سے کچھ ذخیرہ کر
رکھوں تو بہتر ؛ خدا نخواستہ نیک و بد ہو تو بال بچوں کے
کام آوے ، پر ایسا ایمان دار اپنی نگاہ میں کوئی نہیں ٹھہرتا

١- اس کا مفہوم معلوم نہ ہو سکا ۔

کہ کچھ امانت جس کے حوالے کروں - لیکن الحمد للہ کہ ایک آپ ھی کی ذات شریف نور تقویٰ و دیانت سے مانند خورشید اس دور قمر میں جلوہ گر ہے - ہر چند آپ کو تکلیف ہوگی لیکن میری خاطر جمعی اسی میں ھے کہ از روپے الطاف کے کل علی الصباح سے کچھ زر نقد آپ ھی کے نزدیک رہے تو سب سے اچھی بات ھے - قاضی نے یہ سن کر جواب دیا "حق تعالیٰ حضرت کی صد و بیست سال عمر کرے اور ہم غریبوں کو دامن دولت کے سائے میں رکھے ، دوست شاد دشمن پامال ہوں ! لیکن جہاں پناہ کا فرمایا سر آنکھوں پر - بندہ سب طرح تابعدار ہے ، کسی صورت سے باہر نہیں -" آخر ایسا ھی مقرر فرمایا کہ دو لاکھ روپے کل قاضی صاحب کے حوالے کیے جائیں گے - غرض قاضی حضور سے رخصت ہو کر اپنے گھر آیا اور دولت کے لالچ میں کہاں کی نیند اور کہاں کی بھوک ؟:

لالچ بری بلا ھے سبھی خاص و عام میں
لالچ سے مرغ زیرک پھنستا ھے دام میں

جب شاہ نے معلوم کیا کہ اب تو یہ دام میں آچکا ، اس شخص کو بلا کر کہا "کل فجر جس وقت قاضی دربار میں آکے بیٹھے تو تو اپنا مال اس سے مانگیو البتہ دیوے گا" - دوسرے دن قاضی دربار بادشاھی میں آیا ، تب وہ آدمی بڑے ادب سے جھک کر تسلیمات بجا لایا اور کہا "شریعت پناہ ! ان دنوں میں سفر جاتے وقت دو آفتابے جو میں نے آپ کے حوالے کیے تھے ، اب مجھے درکار ھیں ، عنایت کیجیے -" قاضی تو طمع کے کمند میں گرفتار ھی تھا ، اندیشے میں گیا کہ جواب دیتا ہوں تو وہ خزانہ ھاتھ سے جاتا ھے اور بدنامی حاصل ہوتی ھے - بولا "اوہو ! اے عزیز تو نے سفر میں بہت دن لگائے ، خوب ہوا جو تو آیا ؛

وہ جنس موجود ہے ، اپنی لے ۔" شاہ نے اُس وقت قاضی کی دیانت پر آفرین کی اور کچھ عذر کرکے اُس دن تو وہ خزانہ اُس کے سپرد نہ کیا ۔ جب حق حقدار کو پہنچ چکا ، خدمت قضا سے اُسے تغیر کیا :

ملک دانش پہ شہ عقل کی سرداری ہے
عدل با احسن تدبیر جہاں داری ہے

حکایت ۴

کرپال نام ایک راجا بڑا عادل تھا ۔ ایک روز ہاتھی پر سوار ہو شہر کی سیر کرنے نکلا ۔ ہر طرف دیکھتا بھالتا پھرتا تھا ۔ کہیں ایک عورت حسین اُس کی نظر پڑی ۔ دیکھتے ہی عاشق ہوگیا اور ہاتھی اُسی طرف ہولا ، چاہتا تھا کہ اسے پکڑ کر آتش شہوت آب وصال سے بجھاوے اور کچھ مزہ اُٹھاوے ، پر پاسبان ہوش نے منع کیا ۔ آخر وہاں سے پھر کر محل میں داخل ہوا ۔ دوسرے روز سارے اہل کار اور برہمن جمع کرکے بولا " میں چاہتا ہوں کہ جیتے جی اپنے تئیں آگ میں گراکر بھسمنت کروں ۔ سبھوں نے پوچھا " کیا سبب ؟" بولا " کل مجھ سے ایسی حرکت ظہور میں آئی کہ پرائی استری پر میرا من ڈگا ۔ پنڈت یہ سن کر بولے " تم راجا ہوکے ایسی پاپ کی کھوٹی نگاہ رکھو تو ہمیں بھی تمہارا جینا نہیں بھاتا ۔ اب یہی اُتم ہے کہ اس کودھرمی سے اپنے تئیں پھونک کر راکھ بناؤ ۔" ندان جب چتا چنی گئی اور اگن

بھڑک اُٹھی ' تب راجا نے ارادہ کیا کہ اس میں کود پڑے ۔ برھمنوں نے ھاتھ پکڑ لیا کہ بس تدارک ھوچکا کیونکہ بدن کی کچھ تقصیر نہ تھی، یہ سب ھئے کا دوش تھا ۔ اُسے سیاست ملی جو اتنی دیر اُس پر کوفت رھی ۔ تب راجا نے جان کے عوض بہت سا روپیہ خیر خیرات کیا ۔

حکایت ۵

ایک روز ملک شاہ کی سواری ایک شہر میں سے ھوچلی ۔ کسی حویلیٔ بلند کی منڈیر جو آسمان سے باتیں کر رھی تھی ' اُس پر ایک لڑکا بیٹھا ھوا دیکھ رھا تھا ' پر نیچے کے آدمیوں کو ایسا معلوم ھوتا تھا کہ یہ کوئی پنکھیرو ھے ۔ شاہ نے بھی جانور کے شبہے پر شست لگا کر تیر اُسی طرف چھوڑا ، وہ تیر اُسے جا لگا ۔ تیر کے لگتے ھی وہ زمین پر آپڑا تو معلوم ھوا کہ لڑکا ھے ۔ شاہ دیکھتے ھی بے اختیار رونے لگا ۔ فرمایا کہ یہیں ڈیرے کھڑے کرو اور اس کے وارث کو بلاؤ ۔ اُس لڑکے کا باپ نہایت مفلس ' بدن پر چندیاں لگی ھوئیں ' کھانے سے محتاج آکر موجود ھوا ۔ تب شاہ نے ایک طشت سونے سے بھرا ھوا اُس پر تلوار دھر کر آگے رکھوا دیا ۔ فرمایا '' یہ شمشیر اور میرا سر اور یہ تھالی مع زر موجود ھے، ان دونوں میں سے جسے تیرا جی چاھے اختیار کر ۔'' اُس غریب نے یہ جواں مردی شاہ کی دیکھ کر زمین خدمت کو بوسہ دیا اور کہا ''یہ لڑکا تو کیا میرا سر اور یہ زر ، فرق مبارک پر نثار ھے ۔ عمر و دولت شاھنشاہ کی بڑھتی رھے ، میں اپنی داد پا چکا ۔ آخر

شاہ نے وہ زر اُسے دلوایا اور اُس شہر کی حکومت کی سند اسی کو کر دی :

مرد انصاف سے نہ جاتے ہیں
تاکہ اپنا بھی جی گنواتے ہیں
اک پتنگے کو جو اذیت ہو
شمع کی طرح سر کٹاتے ہیں

حکایت ٦

ایک شخص بہت لوگوں کا دَین دار تھا اور معتضد خلیفہ کے بھی چار ہزار روپے اُس پر نکلتے تھے ۔ قضائے الٰہی سے وہ مر گیا اور پانچ ایک ہزار کا اثاثہ چھوڑا ۔ تب خلیفہ نے قاضی کو کہلا بھیجا کہ اُس عوض میں سے چار ہزار روپے تو ہماری سرکار میں داخل ہوں اور باقی جو بچیں سو موافق قرض کے تقسیم کیے جاویں ۔ قاضی نے اُس پیغام لانے والے سے کہا " خلیفہ کو بھی قرض میں سب کے حصے موجب رسد دی جاوے گی ، یہ کیا مناسب جو اوروں سے زیادہ لے ۔" تب اُس شخص نے جواب دیا " اے قاضی ! خلیفہ کیا سب خلقت کے برابر ہو "؟ قاضی نے کہا " البتہ اس مقدمے میں سب ہی یکساں ہیں ۔" آخر یہ بات خلیفہ پر ظاہر ہوئی ۔ تب تامل کر کے کہا " فی الواقع جو اوروں کی راہ سو اپنی بھی ، قاضی جس طرح بانٹ دے مجھے منظور ہے ۔" القصہ خلیفہ اُس تقسیم پر راضی ہوا اور سبھوں کے موافق قرض

لیا ۔ حاصل کلام عدل شاہ اور انصاف قاضی یاد گار رہا ۔
شاہ عادل ہو تو عالم بھی دیانت دار ہو

حکایت ۷

ایک بادشاہ کا وزیر نہایت عقل مند تھا ۔ دشمنوں نے حسد کی راہ سے مزاج بادشاہ کا بھکا کر اُس کی طرف سے برہم کر دیا ؛ یہاں تک کہ خدمت وزارت سے اسے تغیر کیا ۔ چند روز کے بعد وزیر نے حضور اعلیٰ میں عرض گزرانی کہ یہ غلام خانہ زاد موروثی اور نمک پروردۂ قدیمی ہے ۔ اگر خداوند نعمت حق خدمت گزاری کا سمجھ کر التماس اس فدوی کا قبول کریں تو بجا ہے ۔ امید کہ اس بے کاری کے عالم میں ایک اُجاڑ کھیڑے کی سند اس غلام کے نام ہو جاوے تو اُس کے شغل میں دل بہلاتا رہے ، اپنے پاس سے تقویت دے ، استمالت کر کے اُسے آباد کرے ۔ بادشاہ نے کہا '' جو پرگنہ تجھے منظور ہو اُسی کا پروانہ کیا جاوے ۔'' وزیر نے پھر گزارش کی '' اب تو بندے کا کچھ اختیار نہیں ۔ دیوان کی معرفت خود بدولت اپنی تجویز سے مقرر ٹھہرائیے ۔''

تب شاہ نے اهل کاروں کو حکم کیا کہ کوئی ویران گاؤں دریافت کرو تو وزیر معزول کے نام کی جاگیر کی جاوے ۔ غرض اهل کاروں نے هزار کوس کے گرد میں ایک بھی قریہ اوجڑ نہ پایا ، سارا ہی ملک آباد اور آسودہ نظر آیا ۔ تب شاہ نے اُس وزیر سے کہا '' میں نے بہت سی تلاش کروائی اپنے عمل بھر میں ، خوب آبادی ہے ، کہیں ویرانہ نہیں ، لیکن جس بستی پر تیری خوشی ہو

فرمان کیے دیتا ہوں ۔ تب وزیر نے دست بستہ ہو کر عرض کی ''جہاں پناہ گاؤں کی درخواست کرنے سے فدوی کی یہ غرض تھی کہ خیال فرمائیے، میں نے کس کس کوشش و تردد سے اس ولایت کو آباد کیا جو ویرانے کا نام و نشان کہیں باقی نہ رہا ۔ اب مناسب ہے کہ یہ خدمت ایسے شخص کے حوالے کریں جو اس قدر کر دکھاوے ''۔ بادشاہ نے یہ بات سنتے ہی نہایت عذر کیا اور خلعت سرفرازی کی دے کر اُسے بدستور بحال کیا :

اقبال سکندر ہے تدبیر ارسطو سے

حکایت ۸

ایک دن نوشیروان نے وزیر سے پوچھا '' باز کوتاہ عمر اور چڑیا دراز زندگی کیوں کرتی ہے ؟'' بولا ''باز ظالم اور چڑیا ضعیف و کم آزار ہے ۔'' تب بادشاہ نے کہا ''عدل کیونکر کیا چاہیے جو بموجب رفاہیت خلق اللہ ہو ؟'' عرض کی '' شاہ کو لازم ہے کہ سب رعیت کا احوال اپنی ذات سے کماحقہ دریافت کرے ۔ بدون حکم بادشاہ کے پتا نہ ہلے ۔'' بادشاہ نے کہا ''امین و گماشتے شہر بہ شہر تعین کرتا ہوں تو بخوبی سب کام سر انجام پاویں ۔'' وزیر نے کہا '' سوال و جواب رعیت کا کارباریوں کے اختیار میں ڈالنے سے خلل عظیم واقع ہوتا ہے اور ملک تباہ ہو جاتا ہے ، کیونکہ اکثر گماشتے لالچ میں پڑ جاتے ہیں ۔'' تب شاہ نے کہا '' فقط اکیلے بادشاہ سے بندوبست ملک کا ہونا امر محال ہے ۔'' وزیر نے جواب دیا '' بہتر یوں ہے کہ ایک گھنٹا اُس کے چار طرف زنجیریں لگوا

کر محل سرا میں لگوا دیجیے تو داد خواہ بنا روک ٹوک اُس کی زنجیر پکڑ کر ھلاوے اور حضور سے داد پاوے، تو ظالموں پر موجب رعب ھو گا۔'' آخر نوشیروان نے ویسا ھی کیا کہ ایک گھنٹا اپنی خواب گاہ کی چھت میں لٹکوا دیا اور اس کی زنجیریں جا بجا کوچہ و بازار میں چھڑوا دیں ۔ جو کوئی کسی پر تعدی یا ظلم زیادتی کرتا تو وہ اس گھنٹے کو ھلا دیتا ۔ بادشاہ آواز سن کر انصاف کرتا ۔ ایک روز ایک گدھا دبلا سا مارے کھاج کے پیٹھ اس سنگل سے گھسنے لگا ، وہ ٹال ھلی ؛ تب بادشاہ نے کوٹھے پر چڑھ کر دیکھا کہ ایک گدھا بڑا ھی لاغر پیٹھ میں ناڑ پڑی ھوئی زنجیر ھلاتا ھے ۔ پوچھا '' یہ خر کس کا ھے''؟ بولے '' یہ گدھا دھوبی کا ھے ۔ جب ‌لگ (تک) جوان ھٹا کٹا رھا اُس نے اس پر لاد کر کما کھایا ، اب جو بڑھاپے کے سبب رہ گیا تو چھوڑ دیا ۔'' فرمایا '' اُسے بلاؤ''۔ جب وہ آیا تو پہلے اپنے روبرو خوب دھول دھپا اسے کروایا کہ جب چالاک تھا ، تو نے اس سے کام لیا ، اب تھک گیا تو کیوں اسے نہیں پالتا ؟ خبردار ! آج سے اسے دس سیر جو اور دس پولھے گھاس بلا ناغہ ھر روز نہ دی تو پیٹ چاک کروا ڈالوں گا ۔

حکایت ۹

کہتے ھیں اُن دنوں میں کہ نوشیروان نے عمارت عالی کی تعمیر کروانی شروع کی ، اُس میں ایک بڑھیا کی جھونپڑی آ پڑی ۔

شاہ نے اُس بڑھیا سے کہا " جو تیری مرضی ہو تو یہ جھونپڑی مجھے دے ۔ جو کچھ تجھے درکار ہو سو دلوا دوں ، یا اس کے بدلے جہاں کہیں تیری خوشی ہو ، محل بنوا دوں ۔" بولی " مجھے اس سے زیادہ اور کیا ہونا کہ ہر صبح اُٹھ جمال مبارک دیکھتی رہتی ہوں ۔ " بادشاہ نے کہا " خیر جو تیری خوشی یوں ہی ہے تو میں بھی کچھ جبر نہیں کرتا "۔ اخیر وہ جھونپڑی ویسی کی ویسی ہی رہی ۔ اُس بڑھیا کے پاس ایک گائے تھی ، آتے جاتے قصر شاہی میں آلایش کرتی پر نوشیروان کچھ نہ کہتا ۔

جب نوشیروان نے اس منزل فانی سے کوچ کیا اور دو سو سال کے بعد ایک بادشاہ مصاحبوں سمیت اُس کی قبر پر آیا ، اُس وقت ایک مصاحب نے کہا " حدیث شریف ہے کہ بادشاہ عادل کا بدن گور میں بوسیدہ نہیں ہوتا اور گور کے کیڑے کچھ ضرر نہیں دے سکتے ۔" بادشاہ نے کہا " نوشیروان بھی تو بڑا عادل تھا ، بھلا اُس کی مرقد کھود کر دیکھیں ، کیا صورت بنی ہوگی "۔ پس اس کے مزار کی جب خاک سرکائی قالب اس مرد کا جیسا کوئی سوتا ہو نظر آیا ۔ اُس کی اُنگلی میں تین انگوٹھیاں تھیں ۔ تین نصیحتیں اُن پر لکھی ہوئیں : پہلی " دوست و دشمن سے دار مدار رکھو ۔" دوسری " سب کام مشورت سے کرو ۔" تیسری " قناعت پکڑو ۔" تب وزیر نے کہا " یے (یہ) انگشتریاں یہاں عبث ہیں ' اُتار لیجیے ۔" شاہ نے اُسے جھڑک دیا ۔ عطر خوشبو ڈال کر وہ قبر معمور کر دی ۔"

حکایت ۱۰

ترکستان کے ایک بادشاہ نے ایک ایلچی کے ساتھ دس آدمی دے کر یہ نامہ ہند کے راجا کو لکھ بھیجا کہ ہماری سماعت میں گزرا کہ ہندوستان کی زمین میں کچھ ایسی چیز پیدا ہوتی ہے جس کے کھانے سے حیات انسان کی بڑھ جاوے۔ اسی لیے رئیسان ہند دراز عمر ہوتے ہیں۔ راجا نے جب یہ مضمون پڑھا اُس وکیل کو اُن آدمیوں سمیت ایک قلعۂ سنگین بلند کے نزدیک، جس کی چوٹی فلک سے مل رہی تھی، لے جا کر کہا ”جب تک یہ کوہ گر نہ پڑے، تمھیں رخصت نہ کروں گا اور جواب بھی اس خط کا نہ دوں گا۔“ یہ سن کر وے لوگ نہایت متفکر ہوئے، محض نراس ہو گئے کہ اب عزیزوں کے دیدار سے بھی محروم رہے اور گھر بار سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ لاچار اُسی پہاڑ کے تلے خیمے استادہ کروائے اور شب و روز جناب الٰہی میں دعا کرتے کہ یا اللہ اس پہاڑ کو گرا دے! اتفاقاً تھوڑے دنوں کے بعد ایک دن زلزلہ ہوا۔ اس قلعۂ سنگین کی آلنگ ٹوٹ پڑی۔ تب اُس وکیل نے راجا کو اطلاع کی۔ راجا نے کہا ”تم تھوڑے سے آدمیوں کی دعا سے ایسا پہاڑ جڑ سے اکھڑ گیا۔ تمھارے بادشاہ جو ظلم کرتے ہیں اسی باعث خلقت کی بد دعا سے بیخ و بنیاد اُن کی عمر کی

برقرار نہیں رہتی والاّ کسی فیلسوف کو بھی روے زمین پر داروے عمر یاد نہیں۔ ظاہر ہے کہ شہباز ظلم کے سبب ایسا کوتاہ عمر ہوتا ہے کہ بیس برس سے زیادہ نہیں جیتا اور گدھے کی زیست قناعت کے باعث اتنی دراز ہے کہ سات سو برس تک زندگانی کرتا ہے۔“

حکایت ۱۱

ایک دن ایک بادشاہ شکار کے عقب گھوڑا ڈالے لشکر سے دور نکل گیا ، تب دو تین پالیں جنگل میں دیکھیں ۔ دھوپ کی شدت سے اُن کے آسرے میں جا بیٹھا ۔ ایسا کہ سانجھ ہو گئی اور کتنی ایک گائیں چر چگ کر وہاں آئیں ، تب ایک بڑھیا نے رانوٹی (راؤٹی) سے نکل اپنی لڑکی سے کہا کہ دودھ نچوڑ جو مہمان کی تواضع کریں ۔ اُس لڑکی نے دودھ دوھا ، یہاں تک کہ شاہ دنگ ہو کر دل میں کہنے لگا ۔ اس قدر جو ان کے یہاں دودھ ہوتا ہے ایک ہفتے کا سرکار میں ہر مہینے دیویں تو ان پر کیا بھاری ہو اور حاصل اس کا کچھ کا کچھ عمل میں آوے ؛ البتہ کچھ نہ کچھ محصول ان پر لگایا تو چاہیے ۔ غرض بادشاہ رات کی رات کھا پی وہیں سو رہا ۔ جب اجالا ہونے آیا اور جانور صبح کے بولنے لگے ، اُس بڑھیا نے اسی لڑکی کو جگایا کہ جلد اُٹھ دودھ دوہ ۔ لڑکی جب شیر دوھنے لگی تو ماں سے پکار کے بولی ۔ " اے اماں ! دعا کر اس ملک کے بادشاہ کی نیت بدل گئی ہے " وہ بڑھیا ترنت اُٹھ ناک گھسنی کر التجا کرنے لگی کہ الٰہ العالمین ! بادشاہ کو نیک نیت رکھ ۔ شاہ نپٹ اچمبھے میں گیا کہ سبحان اللہ یہ لڑکی میرے دل کی بات کیونکر دریافت کر گئی ۔ آخر رہ نہ سکا ، بڑھیا سے پوچھا ۔ " سچ کہو تمھیں کس طرح معلوم پڑا کہ اس گھڑی نیت بادشاہ کی برابر نہیں ؟ " بولی " ہر صبح میری گائیں بہت سا دودھ دیتی رہتی تھیں اور آج کچھ نہیں دیا ، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی نیت میں مقرر فرق آیا تو برکت بھی جاتی رہی ' جیسی نیت ویسی برکت ۔ " شاہ نے کہا " بجا ہے ، وہ بادشاہ میں ہی ہوں ۔ واللہ اب میں اس خیال سے در گزرا ۔ تم

اپنی گاؤ نچوڑو ۔'' غرض وہ لڑکی پھر دوھنے لگی تو دودھ ہمیشہ کے موافق نکلا ۔''

حکایت ۱۲

ایک بادشاہ کے عہد میں کسی شخص نے اپنی دیوار کے تلے سے خزانہ پایا ، بادشاہ کو خبر ھوئی ؛ تب اسے حضور میں بلا کر کہا ۔ '' میں نے سنا ھے کہ تجھے گنج ملا ' مجھے خبر کیوں نہ پہنچائی ؟'' بولا '' اس لیے کہ وہ مکان میری ملک اور میراث میں ھے اور تم عادل ھو کر زبردستی نہیں کرنے کے ۔'' بادشاہ نے کہا '' بھلا وہ مال لایا تو چاھیے ، دیکھیں کس قدر ھے ۔'' آخر وہ مرد تھوڑا سا زر حضور میں لایا ۔ شاہ نے ملاحظہ کر کے اسی کو بخشا ۔ بعضے شخصوں نے عرض کی ۔ '' خداوند ! مبلغ بے حساب اس کے ھاتھ لگا ھے ، یہ تو اس کی چوتھائی بھی حضور میں نہیں لایا ۔ سب کا سب چھپا رکھا ۔'' بادشاہ نے کہا '' یہ سچ ھے پر مخفی گر رکھا ھو تو اب علانیہ خرچ کرے ، اس کا مزاحم کون ھے ؟''

اسی بادشاہ کے دور میں ایک شخص نے ایک حویلی خرید کی ۔ مرمت کرنے لگے تو وھاں سے مال نکلا ، تب وہ شخص یہ مال اس حویلی بیچنے والے پاس لے گیا کہ اپنا مال لے کیونکہ میں نے حویلی مول لی ھے نہ کہ زر ۔ وہ بولا '' مجھے اس پیسے کا گمان بھی نہ تھا ، بھلا لوں تو کس طرح لوں ۔ بہتر ھے کہ یہ مال بادشاہ پاس لے جاویں اور اسی کو دے ڈالیں ۔'' غرض وہ نقد

حضور میں لائے اور ساری کیفیت کہہ سنائی ۔ شاہ نے کہا '' تم تو غریب آدمی ہو کر اس قدر امانت میں خیانت نہیں کر سکتے اور میں تو خدا کے فضل سے اس اقلیم کا بادشاہ ہوں ۔ تعجب ہے جو تم سے بھی کم ہمت ہو کر اس کام میں جرات کروں ''۔ تب یے بولے ۔'' تم ہمارے والی ہو، جو کہو سو ہمیں قبول ہے ''۔ فرمایا '' صلاح یہ ہے تم آپس میں رشتہ ناتا کرو اور فیمابین بیٹا بیٹی کی سگائی کر کے سمدھی بن جاؤ اور یہ مال لڑکی کے دھیز میں دو ۔'' آخر انھوں نے ویسا ھی کیا :

کہاں ظلمت ظلم اور نور عدل

حکایت ۱۳

آن دنوں میں کہ شاہ معز الدین غزنین شہر نہر والے سے لڑتا تھا ۔ ھر چند بہت سی مشقت آٹھائی پر فتح میسر نہ آئی ، تب اپنے دارالحکومت غزنین کو پلٹ آیا ۔ ایک امیر نے عرضی گزرائی کہ دو لاکھ روپے نہر والے سوداگر کے شہر غزنین میں ھیں ، اگر حکم ہو تو مال قرق کر کے خزانۂ عامرہ میں داخل کیا جائے تو فوج کی تنخواہ کو کفایت کرے ۔ شاہ نے آس عرضی کی پشت پر دستخط کیا کہ مال آس سوداگر کا آس وقت حلال ہے جو شہر نہر والے میں لڑائی کے وقت ھاتھ آوے اور غزنین میں ضبط کرنا انصاف سے بعید ہے ۔ خبر دار ! آس کے مال کو کوئی ھاتھ نہ لگاوے ؛ غرض غزنین میں کوئی آس کے مال کا مزاحم نہ ھوا ۔ اس عدل کی برکت سے دو برس کے پیچھے نہر والہ شاہ غزنیں کے

عمل میں داخل ہوا۔

غزل

مصطفیٰ سے اس قدر اثبات پائی شان عدل
طاعت صد سال سے افضل تریں یک آن عدل
حشر کے دن جب سوا نیزے پہ آوے آفتاب
سایۂ عرش بریں میں ہو کھڑا سلطان عدل
سنگ راہ ظلم سے ٹھکرا گرے اکثر رئیس
سلطنت میں کب لگے ٹھوکر جو ہو میدان عدل
بادشاہ ہے ناخدا اور مملکت مثل جہاز
بالضرورت اس کے لے چلنے کو ہے سکان عدل
ضرب رکھ داد و دھش سے جو تو چاہتا ہے رواج
سکۂ موزون بندر منبئی[1] میزان عدل

---

(۱) بمبئی۔

دوسرا باب دور اندیشی کا

حکایت ۱

ایک روز بے (یہ) چار شخص عالم ، سید ، سپاہی ، بنیا مگر کسی باغ میں گئے اور میوے کچے پکے توڑ کھانے لگے اور بہت سے کاٹ کتر چکھ چکھ کر پھینکے ۔ باغبان نے آ کر دیکھا کہ سب پھل چٹ ہو گئے اور کچھ ادھ کچرے بچے ۔ تب اپنے دل میں کہنے لگا جو میں تن تنہا ان چاروں سے اُلجھ پڑتا ہوں تو ابھی ٹھوک ڈالتے ہیں ۔ یہ سوچ کر عالم سے بولا ''حضرت سلامت ! آپ تو عالم ہیں ، دین کے ستون اور بھولے بھٹکے گم راہوں کو راہ پر لانے ہارے اور یہ سید ہمارے دین و ایمان، ہم ان کے خادم ، اور سپاہی کی تو ہم رعیت ہیں اور یہ ہماری پشت پناہ ۔ جو ایسے مرد اس باغ میں آویں تو موجب برکت اور ہماری سعادت ۔ بھلا یہ بنیا کون ہے کہ اس طرح باغ میں بے دھڑک آ کر جیسا باپ کا مال ، بگاڑ ڈالے ! کیا قرض دیتا ہے تو بیاج نہیں لیتا ؟'' یہ کہہ کر لپکا اور اُس بنیے کو پکڑ کر پچھاڑا ، ہاتھ پاؤں رسی سے جکڑ کر ایک طرف ڈال دیا ۔ پھر سپاہی سے بولا '' وے دونوں تو بزرگ ہیں ، یہ باغ اُن کی نذر ہے ۔ پیسا اس کا سرکار میں بھر چکا ہوں ، تیرا کیا دھراتا ہے جو تونے اتنا نقصان کیا ؟'' اس طرح اُس کا بھی گریبان کھینچ کر لات مکی سے ہاتھ پاؤں خوب نرم کیے اور باندھ کر کھسکا دیا ۔ پھر عالم سے کہا '' ساری خلقت سادات کی تو بنا داموں غلام ہے اور اُن کا حق ہم پر واجب ہے لیکن تو جو علم کا دعویٰ

رکھتا ہے ، کیا یہ نہیں جانتا پرایا باغ آجاڑنا گناہ ہے ؟ بھلا ایسا علم کس کام کا ، کیا گدھے پر کتابیں لاد نہیں دیتے ؟'' یہ کہہ کر اس کی بھی داڑھی پکڑ کر گرایا اور خوب لتیا کر ہاتھ پاؤں کس کر گٹھڑی بنا دی - جب سید اکیلا رہ گیا بولا ''من اے مدعی ! تجھ موذی کو کس نے سید بنایا ؟ پیغمبر نے مال مفت کا حلال نہیں کیا ، بھلا کہہ تو ، تونے کس سبب میرا مال بگاڑا ؟'' آخر اسے بھی چومیخا[1] کیا - اسی ڈھب سے چاروں باندھ ڈالے - جب لگ (تک) خاطر خواہ قیمت اس میوے کی نہ بھر لی کسی کو نہ چھوڑا - وہ کہاوت ہے ''جگ پھوٹا اور نرد ماری گئی -''

حکایت ۲

نقل ہے ایک سانڈنی سوار نے کسی بیابان میں آگ چار طرف گھاس میں لگی دیکھی - اس میں ایک کالا سانپ گھر کر ایسا گھبرایا کہ بھاگنے کی راہ مطلق اس پر مسدود تھی - قریب تھا کہ جل جاوے ، یہ مرد تو نہایت خدا ترس تھا ، رحم کھا کر دل میں کہنے لگا '' اگرچہ سانپ انسان کا دشمن ہے پر اس حالت میں اسے نہ بچانا شرط مروت نہیں -'' فی الفور توبرہ رسی سے باندھ اس کے آگے پھینک دیا - سانپ اس کے اندر گھس بیٹھا اور یہ شتر دوڑا کر توبرے سمیت اس دشت سے باہر ہوگیا ؛ تب سانپ سے

---

(۱) ''چومیخا کرنا'' کے معنی صلیب دینے کے ہیں لکن یہاں بے بس کر دینا مراد ہے -

بولا ” اب یہاں کچھ آگ نہیں جہاں تیرا جی چاہے چلا جا۔“
سانپ نے کہا ”اب تجھے اور تیرے اونٹ کو بنا ڈسے کب یہاں
سے جاتا ہوں ، کیا تو نہیں جانتا کہ میں تیرا دشمن ہوں ، تونے
کس توقع پر مجھ سے ایسا سلوک کیا ؟ کہہ ، تجھے یا تیرے
اونٹ کو پہلے کاٹوں “؟ تب تو یہ شخص دل میں ڈر کر افعی
سے کہنے لگا ” اے پتال کے جاڑا ! میں نے تیرے ساتھ بھلائی کی
ہے ، تعجب ہے کہ تو نیکی سے گزر کر بدی کا ارادہ رکھے !“

نیکی نہ ہوسکے تو بدی بھی نہ کیجیے

سانپ نے کہا ” آدمی کے مذہب میں نیکی کی جزا بدی ہے ۔ اگر
میں نے تیرے ساتھ بھلائی کے عوض برائی کی تو کچھ تعجب
نہیں ۔“ اس نے کہا ” یہ سراسر خلاف ہے ، انسان ہمیشہ بدی کے
بدلے نیکی کرتے ہیں ۔“ تب سانپ نے کہا ” بھلا تیری خوشی
ہو ، کسی اور سے پچھوادوں تو سہی ۔“ وہاں ایک بھینس چرتی ہوئی
دور سے نظر پڑی ۔ بختی سوار نے نزدیک جا کر کہا ” اے
گاؤمیش ! سچ کہہ نیکی کے بدلے بدی بھی کرنی درست ہے ؟“ بولی
” آدمی کے مذہب میں ایسا ہی ہے ، جس سے کوئی نیکی کرے ، وہ
اس کے بدلے بدی کر دکھاوے ۔ چنانچہ میں ہی مدت سے ایک
شخص کے پاس تھی ۔ ہر سال ایک بچہ دیا کرتی ، دودھ دہی گھی
سے ایسا آسودہ رکھتی جو گھر میں ریل پیل رہتی ۔ اب بڑھاپے
کے سبب دانت کھڑ کھڑ کریں اور سینگ پھل [1] سے اڑیں ، تو
تھنوں سے دودھ بھی سوکھ گیا اور بیانت سے بھی رہ گئی ، اس
نے مجھے چھوڑ دیا اور کھل ' بانڈ ' بنولے مجھے کھلانے موقوف
رکھے ۔ تب میں نے اس جنگلے میں چر چگ کچھ آنگ پکڑا ۔

---

(۱) اس کا مفہوم معلوم نہیں ہو سکا

قضا کار کل وہی شخص یہاں آیا ـ مجھے موٹا تازہ دیکھ کر میرے گوشت پر دانت رکھا ـ ایک قصائی کے ہاتھ مجھے بیچ ڈالا تو وہ ذبح کرے اور تکا بوٹی کر ڈالے اور پوست میں چھریاں بھوکے - بھلا کہہ تو نیکی کے بدلے بدی ہوئی کہ نہیں ـ''

سانپ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ کاٹے، تب یہ بولا '' شریعت میں ایک گواہ کی شاہدی پر عمل نہیں کرتے اور ایک شخص کے کہنے پر فتویٰ نہیں دیتے ـ'' تب سانپ نے ادھر آدھر نگاہ کی ، سوائے ایک جھاڑ کے اس میدان میں کچھ اور نظر نہ پڑا ـ بولا '' چل اس درخت سے پوچھیں ، وہ کیا کہتا ہے ؟'' آخر اس درخت کے پاس آکر بولے '' اے روکھ ! سچ کہہ نیکی کا ثمرہ نیکی ہے یا بدی''؟ درخت نے کہا ''آدمیوں سے میں ایسا ہی دیکھتا ہوں کہ نیکی کی مکافات بدی کرتے ہیں اس لیے کہ میں بر سر راہ ایک پاؤں پر کھڑا رہتا ہوں ، جو مسافر تھکا ماندہ دھوپ کا مارا میرے سائے میں آتا ہے، آرام پاتا ہے ؛ پھر میرا برا چیتتا ہے کہ اس کے ٹہنوں کو چیریں تو خوب تختے اور شہتیر نکلیں اور اس کی ڈالی کی لاٹھی بھی معقول بنے ' بلکہ تبر ہاتھ میں ہووے تو شاخ کاٹ لے جاویں ـ میری چھاؤں تلے بیٹھنے کا احسان بھلا دیویں ـ''.یہ بات سن کر سانپ نے کہا '' کیوں اب تو حجت ختم ہو چکی ؟'' بولا '' خیر اگر تو دم بھر صبر کرے تو بھلا تیسرے سے بھی دریافت کرلوں ، اگر یوں ہی ہے تو لاچار ہوں ، تیری خوشی ہو سو کیجیو ـ'' اتفاقاً ایک لومڑی نظر پڑی ـ یہ تو اس سے پوچھنے بھی نہ پایا جو وہ بولی '' اے عزیز ! تو کیوں انجان بنا جاتا ہے ـ کیا نیکی کا عوض بدی نہیں ؟ تو نے اس مار سیاہ کے حق میں ایسا کیا احسان کیا ؟'' بولا '' میں نے اسے آگ سے بچایا ـ'' بولی ''ناحق کیوں جھوٹ بکتا ہے !'' تب سانپ نے کہا

" درست کہتا ھے " لومڑی کہنے لگی " بھلا میں کس طرح سچ جانوں ۔" اس نے کہا " میں نے توبرے کو رسی سے باندھ زمین پر ڈال دیا تھا ۔ جب یہ اس کے اندر آگیا میں نے اوپر کھینچ لیا ۔" لومڑی بولی " اس ذرا سے توبرے میں اتنا بڑا سانپ کیونکر سمایا ! اب جو میرے روبرو یہ سانپ اسی توبرے میں پھر جاوے تو مجھے یقین آوے اور فتویٰ بھی دوں ۔" سانپ سمجھا یہ لومڑی میری طرف کی بات کہتی ھے ، جھٹ پٹ توبرے کے اندر ھوگیا ۔" تب لومڑی نے کہا " دشمن قابو میں آیا ، فرصت نہ دے ، نہیں تو یہ بلا تیری جان پر آتی ھے ۔" شتر سوار نے وہ توبرہ ترنت زمین پر دے پٹکا اور سانپ کا سر پتھر سے کچل ڈالا اور یہ قطعہ پڑھا :

حزم کے نور سے رخ جس نے ھو پھیرا رکھا
دیدہ دانستہ ریاست میں اندھیرا رکھا
غرق فرعون ھوا بحر میں نادانی سے
کیونکہ موسیٰ کو کنارے پہ نہ گھیرا رکھا

حکایت ۳

کہتے ھیں کہ ایک بادشاہ کو جواھرات سے محبت زیادہ تھی ۔ ھر روز اپنے حضور منگاتا ، کہیں داروغے ذرا دیر کرتے تو اس کا مزاج برھم ھو جاتا ۔ اسی واسطے ایک مچھلی سونے کی بنوائی ۔ سارا جواھر ، لعل ، یاقوت ، ھیرا ، پنّا ، نیلم ، موتی ،

مونگا ، کنکر ، پتھر بیش قیمت جو کچھ خزانے میں تھا ، سب
اُس پر جڑوایا اور شب و روز اپنی نظروں تلے رکھنے لگا ۔ جو
دربار میں بیٹھتا تو تخت کے سامنے دھری رہتی اور سونے کے وقت
زیر سر تکیہ کرتا ۔ یہ شہرہ اُس ماہیٔ بے بہا کا ماہ تک پہنچا ۔
ایک چور کنا ایسا تھا جو آدمی کی آنکھوں سے کاجل چرا لیتا ۔
اس نے داو لگایا کہ اس مچھلی قیمتی کو کسی بھید سے اپنے
دام میں لایا چاہیے ۔ جب ماہیٔ آفتاب نے حوض مغرب میں غوطہ
مارا ، اندھیری رات پڑ گئی ، چور قلعۂ بادشاہی کی طرف چلا ۔
پاسبان سپاہی چوکی پہرے پر ہشیار دیکھ کر کسی گوشے میں
چھپ بیٹھا ۔ آدھی رات گئے پہرے کری مارے سردی کے فرغول
اوڑھ دبی آواز سے جوں گولی سے صدا آتی ہو ، پکارتے تھے کہ
خبر دار رہو ، بلکہ کبھی نیند کے جھوکے کھاتے اور اونگھ
بھی جاتے ۔ اس دزد نے سانپ کی چال زمین پر گھسرتے گھسرتے
قلعے کے پائے میں اپنے تئیں پہنچایا ۔ کمند کمر سے کھول کر
پھینک ، کنگورے پر اٹکا دے ، رسی کے آسرے قلعے پر چڑھ ،
شاہ کی خواب گاہ میں آیا ۔ دیکھا کہ بادشاہ فتیلہ سوز کی روشنی
میں ماہی سراھنے تکیہ کیے بے سدھ پڑا سوتا ہے اور ایک
لونڈی نیند کی خمار میں جبھائی (جماھی) لیتی ہوئی چپی کر رہی
ہے ۔ اُس نے ذرا وقفہ کیا تو وہ بھی خواب کے غلبے سے وہیں
لڑکھ (لڑھک) گئی ۔ تب اس چالاک نے اُس کی اوڑھنی اتار
آپ اوڑھ لی اور شاہ کی مٹھیا بھرنے لگا ۔ بادشاہ نے کروٹ بدلی
تو وہ مچھلی سر کے تلے سے آہستہ سرکا لی ۔ پھر جس صورت سے
اوپر گیا تھا قلعے کی دیوار پر سے نیچے آیا اور چوکی داروں کی
نگاہ سے آپ کو بچا نکلا ۔ پھر شہر پناہ کا دروازہ بند دیکھ کر
دل میں کہنے لگا کہ اب شہر میں ٹھہرنا اس ماہیٔ مراتب

سمیت بڑی قباحت ہے ۔ ایسا نہ ہو کہ شاہ بیدار ہو جاوے
اور اُس کی جست و جو کرواوے ، تو اس ماہی کے بدلے میں
دام بلا میں نہ پڑوں ۔ اور دن نکلے پر بھی ایسی ماہی جو ماہ سے
زیادہ روشن ہے ، دروازے سے باہر لے جانا موافقت نہ کرے گی ۔

وقت فرصت ہے غنیمت پیش لا کیا ہو سکے
یہ تو ہے اسرار مخفی برملا کیا ہو سکے
شب سیاہ وقت جوانی اس میں کرنا ہو سو کر
روز روشن وقت پیری میں بھلا کیا ہو سکے

آخر اس نے اسی مقنع میں اُس ماہی کو لپیٹا اور تھوڑے
سے پھول باغبان کے یہاں سے اٹھا کر ، اُس پر ڈال ، طفل مردہ
کی وضع ہاتھوں پر دھرے ، مصیبت زدوں کی طرح نوحہ و زاری
کرتا ہوا دروازے پر آیا ۔ بولا " یہ فرزند طوطی سا گویا ابھی
کے ابھی عالم سکوت میں آ گیا ، پھول سا مرجھا گیا ، مجھ دل
خستہ و خاطر شکستہ باپ کے سینے پر لالہ وار داغ دے گیا ،
تس پر بے خرچی اور آٹا گیلا ۔ مشکل تو یہ ہے کہ کل فجر کو
اپنے بیگانے جمع ہو ویں ، گور کفن اس کا کریں تو بے مقدوری
کے سبب دشمن مجھ پر ٹھٹھا ماریں ، طعنہ مہنا دیویں تو اس
غیرت سے داغ پر داغ اور غم پر غم زیادہ ہو ۔ اس لیے چاہتا
ہوں کہ اس تاریکی میں اس گنج خوبی کو لحد کے اندر دفن
کروں تو دشمنان عقرب سرشت کے نیش طعن سے محفوظ رہوں ۔
یہ سن کر ایک دربان نے جھڑک کر کہا " چل بے کہاں کا
لُنتا لایا ۔ تجھ سے کنگال کی خاطر اس نصف شب میں بدون حکم
کوتوال کے کون دروازہ کھولے ؟ چپکا بیٹھا ہے تو بیٹھا رہ ،
نہیں تو خوب ختکے کھاوے گا ۔" چور نے یہ سن کر ایک
ٹھنڈی سانس بھری اور چلا کے بے اختیار رونے لگا ۔ تب تو

سارے دربان اٹھ بیٹھے اور اسے بہت دھمکایا ۔ تب اس عیار نے
بڑی عاجزی سے کہا " تم جو بے غم ہو کسی کے درد دل کی
تمھیں کیا خبر ھے ، جس پر بیتے سو جانے ۔ آخر دربانوں نے
جب دیکھا کہ نیند کڑوی ھوتی ھے اور اب سوائے در کھولنے
کے اس بلا سے چھٹکارا نہیں ، لاچار دروازہ کھول دیا اور یہ باھر
نکلا ۔ اتفاقاً دروازے کے ھمسائے چکلا تھا ۔ کسی کسبی کے
گھر میں ایک جوان طرار قحبہ کے ساتھ بیٹھا تھا ۔ اس نوحۂ
فریب کو تاڑ گیا کہ اس میں کچھ نہ کچھ فی ھے ۔ اٹھ کر
بات چیت چور اور دربانوں کی سنی ۔ تب بلا تحاشا اس کے پیچھے
دوڑا اور دروازہ بھیڑنے سے پہلے پہنچ گیا ، اور چاھا کہ باھر
جاوے ، دربانوں نے پوچھا " تو کون ھے جو اس وقت باھر
جاتا ھے ؟" بولا " وہ شخص جو ابھی باھر گیا اس کا بھائی ھوں
اور اس بھتیجے جگر سوز کی آتش غم میں جل بھن کر مجھ چچا
کا کلیجا کباب ھو گیا ۔ اب چاھتا ھوں کہ وقت پڑے پر گاڑنے
دابنے میں برادر کا شریک ھوں ۔ غرض اس حیلے سے یہ بھی باھر
نکلا اور اس کے پیچھے پیچھے ھو لیا ۔" چور جب سولی چڑھانے
کی جگہ گیا ، کیا دیکھتا ھے کہ تین آدمی تین سولیوں پر چڑھے
ھوئے اور چوتھی سولی خالی کھڑی ھے ۔ وھاں سے ذرا اور بڑھ
کر وہ ماھی زمین کھود کر گاڑ ڈالی اور ایک سنگ خون آلودہ
واسطے نشان کے اس پر رکھ دیا ۔ اور یہ جوان طرار بھی پیچھے
سے آ کر واسطے نظارے کے اس چوب خالی پر چڑھ بیٹھا ۔ جب
وہ چور پلٹا تو چوتھی سولی پر بھی آدمی اسے نظر پڑا ۔ دل میں
سخت متعجب ھو کر کہنے لگا " یہ کیا ! ابھی تو میں نے ایک
دار خالی دیکھی تھی ، اتنے عرصے میں اس پر آدمی کہاں سے آیا ۔
شاید میں تو گننے میں کہیں نہ چوکا ھوں یا ابھی کے ابھی

فراموش ہو گیا - پھر واسطے احتیاط کے اُن چاروں سولی چڑھے ہوؤں کی ناک کے آگے ہاتھ رکھا تاکہ مردہ اور زندہ معلوم ہو لیکن کسی نے دم نہ مارا - دیر تک حیران کھڑا رہا - آخر جس سولی کا اسے گمان تھا اُس پر چڑھ آیا اور اُس کی ناک چٹکی میں پہر بھر کامل دبائے رہا ، پر اس نے تو اس قدر دم سادھا کہ ہرگز اس افلاطون وقت کی تشخیص میں نہ گزرا کہ اس کی ناڑی نبض چلتی ہے یا کوئی دم رمق جان باقی ہے - تس پر بھی مارے شبہ کے تلوار غلاف سے کھینچ اس کی ناک چٹیائی ، پر یہ تو بت کی مانند جوں کا توں قائم رہا ، ذرہ نہ ہلا اور سی نہ کی - اُس وقت اُسے یقین ہوا کہ البتہ یہ بھی مردہ ہے - اتر کر اپنا رستہ پکڑا - جب اس جوان طرار نے دیکھا کہ چور خاطر جمع سے چلا گیا ، نیچے آ کر وہ ماہی وہاں سے نکال کسی اور جگہ دبادی اور ناک پٹی سے باندھ روز روشن اسی فاحشہ کے گھر آیا - اُس نے تازہ زخم دیکھ کر پوچھا ”کس نے تجھے گھاؤ لگایا ؟“ بولا ”اس بات سے تجھے کیا ؟ یہ راز فاش کرنے کا نہیں ، مگر جراح کی تلاش کر تو اس کا علاج کیا جاوے“- اُس قحبہ نے اپنی نایکنوں سے پوچھا کہ کوئی جراح بھی تمھارا بسنی ہے ؟ ان میں سے ایک لونچھی بڑی پاتر تھی - بولی ” ایک جراح میرا آشنا ہے - اس حکیمی کے فن میں اور جراحی کے کسب میں بڑا ہی پکا ہے -“ قحبہ نے کہا ” دیر نہ کر جلد بلا لے -“ جس وقت وہ جراح آیا اس کی ناک زخمی دیکھتے ہی بولا :

سخت رو مرد مقابل سے نہ ٹل جاتے ہیں
ضرب شمشیر منہا منہ کے اگر کھاتے ہیں
جن کا ثابت ہے قدم مردی میں مثل منصور
گرچہ سولی پہ چڑھیں تو بھی نہ گھبراتے ہیں

آخر وہ جراح ہر روز اُس زخم پر مرہم لگانے لگا ۔ اور وہ دزد جو ماہی کو قصر سلطانی میں سے چرا لایا تھا ، پھر علی الصباح اُٹھتے ہی وہاں دیکھنے لگا تو وہ ماہی بے آب اُس ٹھکانے سے گم تھی ۔ یہ حالت دیکھتے ہی جیسے مچھلی بنا پانی تڑپنے لگا کہ افسوس اتنی محنت برباد گئی کہ ٹھگ کو کیسا مہا ٹھگ ملا جو مجھ سے کو بھی جل دے گیا ۔ ہاتھ سے ہاتھ مَلتا اور سر دھنتا ، مگس وار اپنے گھر پھر آیا ۔ جس وقت دن چڑھا جا بجا منادی پھرنے لگی کہ آج رات کو ماہیٔ مرصع شاہی دزدی گئی ، جو کوئی اُس کا سراغ لگاوے یا اُس دزد کا پتا دے تو سرکار اُسے مالا مال اور نہال کر دے ۔ یہ دزد حسرت زدہ کوتوال کے استصواب سے بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوا اور جان کی امان مانگی ۔ شاہ نے فرمایا ''تیری جان تجھے بخشی ۔'' تب تو اس نے آداب بجا لا کر ساری کیفیت ابتدا سے انتہا تک ظاہر کر کے کہا '' وہ زخم جو اس عیار کے چہرے پر لگا ہے ، چاہیے کہ اسی باعث پکڑا جاوے ، مگر حکم جہاں پناہ کا صادر ہووے کہ جہاں کہیں میں اُسے دیکھنے جاؤں کوئی آڑے نہ آوے ۔'' آخر شاہ نے کوتوال کو یہی حکم کیا کہ جس جگہ یہ آدمی اُس کے بھرم پر تلاش کرے ، کوئی اسے نہ روکے ۔ پھر تو یہ چور اُس کی تلاش میں شب و روز شہر کی گلی گلی پھرنے لگا ۔ سارا شہر روند مارا اور ہر کوچہ و بازار چھان ڈالا ۔ جسے جراح سنتا اُس کے پیچھے ہو لیتا اور زخمی کو اپنی نظر سے دیکھ آتا ۔ اسی طرح کھوج پر ایک جراح کے پیچھے اُسی فاحشہ کے گھر میں آیا ۔ دیکھا کہ حریف سوزنی بچھائے لنبے (لمبے) پیر کیے تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور شراب کا دور چل رہا ہے اور وہ زخم تھوڑا تھوڑا اچھا ہوتا چلا ۔ بہ مجرد اُس کے دو چار ہوتے ہی اس نے جھک کر کہا ،

که ہمارا مجرا لیجیے ۔ شاباش تیری ماں تجھ ہی کو جنی ۔ میں نے بھی تیرے آگے کان پکڑا ۔ تجھ سار کا عیار و طرار اس دور دوّار میں آج تک کسی نے دیکھا نہ سنا ہوگا ۔ فی الواقع کچھ بناوٹ سے نہیں کہتا کہ شیوہ دزدی کا اس جہان میں تجھ پر ختم ہوچکا ۔ سچ ہے جوہر کی قدر جوہری جانے ۔ اب اٹھ ، شتابی چل، تیرا انتظار بادشاہ کر رہا ہے ۔ اس جوان نے دیکھا کہ سوائے راستی کے اب تو پیش رفت نہیں ، بولا ۔ ” اس تمھارے چھوٹے کو بڑوں کی آنکھیں دیکھنے کا فیض ہے ، پر خاک چاٹ کر کہتا ہوں کہ یہ بندہ آپ کو کہاں پہنچ سکے ! یہ ڈھٹائی کب لگّا کھاوے ، جو کاخ فلک پر سیڑھی لگا کر اپنا مطلب ہاتھ کرے ۔ اس میں کچھ مین میکھ (میخ) نہیں کہ تم ہمارے بھی کان کترتے ہو ، بلکہ میں نے خود اس آپ کے زرہنر کو کسوٹی فہم پر کسا تو کھرا پایا اور داد دی ۔ اسی واسطے مجھے خیال تھا کہ جب یہ زخم بھر کر چنگا ہو جاوے تو تمھاری خدمت میں پہنچ کر نعلین برداری کیا کروں اور اس ماہی کو بھی آپ کے اتفاق سے بارگاہ سلطانی میں لے چلوں ، پر زمانے نے اتنی فرصت نہ دی جو آپ ہی ملک الموت بن کر آئے ۔ خیر چوری کا انجام سب کو سوا ہاتھ رسی موجود ہے ۔ القصہ وہ ماہی بادشاہ کی حضور لایا اور پھانسی پایا ۔ ظاہر ہے اگر وہ جوان طرار آفت انتقام و بلائے مکافات سے نڈر نہ ہوتا تو اپنے تئیں ایسی بیسوا کے مکان میں کہ جہاں آؤ جاؤ گھر تمھارا ہے ، کبھی نہ رکھتا ، بلکہ ایسا روپوش رہتا کہ دشمن کی کیا مجال جو اسے دیکھنے پاتا ۔

دوست دشمن کے جو کوئی وزن کو جانچا ہو گا
دور بیں عقل کے کانٹے سے وہ سانچا ہو گا

وہ بدی کر کے مکافات سے غافل نہ رہا
سیر عشرت کے جو اوراق کو بانچا ہو گا

حکایت ۴

ایک وزیر بادشاہ عجم کا اتنا قرب اور صدر پروانگی رکھتا تھا کہ بادشاہ کسی حالت میں ہوتا ، چلا آتا ۔ ایک دن محل بادشاہی میں آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک ترکی غلام شاہ کے سر پر کھڑا چونری کر رہا ہے اور مکھی ہانکتا ہے ۔ وہیں سے اُلٹے پاؤں پھرا ۔ تب بادشاہ نے بلایا اور پوچھا '' کیوں پلٹ چلا ؟'' بولا ''جو کوئی اپنے دشمن کا بھروسا کرے میں اُس کی چاکری نہیں کرتا ''۔ بادشاہ نے کہا '' تو نے کس دشمن پر اعتماد کرتے مجھے دیکھا '' بولا '' آپ کو معلوم ہے کہ ایران اور توران میں عداوت قدیم ہے ۔ ایسی دیگ دشمنی کی بھڑکی ہوئی ہے جو کسی آب الطاف سے بجھ نہیں سکتی ۔ ترکیوں اور ایرانیوں میں خصومت جبلّی اور مخالفت اصلی ہے اور خود بدولت اس غلام ترکی کو ہر وقت اپنے نزدیک رکھتے ہیں اور یہ حقیقت میں دشمن ہے ، اگرچہ لاچاری سے اطاعت کی تو کیا ؟ یہ سب دوستی اور الفت دکھلاوے کی سمجھیے کیونکہ پانی کتنا بھی گرم ہو کہ جلا دینے میں آگ اس کی برابری نہ کرے ، تس پر وہ آگ پر پڑے تو وہ اپنا خواص نہ چھوڑے' اُسے بجھا ڈالے۔ چنانچہ یہ غلام اگرچہ ظاہر میں خدمت بجا لاتا ہے لیکن اس سے غفلت کرنا دانائی نہیں ، مبادا کبھی

دغا کرے۔" بادشاہ نے کہا " بات معقول ہے لیکن جو اس
کی بہن میرے گھر میں ہے اور میں بھی دل و جان سے اس پر
فدا ہوں اس سبب اس کی خاطر توڑ نہیں سکتا "۔ وزیر نے کہا
" ایسا ہے تو آپ کی طرف دو خطا عاید ہوتی ہیں ؛ ایک تو اس
غلام کو خدمت میں رکھنا ' دوسرا ہوا و ہوس کے سبب عاقبت
اندیشی سے غافل رہنا "۔ بادشاہ نے یہ بات پسند کی اور غلام کو
خدمت سے آزاد کیا۔

تب وزیر نے اور بھی پند دیے کہ دوست کو اتنی قدر نہ
دے کہ اگر وہ مقابلہ کر بیٹھے تو تو عہدہ برآ نہ ہو سکے اور
غیر مذہب کو مدارالمہام نہ بنایا چاہیے ' کیونکہ ایک نہ ایک
دن بسبب اختلاف مذہب مخالفت کرے اور سلطنت میں فتنہ
اٹھائے۔ اور زیادہ نشہ پینے سے انتظام ملک نہیں ہو سکتا۔ اور
ہمیشہ شکار کھیلنا خطر جان ہے۔ اور ہر وقت عورتوں سے ملنا
دل ضعیف ہو جاتا ہے۔ اور بہت خون کرنے سے سب آدمی
بادشاہ کے دشمن بن جاتے ہیں ' لیکن کسی پر جو ذرہ بھی خلاف
گمان آوے تو اس کے قتل کرنے میں ایک لمحہ بھی دیر نہ لگا ،
نہیں تو مملکت میں خلل عظیم پڑے۔ جیسا کہ ایک بادشاہ نہایت
تند خو تھا ، کسی کی خطا پر ہرگز معاف نہ کرتا ، خوب ہی
سیاست دیتا۔ آخر سپہ سالاروں نے منصوبہ کر اسے پکڑ قید کر
ڈالا۔ ایک دن اس نے زندان کے داروغے سے پوچھا " کچھ معلوم
ہے کس کس نے اس کام کا بانی ہوکر بادشاہت سے مجھے تغیر
کیا ؟" اس نے پانچ شخص کا نام بتایا اور کہا "ہر چند یہ کام تو
انھوں سے ہوا لیکن تیری شامت اعمال خون ریزی نے تجھے اس
حالت کو پہنچایا ہے۔ بولا " یہ سر بسر غلط ہے ، جو کچھ ہوا
میری نادانی سے کیونکہ میں نے جان بوجھ کر ان شخصوں

کو نہ مار ڈالا تو یہ کچھ حادثہ اٹھایا ''۔ پھر وزیر بولا کہ کوئی کام کسی پر نہ ڈالیے ، سب کچھ اپنی نظر سے کیا چاہیے ' جیسا کہ ایک مرد نے جنگ میں جانے کو زرہ پہنی اور اس کی لڑکی نے زرہ کی کڑیاں جوڑ دیں ' مگر ایک کڑی گریبان کے پاس کی لڑکی کی نظر نہ پڑی تو یوں ہی کھلی رہی ۔ قضا کار لڑائی میں تیر دشمن کا اسی جگہ آ لگا اور یہ ہلاک ہوا ۔ اور لازم ہے کہ بادشاہ انبوہ خلایق سے اندیشہ کرے ، جیسا کہ میر اسماعیل کے عہد میں ایک شخص صاحب ثروت اور مال دار کہ جس کے مواشی اور نوکر چاکر کا کچھ شمار نہ تھا ، بر سر راہ بیٹھ کر مسافروں اور شہر کے باشندوں کی ضیافت اور مہمان داری کیا کرتا ، یہاں تک کہ ساری خلقت اس کی تعریف کرنے لگی اور اس کا ذکر خیر جہان میں مشہور ہوا اور یہ خبر امیر نے بھی سنی ۔ تب اس شخص کو رقعہ بھیجا '' ہر چند تجھے خیر خیرات کرنی منظور ہے پر راہ پر بیٹھ کر کیا موقع ؟ لازم ہے کہ اب گوشہ اختیار کر اور یہ سودا دینے دلانے کا چھوڑ دے ، نہیں تو غضب سلطانی میں پڑے گا ''۔ آخر وہ شخص وہاں سے اٹھ گیا اور سلسلہ خیرات کا منقطع ہوا ۔ ارکان دولت آپس میں چرچا کرنے لگے کہ امیر باوجود اس دریا دلی کے اس چشمۂ فیض کو کیوں آڑے آیا ۔ آخر ایک خواص نے خلوت میں امیر سے پوچھا کہ اس جوان مرد سحاب کرم کو گنج برسانے سے ہٹانے میں کیا فایدہ ؟ بولا '' اس داد و دہش کے سبب دل و جان سے آدمی اس طرف رجوع ہوتے ہیں اور خوشامد اور شکر گزاری بجالاتے ہیں ۔ اس سبب اس کا دماغ چڑھ جاوے اور رعیت کے کہنے سننے اور کان پھونکنے سے سر میں ہوا بھر جاوے ۔ اسی سودے میں نخوت پیدا کرکے تعظیم و تکریم اپنے عامل کی خیال میں نہ لاوے ، تو مجھے

به سبب شکوہ ریاست خواہ مخواہ اُس کو سیاست دینی پڑے ۔ تب ساری خلقت مجھے نام رکھے اور کوئی بھلا نہ کہے ۔ اس واسطے میں نے یہ خیر بند کی کہ نہ تو وہ وہاں بیٹھے گا نہ کوئی اُس کے پاس جاوے گا اور فتنہ بھی نہ اُٹھے گا ، جو اُس بے چارے پر آفت آوے اور میں وبال میں پڑوں ۔

بخت و اقبال بھی اُس کا خلل میں سو جاے
فتنہ بیدار ہو اور شاہ محل میں سو جاے
دور اندیشی کے ہاتھوں سے پکڑ دامن امن
تا دلارام جہاں تیری بغل میں سو جاے
پاے ہشیاری سے چل منزل مقصود تلک
کھووے سرمایہ جو غفلت کے جنگل میں سو جاے
بادشہ ہوکے تزک جو نہ کرے بن آئے
تخت سے تختۂ تابوت اجل میں سو جاے
مرد دانا کو نہیں چڑھتا ہے دولت کا نشہ
سفلہ تو بادۂ نخوت کے عمل میں سو جاے

پھر بولا " بادشاہ کو چاہیے کہ جب لگ (تک) اہل کار معقول لایق خدمت کے بہم نہ پہنچے تو پہلے کار باری کو تغیر نہ کرے ۔ جیسا کہ ہارون الرشید اپنے وزیر سے کسی بات پر کشیدہ خاطر اور دق ہوا ، یہاں تک کہ ان بن آئی کہ اس کے قید کرنے کے واسطے ایک پنجرہ لوہے کا بنوایا اور دس برس تک اسے اپنے ساتھ لے کر پھرا ۔ بعد دس سال کے اُس وزیر کو پکڑ کر اُس قفس آہنی میں اسیر کیا ؛ تب ایک خادم نے پوچھا کہ حکم جہاں مطاع قبلۂ عالم کا مانند شعاع آفتاب شرق سے غرب تک ایسا جلوہ گر ہے کہ کوئی تیرہ بخت ذرہ بھی اُس سے باہر نہیں ۔ باوجود اتنی استعداد کے مدت تلک اس توقف کی کیا حاجت تھی ؟ جواب

دیا کہ اُس وزیر سے دس برس تک میں دل میں ناخوش رہا ' پر اس اندیشے سے اسے تغیر نہ کیا کہ اب تلک اُس منصب کے لایق کوئی نہ تھا۔ وہ کہاوت ہے " ایسر ' سے بھیٹ نہیں دلدّر کیوں توڑیے"۔ اب جو ایک کارکن پختہ ھاتھ چڑھا تو ترنت اسے گرا دیا ۔ وزیر یہ حکایت کہہ کر بولا " لڑائی کے وقت بھی ضرور ہے جیسا کہ سعد وقاص نے جزوی لشکر سے تین لاکھ سپاہ عجم کو ھزیمت دی ، اس تدبیر سے کہ مقابلے کے وقت اپنی آدھی جمعیت رات کو لشکر کے مقام سے دو چار کوس بھیج دیتا اور دن کو بلا لیتا ، تو سب لشکر کو معلوم ھوا کہ بے شمار مدد چلی آتی ہے ۔ آخر اُن پر رعب غالب ھوا اور شکست ھوگئی ۔ اور اسی طرح قیس نام ایک سردار کے پاس فوج نہایت کم تھی اور سپاہ دشمن کی بے شمار ؛ تب اس نے کیا کام کیا کہ رات کے وقت ھر ایک آدمی کے ھاتھ میں ایک مشعل دے کے مخالف کے لشکر پر شبخون چلایا ۔ جب غنیم کی سپاہ نے دیکھا کہ چاروں طرف مشعلیں روشن ھو رھی ھیں ، یہ ھر ایک سردار ہے اور سپاہ کا کیا ٹھکانا ھوگا ۔ آخر فوج ھراساں ھو کر تتر بتر ھوگئی اور دن سے پہلے اس نے فتح پائی ۔ وہ مثل ہے لڑائی سے زیادہ دھاک مارتی ہے ۔ اور ھوش مند وھی ہے کہ ھر ایک بات قیافے اور رمز کنائے اور ھونٹھ (ھونٹ) ھلنے سے پہلے دریافت کر جاوے ، جیسا کہ ارطیون نام ایک بادشاہ روم کا نہایت دانا تھا ۔ قلعۂ سنگین بنا کر اُس میں رھا کرتا ۔ ایک امیر عرب کا عمر نام اُس پر چڑھ آیا اور اُس پاس حصار کے گھیرا ڈالا ، مدت تک لڑائی ھوتی رھی ۔ وکیل بھی طرفین

---

(۱) صحیح مفہوم واضح نہیں ھوسکا ۔ غالباً مراد یہ ہے کہ خدا تک رسائی نہیں غربت کیسے دور ھو ۔

سے آتے جاتے ، پر کچھ غرض حاصل نہ ہوتی ۔ تب امیر نے دل میں اندیشہ دوڑایا کہ اب کی بار خود ایلچی ہوکر جایا چاہیے ، تاکہ ماہیت جواب و سوال اور اندازہ اُس حصار کا کماحقہ دریافت ہو ۔ آخر بطور ایلچی کے قلعے میں گیا اور شرط آداب بجا لایا ۔ ارطیون اس کے تعلقے سے تاڑ گیا کہ ہو نہ ہو یہ امیر ہے ۔ ایک قراول کو بلاکر اُس کے کان میں کہا کہ تو فلانی جگہ گھات میں جا بیٹھ ، یہ ایلچی اس راہ سے آوے تو تو اسے صاف کر ۔ از بس کہ امیر تو بغایت ہوش مند تھا ، ہونٹھوں کی حرکت سے اور آنکھوں کی اشارت سے چیت گیا کہ کچھ نہ کچھ دال میں کالا ہے ۔ ارطیون سے بولا " جو کچھ اپنے بادشاہ کی طرف سے کہا ، سو تم نے سنا اور تمھارا کہنا بھی میری سماعت میں گذرا ، لیکن امیر نے یہاں کی وکالت دس شخصوں پر مقرر کی ہے ۔ مرضی ہو تو وے نو شخص جو یہاں حاضر نہیں ، حضور میں بلا لاؤں اور یہ منصوبہ اُن سے ظاہر کیجیے ۔ اغلب ہے کہ یہ رائے اُن کے بھی پسند آوے اور صلح خاطر خواہ ہو جاوے ' کیونکہ یہ سب امیر کی ناک کے بال ہیں ، ان کا کہنا سننا ہرگز عدول نہیں کرتا ۔ ارطیون نے بھی اس بات کو مانا ۔ دوسرے قراول کے کان میں کہا " جا اُس قراول کو جو فلانی جگہ کھڑا ہے ، کہہ کہ کچھ حرکت بے جا مت کر ، ایلچی کو سلامت جانے دے ۔" امیر اس حیلے سے رخصت ہوکر باہر آیا اور یہ خبر سن کر ارطیون پشیمان ہوا ، لیکن کچھ فایدہ نہ تھا ۔ امیر نے اس قلعے کے سب لگاؤ معلوم کر لیے تھے ، تھوڑے دنوں میں مورچہ لگا دیا ۔ دمدمہ باندھ اُسی طرف سے حملہ کرکے قلعہ پر چڑھ گیا اور فتح ہوئی ۔

اور بادشاہ کو ضرور ہے کہ دشمن کا اعتماد کرکے ہرگز ملاقات نہ کرے اور ملاپ کرنا تو خبرداری سے رہنا ' جیسا کہ اشفار نام بادشاہ دیلمان ملک عراق اور شہر رے سے عمل کرتا ہوا شہر سمنان پر پہنچا - مشورت کاروں نے بادشاہ کو صلاح دی کہ ابو جعفر سمنانی کو کسی حیلے سے پکڑ لیجیے - وہ ڈر کر ایک قلعۂ مضبوط سنگین میں جا بیٹھا اور سامان سر کشی کا کیا - بادشاہ کی سرکار سے ایک لشکر مع سپہ سالار عبد الملک نام اس قلعے کے سر کرنے کو مقرر ہوا ؛ چنانچہ ایک مدت فساد رہا اور کتنے مرتبے حلے پھر گئے اور بہت سے آدمی کام آئے ، تب بہ‌لاچاری صلح کی - ابو جعفر قلعے دار نے دوستی کا رشتہ بڑھانے کو اتراکر سپہ سالار کی ضیافت کا ٹھاٹ کیا - عبد المک اس ارادے پر کہ اپنا مطلب ہاتھ کرے ، اس انبوہ میں اسے کھپا ڈالے کتنے ایک جوان جری ساتھ لے کر چلا - لیکن ابو جعفر نے فقط عبد الملک کو اکیلا قلعے میں آنے دیا اور سب رفیق باہر بٹھلائے ، اور مہمانی ایک برج پر ' جو باہر کے خندق سے لگا ہوا اور متصل شاہ راہ کے تھا ' بڑے نظارے پر کی - یہ دونوں وہاں بیٹھ کر دیر تک باتیں اشتیاق کی بناتے رہے - پھر عبد الملک نے ابو جعفر سے کہا کہ خلوت ہو تو کچھ اسرار جو دل میں خلش کر رہے ہیں ، زبان پر لاویں اور بے وسیلۂ قاصد و پیغام راز و نیاز کہا جاوے ؛ تب ابو جعفر نے سب غلام اور مصاحب سیڑھی سے نیچے آتار دیے ، مگر ایک چھوکرا ہاتھ باندھے سامنے کھڑا رہا - اس میں عبد الملک نے قابو پاکر ابو جعفر کو چھری سے ہلاک کیا اور وہ چھوکرا تو مارے ڈر کے اوسان خطا ہوکر غش کھا گیا - اور عبد المک ایک ڈوری ریشمی پنڈلی سے لپیٹ موزے تلے

چھپا لایا تھا ، کھڑکی میں اٹکا اسے پکڑ کر قلعے کی دیوار سے نیچے
اترا اور کھائی کے پانی سے تیر کر پار ہو لشکر میں پہنچا ۔ ظاہر
ھے ابو جعفر اپنے مدعی سے جو خلوت نہ کرتا تو اس طرح ہلدی
لگی نہ پھٹکری مارا بھی نہ جاتا ۔ اور عبد الملک دور اندیشی سے وہ
رسی اپنے ساتھ نہ لے آتا تو اس حصار سے صحیح سلامت آپ بھی
نکل نہ سکتا ۔

غزل

ہوش مندوں کو ہر اک دم نظر حزم ضرور
عیب بھی کرنے کو بارے ہنر حزم ضرور
کچھ مضایقہ نہیں سب سے تو لڑنا بھڑنا
تیر آفت کو ولیکن سپر حزم ضرور
مت ہو غافل جو ترے پاس ہو ہر دھات کا کوٹ
آس پاس اس کے تو خندق خبر حزم ضرور
گرچہ میدان شجاعت میں تو ھے شیر ژیاں
روبہ بازیٔ جہاں سے حذر حزم ضرور
دور اندیش تو اس دور میں ھے الفنسٹن
فرق عالی پہ رکھے تاج سر حزم ضرور

تیسرا باب بادشاہوں کی سیرت کا

حکایت ۱

ایک بادشاہ نے وزیر سے پوچھا "اگلے بادشاہ کیا سیرت رکھتے تھے"؟ بولا! "جمشید کے عہد میں تو جوہر ذاتی پر انسان قدر پاتا اور بوڑھے بڑے کا سب کوئی ادب اور بڑائی رکھتا؛ اسی طرح ہر ایک بادشاہ اپنے اپنے عصر میں کوئی تونگری پر زیادہ اعتبار کرتا اور کوئی قدامت خدمت پر وفادار جانتا۔ بعضے حسب و نسب کو سب سے بہتر سمجھتے اور بعضے عقل مندی کو سب چیزوں پر ترجیح دیتے۔ اور کسی نے دلیر اور بہادر کو دوست رکھا اور کسی نے اہل دیانت اور دین دار کو نزدیک کیا۔ غرض اس صورت سے ہر بادشاہ کا رویہ تھا مگر نوشیروان بے ہنر کو کبھی قرب نہ دیتا۔ ہر چند دولت مند بھی ہوتا پر کچھ مال نہ سمجھتا۔

گدھا جھول اطلس کی پہنا تو کیا

اور رعیت سے بادشاہ پیشیں اس قدر راہ و رسم رکھتے جیسی برادری اور قرابت سے۔ اور فریدون کو رعیت سے ایسی چال ڈھال تھی جیسے ما جائے بھائی ملے ہلے رہیں سہیں۔ مگر گشتاسپ شاہ رعیت کے ساتھ ایک رعب سے پیش آیا جیسا کہ اُستاد شاگرد سے۔ اور آن کا عمل ان آٹھ خصلتوں پر تھا: پہلا یہ کہ اپنی لڑکیاں غیر کف میں بیاہ نہ دیتے اور دوسروں کی بیٹیاں اپنے یہاں شادی کر لاتے۔ دوسرا یہ کہ ہر کسی کو کھانا کھلاتے اور آپ ہرگز کسی کے گھر کا طعام نہ کھاتے۔ تیسرا یہ کہ کسی کے ساتھ

نیکی کیا چاھتے تو مشورت نہ کرتے - چوتھا یہ کہ کسی کے حق میں نیکی کرتے تو بھکانے سے نہ پھرتے - پانچواں یہ کہ کسی کو اپنا خاص بناتے تو پس غیبت بھی اُس کا ذکر نیکی سے کرتے - چھٹھا (چھٹا) یہ کہ شراب اتنی زیادہ نہ پیتے کہ جس سے مست ھو جاتے - ساتواں یہ کہ غصے کے وقت کسی گنہ گار پر سیاست نہ فرماتے - آٹھواں یہ کہ ھمیشہ صحبت نیک میں بیٹھتے اور صحبت بد سے پرھیز رکھتے - پس جس بادشاہ میں یے (یہ) خصلتیں ھوں اُسے کسی دانا کا احتیاج نہیں ، اور اسی سبب کئی ھزار سال سلطنت ملک عجم کی پیڑھی بہ پیڑھی اُن کے خاندان میں یکساں چلی آئی ، راجا پرجا نہال رھے ، زوال کا جھوکا کچھ نہ لگا - باوجود اس کے کہ اُن کا مذھب آتش پرست تھا اور پیغمبر سے حدیث ھے کہ بادشاھت کفر سے نہیں جاتی اور ظلم سے رہ نہیں سکتی -

ظلم بد تر ھے کفر سے تحقیق
کھیت شمشیر کا نہ ھو سر سبز

ایک دن کیقباد کی مجلس میں ذکر چلا کہ ھر ایک انسان کا دل عیش و عشرت اور لباس اور شہوت کی طرف زیادہ رغبت رکھتا ھے۔ بولا ! ”بادشاھوں کو ایسے کاموں سے احتراز کرنا بہتر ھے‘ مگر وہ کام کہ انتظام ملک کا اُس سے علاقہ رکھے ، اھتمام کے واسطے کرنا ضرور پڑا - جیسا کہ لشکر اور شکوہ و اسباب و تحمل ، قلعۂ بلند اور محل سرا ، فرش ستھرے اور کروفر یہ کچھ شوکت و حشمت اس نیت نیک سے رکھیں کہ ان کے باعث سب کوئی ان کی متابعت کریں ‘ اور فرماں برداری کماینبغی بجا لاویں تو مباح ھے - چنانچہ ایک بادشاہ نے کسی دانا سے پوچھا ” بادشاھت کے بندوبست کی خاطر کون سا رنگ اختیار کیا چاھیے ؟“ بولا ! ” سرخروئی ، کیونکہ بندوبست ملک کا سیاست سے ھے اور عقل کی تجویز ، کیونکہ

هوش مند کو بیشتر عقل زبان اور آنکھوں میں ہوتی ہے - چاہیے کہ
زبان کو نگاہ رکھے اور قیافے سے دیکھ کر دریافت کرے اور لباس
کسی رنگ کا ہوا تو کیا - اگرچہ زرد رنگ واسطے لڑکوں کے
اور سفید لباس آزادوں کا اور سبز رنگ جامۂ رحمت اور سیاہ لباس
موجب ہیبب ہے ، پر ویسا لباس پہنا چاہیے جیسا کہ اردشیر
بادشاہ نے اپنے فرزند کو وصیت کی کہ کپڑا پہن جگ بھاتا اور
ایسا کہ کسی تونگر کی جام دانی میں نہ نکلے - بیٹے نے پوچھا
" وہ کیسی پوشاک ہے اور کس چیز سے بنی جاتی ہے ؟" بولا
" اُس کا تانا تو بردباری ہے اور بانا نیکو کاری - پس انہیں دو کلمے
میں نظر تامل سے غور فرمائیے تو سبھی ابواب سیاست اور ریاست تعبیر
کیے گئے ہیں ، جیسا کہ بادشاہ رضی جب تخت پر بیٹھا ، از بسکہ
دور اندیش و عادل تھا ' بندوبست ملک کا کرنے لگا اور جو مفسد
سر اُٹھا رہے تھے ، چاہا کہ اُن کو تدارک دے لیکن کسی کو
اس لایق نہ دیکھا جو مشورت کرے ' کیونکہ سب ارکان دولت
سفر پر تھے اور جتنے کہ اس کے پاس رہے تھے سب نا اہل و نابکار -
اُن کا وزن اُس کی نگاہ بلند کی ترازو میں ایک تل سے بھی ہلکا
معلوم ہوتا - تب ابوالقاسم نام ایک مرد دانا و دیانت دار اُس
کے باپ کے مصاحبوں میں سے تھا ، اُسے بلا بھیجا اور کہا " تم نے
ہمارے بزرگوں کی آنکھیں دیکھی ہیں اور ہمیشہ اُن کے نزدیک
معتمد رہے ہو اور مجھے بھی تمہاری غور پرداخت منظور ہے اور
تمہاری رائے پر مجھے نہایت اعتبار - کچھ تدبیر بتلاؤ کہ اس تعمیر
ریاست کی اُسی بنیاد پر رکھوں -" ابوالقاسم بولا کہ ایک وقت
حضرت کے والد مرحوم نے اس عاصی کو بطور ایلچی گری کے
ایلک خان کے پاس بھیجا تھا - ایک مدت تک وہاں رہنے کا اتفاق
ہوا - وہ بادشاہ دیرینہ اور تجربہ کار تھا - ہمیشہ اہل علم اور

داناؤں کی مجلس گرم رکھتا اور ہر طرح کے پند و نصایح سنا کرتا۔ ایک دن کہنے لگا کہ یہ ملک ایک باغ ہے اور بادشاہ اس کا باغبان۔ پس مالی کو چاہیے کہ تین قسم کے جھاڑ لگاوے تو ہمیشہ اپنے باغ سے پھل کھاوے۔ ایک تو درخت کہ جن کا میوہ ترنت منہ میں پڑے اور جو وے (وہ) خشک ہو جاویں تو اُن کی لکڑیاں کام آویں۔ دوسرے نہال نو خیز جو عنقریب پھل لانے والے ہوں، بر تقدیر درخت سوکھ جاویں تو اُن کے سبب بہار اور آبادانی باغ کی کم نہ ہو۔ تیسرے پودھے (پودے) کہ جن کے باعث باغبان کا دل قوی رہتا ہے، اسی اُمید پر کہ یے (یہ) بھی کوئی دن میں بڑھ کر جھاڑ ہو جائیں گے۔ غرض اس دستور سے باغ منفعت سے کبھی خالی نہیں ہوتا اور ہمیشہ تر و تازہ اور سبز پھولا رہتا ہے۔ جہاں پناہ! بادشاہ سے جب میں نے یہ بات سنی نپٹ دل کو بھائی اور وہاں سے آ کر اپنے خدا وند نعمت کے رو برو یہ نقل تقریر کی تو اُنھوں نے بھی پسند کی''۔

یہ بات سن کر شاہ رضی نے اُسی نصیحت کے موافق عمل کرنا شروع کیا اور داناؤں کو چن کر خدمات پر سرفراز کیا، یہاں تک کہ کسی ہوش مند و اہل علم کو بے کار رہنے نہ دیا، اس واسطے کہ اور لوگ علم پڑھیں اور ہنر سیکھیں۔ چنانچہ ایک دن دربار کیے بیٹھا تھا۔ پہر ڈیڑھ پہر دن چڑھنے کے بعد سارے درباری رخصت ہوئے مگر بادشاہ رخسار ہتھیلی سے ٹیکے تصویر سا حیران جوں کا توں چپکا بیٹھا رہا، یہاں تک کہ تیسرا پہر آ گیا۔ یہ حالت دیکھ کر سب کی سب خواصیں گھبرائیں لیکن کسی کو اتنی مجال نہ تھی جو اس کا سبب پوچھے۔ آخر ایک خواص تخت کے پاس جا کر کھڑی رہی، جونہیں شاہ نے اُسے کن انکھوں دیکھا وو نہیں (وہیں) خاک پر بوسہ دے کر بولی ''جہاں پناہ کے

ملال خاطر سے سب بندہ ھائے بادشاھی جیتے جی مر گئے ھیں ، لیکن معلوم تو ھو کہ اس آئینۂ خاطر پر کس طرف سے غبار بیٹھا "۔ فرمایا " اس سے زیادہ فکر اور کیا ھوگا کہ وزیر میرا بوڑھا ھوا اور عمر طبعی کو پہنچ گیا ۔ آخر زرد آفتاب قریب ھے کہ چھپ جاوے اور ملک میں اندھیرا پڑ جاوے ، اور میں اپنے دربار میں اس منصب کے لایق کسی کو نہیں دیکھتا ؛ لاچار یہ خدمت خواہ مخواہ کسی ناکردہ کار اناڑی کے حوالے کرنی پڑے گی "۔ خواص نے کہا " اے بادشاہ عالی ھمت ! جو خاک نشین منظور نظر ھوگا تو اوج دانائی میں سب سے سربلند ھو جاوے گا "۔ بادشاہ نے کہا " یہ سچ ھے لیکن اسے تربیت کرنا لگے گا (پڑے گا) جب کبھی کامل ھو تو ھو ۔ جس طرح سے کہ تلوار اگرچہ لوھا ھے پر بڑی آنچ کھا کر تیار ھوتی ھے ، تو دشمن بھی اس کی آنچ نہیں اٹھا سکتا ۔ یاقوت ھر چند پتھر ھے پر بہت مرتبے آفتاب کی نظر اس پر پڑی تو یہ کچھ خاصیت اس میں پیدا ھوئی اور ھر ایک دل کا عزیز بن گیا ۔ گو کہ صاحب تاثیر ھے پر ایک ھی نگاہ میں سنگ سے لعل نہیں بنا سکتا :

آج کا بویا ھوا لاتا نہیں ھے ترت بار
خام کو بھی پخت ھونا ایک مدت چاھیے

حکایت ۲

ایک دن سلطان محمود جمعہ کی نماز پڑھنے چلا ۔ ایک غلام ترکی صاحب جمال ، سر و قد ، گل اندام رستے پر کھڑا دیکھا ۔

اس نے ادب سے زمین چومی ، تب محمود نے گھوڑے کی باگ رکھ کر پوچھا - ''تو کون ھے اور کیا چاھتا ھے''؟ بولا '' میں غلام ھوں - فلانا شخص ترکستان سے مجھے دم دے کر لے آیا اور راہ میں ھمیشہ کہتا کہ سلطان کے واسطے تجھے لیے جاتا ھوں تا کہ تو بھی سایۂ عنایت میں چرن برداری کر کے خوش گزران رھے گا اور میں بھی - اسی امید پر سعادت دو جہاں کی سمجھ اس رنج سفر کو اپنے اوپر راحت جان کر قلم کی مانند سر کے بل چلا آیا - جب اس شہر میں پہنچا تو حضور کے دبیر نے اس شخص کو ھزار دینار دے کر اس بندے کو خرید کیا اور اپنے یہاں چھپا رکھا - مجھے اس وقت کچھ ایک فرصت ملی تو نکل آیا اور اپنی خوش نصیبی سے جو ارمان دلی تھا وہ بھی گزارش کیا - نظر الطاف سے اب بڑی توقع ھے کہ دامن دولت ھاتھ لگے تو بیڑا پار ھو جاوے -'' یہ سنتے ھی سلطان کا چہرہ مارے غضب کے تمتما گیا اور آثار خفگی کے ظاھر ھوئے : نوکروں سے فرمایا '' اس کو خوب مارو -'' بلکہ سلطان نے بھی اپنے ھاتھ سے کئی کوڑے اس کی پیٹھ پر لگائے کہ ادھڑ ادھڑ گئی - یہاں تک پٹوایا جو مارے مار کے گر پڑا - پھر مشکیں کسوا کر دبیر کے پاس بھجوا دیا اور کہلا بھیجا کہ تو بھی عجب نادان ھے جو ھزار دینار دے کر غلام خرید کر سکتا ھے پر اتنا نہیں ھو سکتا کہ ایک آدمی کا درماھہ پانچ دینار باندھ کر اس کی نگہبانی کی خاطر رکھے تو بغیر حکم یہ باھر نکلنے نہ پاوے -

غرض سلطان خطبے سے فارغ ھو کر محل کو آیا اور عصر کے وقت جب دربار کیا تو ایک مصاحب نے کہا ''آج تو اس غلام کو خوب نصیحت دی -'' فرمایا '' جو ھزار دینار دبیر کے ضایع نہ ھوتے تو اسے مار ھی ڈالتا ، کیونکہ ایک پاجی نکمے

کے کہنے سے اهل کار قدیم کو نا خوش نه کیا چاهیے - بر تقدیر جو ذره بهی اس کی تنبیه سے در گزر هوتی تو سب هی غلام اپنے خاوندوں (خداوندوں) سے نا خوش هو کر میرے پاس چلے آتے ، کوئی غلام کسی کے پاس نه رهتا - اس سبب ارکان دولت بهی مجھ سے راضی نه رهتے - فی الحقیقت سب خدمت گار انهوں کے خدمت گار سرکار کے هیں اور انهیں کے سبب بادشاه کو وقار هے :

جو هو پانچوں انگلیوں میں اتفاق
تب تلک مٹھی بندهی هے لاکھ کی

حکایت ۳

ایک اعرابی سے روایت هے که ایک بار رات کے وقت بادشاه عبدالعزیز کی مجلس میں حاضر تها - باتیں کرتے کرتے پوچها که ریاست کی اصل کیا هے ؟ فرمایا ''جو چیز که تجهے خود نا پسند آوے ، دوسرے کے واسطے روا نه رکهے اور هرگز کسی کو بے سبب نه ستاوے ، کیونکه سب بنی آدم ایک جسم هیں ، اس کے ایک اعضا کو بهی اذیت پهنچے تو سارے بدن کو کل نه پڑے - اور چغل خور غیبت گو کو اتنا قرب نه دے جو اوروں کی بدی تیرے روبرو کرے - ایک نه ایک دن تیری بهی بدی دوسروں کے آگے کرے گا - اور سب کے ساتھ هنس مکھ اور کشاده ابرو پیش آ ، تکبر کو کام نه فرما اور کسی سے خلاف وعده مت کر که وعده خلافی کے برابر کوئی شے ریاست کے مقدمے میں زبوں نهیں هے''- یے (یه) باتیں هو رهی تهیں جو چراغ کا تیل (ختم) هو چکا اور

روشنی مدھم ھوتی چلی ۔ تب میں نے کہا " اگر حکم ھو تو غلام کو جگا دوں ۔" فرمایا " کچھ ضرور نہیں ، پہلی نیند اُن کی کڑوی مت کر"۔ پھر آپ ھی اُٹھ کر دیوا روشن کیا ۔

حکایت ۴

جب مہلب نام ایک بادشاہ نے ابی صفر شاہ کو شکست دی ، بہت سی لوٹ پاٹ ھاتھ لگی ، یہاں تک کہ لشکر چھک گیا ۔ تب ایک شخص کو ایلچی کرکے شاہ حجاج کے پاس ، جو اس کے قرب و جوار میں تھا ، روانہ کیا اور یہ نصیحت کر دی کہ خبردار ! زبان کو نگاہ رکھنا اور ھرگز بیہودہ نہ بکنا ۔ جو کہنا ھو سو ایسا معقول کہنا کہ سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے ۔ اپنی بھی سبکی نہ ھو اور طرف ثانی کی بھی خاطر پر ملال نہ آوے ، کیونکہ تیر کے بھی گھاؤ سے زبان کا زخم کاری ھے جو کسی مرھم سے درست نہیں ھو سکتا ۔ آخر وہ شخص نزدیک حجاج کے گیا ۔ پہلے تو اُس سے اُس کا نام پوچھا ۔ پھر کہا "مہلب شاہ کو تو نے کس حالت میں چھوڑا "؟ بولا " دوستوں کے ساتھ خوش و خرم رنگ رلیاں منا رھا ھے اور دشمنوں کو گھوڑوں کے سم تلے کھندل کر پائمال کر ڈالا اور اُس کی دولت و تمکنت و سامان جنگی و کارخانہ جات کا کیا ٹھکانا جو حضور میں گذارش پاوے ۔" پھر پوچھا " سپاہ پر نوازش کس قدر دستور ھے "؟ جواب دیا "جیسی مادر مہربان اپنے ایک لوتے (اکلوتے) پوت کو میا سے گودی میں پالتی ھے"۔ پوچھا " سپاہ و رعیت

اُس کا حکم کس بھانت مانتی ہے''؟ کہا ''جیسے فرزند نیک اور غلام زر خرید اپنے باپ اور آقا کی فرماں برداری بجا لاتے ہیں''۔ پھر پوچھا '' لشکر کا کیا طور ہے؟'' جواب دیا '' نعمتیں کھاتے ہیں اور ہتھیار اور کپڑے سے مرفہ اور آسودہ بڑے چین سے گذران کرتے ہیں۔'' پھر پوچھا '' مجلس اور لڑائی میں تمھارے بادشاہ کی سپاہ کی کیا راہ و رسم ہے؟'' اس نے عرض کی '' جب صف جنگ پر چڑھتے ہیں تو نقد جان عزیز کو ہتھیلی پر دھر دینے سے دریغ نہیں کرتے اور بزم میں اپنی داد و دہش کے روبرو گنج قارون کو ایک پاسنگ نہیں سمجھتے۔'' پھر پوچھا '' ابی صفر کی لڑائی میں تمھارے بادشاہ سے کیسی چھنی؟'' بولا ''دونوں طرف سے ہر چند جان بازی تھی اور خوب ہتھیار چلا ، پر ہمارے ہاتھ بازی رہی اور دشمن کو شکست ہوئی تو ہم نے اُس کا پیچھا نہ کیا۔'' پھر پوچھا '' فرزند اُس کے کچھ ہنر مند ہیں؟'' اُس نے کہا '' کیسے کچھ بلکہ حد سے زیادہ کہ کوئی اُن کی دانائی اور تمیز کا انتہا پا نہیں سکتا۔'' حجاج نے یے (یہ) سب باتیں سن کر کہا۔ ''اس شخص نے واقعی ایسی خوش تقریر کی کہ اس وقت مہلب شاہ کا رعب اور قدر و منزلت میری نظر میں سما گئی۔'' پس جس بادشاہ میں ایسی سیرت ہو ہمیشہ خوش وقت و فتح یاب رہے۔ اور فائدہ اس حکایت سے یہ ہے کہ وکیل دانا بھیجا چاہیے، کیونکہ ایلچی کی زبان بادشاہ کی زبان ہے اور اسی کے ادب و ہنر سے دلالت اور لیاقت بادشاہ کی دریافت ہو جاتی ہے۔

کہہ گئے ہیں ایلچی کو کیا زوال
لیک تا ہم چاہیے اس میں مقال

حکایت ۵

ایک روز شاہ منصور دربار میں بیٹھا ھوا علم کی تکرار کر رہا تھا ۔ اتنے میں ایک شاعر آیا اور قصیدہ طبع زاد پڑھا ۔ سب ارکان دولت نے پسند کیا ۔ بہ موجب حکم شاہ کے اُس قصیدے کی نقل نویسی کر لی ۔ شاعر دربار سے باھر نکل کر مقربوں سے کہنے لگا ۔ ” مجھے خیال ھے کہ میرے ساتھ بادشاہ بڑا ھی سلوک کرے گا ، مالا مال اور نہال کر دے گا ۔“ بولے ” شاہ تو ایسا فضول نہیں ، سب ھی خرچ مقدار پر رکھا ھے ، ایک حبہ زیادہ کسی کو نہیں ملتا ۔“ شاعر نے کہا ” جو ایسی جز رسی ھے تو کچھ سیاست کرے گا ۔“ بولے ” ایسا بھی سخت نہیں جو ناحق کسی کا سر پھوڑے ۔“ شاعر نے کہا ” جس بادشاہ میں یے (یہ) دونوں وجہ نہیں تو دیوانہ ھے ۔“ وو نہیں یہ بات آدمیوں نے بادشاہ کے گوش گذار کی ۔ شاہ نے اُسے حضور طلب کر کے فرمایا ” تو نے مجھ میں کیا دیوانہ پن دیکھا جو باولا ٹھہرایا ؟“ جواب دیا ” عقل مند وہ ھے جو اپنی نظر نگاہ میں رکھے ۔ جس طرف نظر ڈالے اپنا اثر پیدا کرے ۔ تو نے باوجود اس جاہ و حشمت کے اور دبدبۂ سلطنت کے مجھ سے غریب ضعیف پر نظر کی اور میں ویسے کا ویسا ھی رہا ، کچھ اثر ظاھر نہ ھوا ۔ اس سے صاف معلوم ھوتا ھے کہ مگر دیوانہ تو نہیں ۔“ شاہ نے یہ بات پسند کی اور کئی ہزار روپے اُسے مرحمت فرمائے ؛ پھر ھمیشہ اپنی نظر نگاہ میں رکھتا ، بے فائدہ کسی کی طرف نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھتا ۔ جیسا کہ امیر عبد اللہ طاھر جب مسند امارت پر بیٹھا اور ملک ساتھ عدل و انصاف کے قبضے میں لایا ، ایک روز اُس کے دربار میں ھر طرف کا مذکور ھو رہا تھا ، جو ایک

شخص نے کہا۔ ''عادت بادشاہان پیشین کی تھی کہ نو روز کے دن بار عام دیا کرتے۔ ادنیٰ، اعلیٰ، فقیر، محتاج، غریب غربا، یتیم، مظلوم کسی سے کچھ حجاب نہ رکھتے اور آٹھ دن پہلے منادی کروا دیتے کہ بعد ہفتے کے فلانے دن بار عام ہو گا۔ جب بار عام بھر جاتا تو پہلے بادشاہ سب خاص و عام سے فرماتا ''میری طرف سے جو کسی کے حق میں تعدی ہوئی ہو تو اپنا دعویٰ در پیش لاوے، البتہ داد پاوے گا۔'' بر تقدیر کوئی دعوے دار ہوتا تو بادشاہ تخت پر سے نیچے اُتر پڑتا۔ ایک ادنیٰ کے موافق جواب و سوال راستی سے کرتا۔ اسی طور پھر ایک ظالم و مظلوم کا احوال من و عن دریافت کر کے از روئے انصاف سزا فرماتا۔

امیر نے یہ بات نہایت پسند کی اور اپنا بھی دستور العمل یہی ٹھہرایا۔ چنانچہ ایک روز بار عام کیا اور ہر ایک اقسام و اصناف سے آدمی وہاں حاضر تھے۔ اس میں ایک شخص نے آداب بجا لا کر عرض کی ''خداوند پر میرا حق ہے۔ پرورش کی راہ سے جو وہ حق رعایت کریں تو عین عنایت ہوگی اور اس خاکسار کا سر افتخار اوج دولت کو پہنچ کر فلک الافلاک سے بھی بلند ہو جاوے''۔ فرمایا ''وہ کون سا حق ہے جو میں ادا کروں''؟ عرض کی ''اُن دنوں میں کہ سواری جہاں پناہ ملک سپاہ کی بغداد کی سمت متوجہ ہوئی تھی، جب نشان عالی شان اس بندے کے گھر کے آگے سے ہو چلے تو میں نے فوراً رستے پر چھڑکاؤ کیا تاکہ رہ گزر سے گرد اُڑ کر قبائے مبارک کے دامن تک نہ پہنچے۔ اور ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا جو آپ گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو میں نے حضور کی رکاب دبائی اور ہاتھ پکڑ کر گھوڑے پر سوار کر دیا''۔ امیر نے کہا ''یہ راست ہے، مجھے

بھی یاد آئی - بھلا اب تجھے کیا درکار ہے ؟'' بولا '' اگر فلانے شہر کی خدمت اس بندے کے نام سند کی جاوے تو اس کے حاصل سے دو ہزار روپے میں اپنی خوش گزران کرے اور دعائے دولت میں مشغول رہے -'' امیر نے کہا '' فقط دو ہزار روپے بغیر از حکومت سرکار سے تجھے دلوائے جاویں تو بس نہیں ''؟ بولا '' حکومت کے مزے کو دولت کہاں پہنچتی ہے -'' آخر عمل داری اسی شہر کی بہ موجب اُس کی درخواست کے اُس تھوڑی سی خدمت کے بدلے اسے عنایت ہوئی ''-

بادشہ مہر صفت یک نظر کرتے ہیں
گرچہ ذرہ ہو وے اس میں بھی اثر کرتے ہیں
بے شبہ ان میں ہے خاصیت اکسیر کبیر
درم قلب کو یک آن میں زر کرتے ہیں

حکایت ٦

شیخ ابو سہیل کہتا ہے '' جب زیاد ملک خراسان پر مسلط ہوا ، مجھے بلا کر کہنے لگا '' ریاست کے کام میں کچھ ایسا ڈھب بتلا کہ جس سے بندوبست رہے اور عاقبت بھی بخیر ہو '' میں نے کہا '' رعیت پر رعایت رکھ اور طریق راستی سے نہ پھر اور کج روی سے باز رہ ، یہی موجب نجات ہے -'' آخر اُس نے اپنا دستور یہی مقرر کیا کہ سب سے احسان و مروت کرتا -

اُس نواحی میں ایک شہر مدت سے کھنڈر پڑا تھا ، کہیں کہیں کچھ چھیدرے چھیدرے بستے تھے - اس سبب اُس کا خراج

بھی کم تھا ۔ اس بادشاہ کی نیک نیتی اور انصاف کے اوصاف سے خوب ہی آباد ہو گیا ، مگر شہر کے باشندے اندیشہ کرتے کہ کہیں ایسا نہ ہو جو بادشاہ پھرتے پھرتے ادھر آ نکلے ۔ ابنوہ خلقت اور آبادانی ولایت کی دیکھ کر خراج مضاعف کرے ۔ اتفاقاً ایک روز سواری اُسی شہر پر آ ہی گئی ۔ شاہ وہ آبادی ملاحظہ کر کے بغایت مسرور ہوا ۔ زمین داروں کی پیٹھ ٹھوکی کہ شاباش میں تم سے راضی ہوں اور ہزار درہم خراج قدیم و اصل مال کے دفتر سے منہا کر دیا ۔ اور منادی پھروائی کہ جو کوئی ملک کی آبادی اور رعیت کے بسانے میں کوشش کرے گا تو اُس کے خراج میں کمتی اور محصول میں تخفیف ہو جاوے گی ۔ غرض اس نوازش اور رعیت پروری کے سبب تھوڑے عرصے میں سارا ملک رشک گلزار ہو گیا ۔

رعایت رعیت سے مت رکھ دریغ

حکایت ۷

جب امیر نوح ملک خراسان پر غالب آیا اور نشان اقبال آفاق میں بلند ہوئے ، یہی دستور اپنا مقدم رکھا کہ ہر ایک بادشاہ پاس ایلچی اور ہر شہر میں خفیہ نویس مقرر رکھے تا حقیقت روزمرے کی حضور میں پہنچتی رہے اور نیا اخبار ملک ملک کا دریافت مین آوے ۔ کوئی دشمن جو اُس کے ملک کی طرف مہم کا ارادہ کرتا تو فوراً اُس کو خبر پہنچ جاتی ۔ اُس کے دفعیہ کی تدبیر کرتا ۔ جب لگ اپنے مقدور بھر اُس فتنے کو مل میٹ نہ کرتا نچنت

نه هوتا ۔

ایک مرتبے ایسا اتفاق هوا که اپنے دارالسلطنت سے دور نکل گیا ۔ کسی بیابان میں اپنے ملک کی حد پر اُس کا گذر هوا ۔ وهاں کتنے ایک گنواروں کی جھونپڑیاں تھیں اور وے وهیں بستے تھے ۔ ایک لشکری نے گائے وهاں چرتی دیکھی تو پکڑ کر ذبح کر کے چٹ کی ۔ گولی نے بادشاہ سے فریاد کی اور داد چاهی ۔ بادشاہ نے اُس سوار کو پکڑ کر خوب سیاست دی اور اُس کا گھوڑا گولی کو دلوایا اور اپنے تخت گاہ کو پلٹا ۔ تھوڑے دنوں بعد عمرو لیث نام جو اس کا مخالف تھا ، اس نے ارادہ کیا که اس پر شب خون لے جاوے ۔ اس واسطے راتوں رات کوچ کرتا اور دن کو کہیں جھاڑی پہاڑی میں چھپ رهتا ۔ آتے آتے اُسی گاؤں پر ، جہاں وہ گولی گائے کا دهنی رهتا تھا ، جب پہنچا ، تب اُس گولی نے خیال کیا اب شکر نعمت کا ادا کرنے کا وقت هے ۔ مناسب هے اُس امیر عالی همت کو اس آفت ناگہانی سے آگاہ کروں ۔ آخر اس نے شتابی دوڑ کر امیر کو اطلاع پہنچائی ۔ امیر یہ خبر سنتے هی چیت گیا ۔ اپنی فوج رستے پر گھات میں بٹھلا دی ۔ عمرو لیث جب قریب پہنچا ، امیر بھی اُدھر چڑھ دوڑا اور وہ جمعیت شیروں کی مانند تازہ دم کمین گاہ سے باهر کودی اور دشمن کو چار طرف سے کوٹ ڈالا :

کرم ذرا بھی بلائے عظیم کو ٹالے

حکایت ۸

فضل کہتا هے که مامون کی خلافت میں جو ایلچی هر

ایک اقلیم کے آتے اُن کا خرچ میرے یہاں اُٹھتا ۔ ایک مرتبے روم کا ایلچی اور حبش کا وکیل دونوں میرے مکان میں بیٹھے تھے ۔ میں نے دوبھاشی[1] سے کہا " روم کے ایلچی سے پوچھ کہ تمھارے بادشاہ کی کیا سیرت ہے ؟" بولا " ہمارا سلطان مال کو خوار سمجھتا ہے اور آدمی کو عزیز ۔ امراؤں کے آھوئے دل کمند فیض سے صید کر کے اپنے ہاتھ میں لایا ہے ۔ اسی سبب لشکر و رعیت خاطر جمع سے امن و امان خوش گزران رہتے ہیں ۔ تس پر سب کو خوف و رجا میں رکھا ہے ۔ اصلاً غیر موقع مہر بانی اور عقوبت نہیں کرتا ۔ انصاف داد خواہوں کا خود سن کر تجویز کرتا ہے ۔ اس لیے دل مظلوموں کا یہاں تک قوی ہے کہ کوئی کسی کو خیال میں نہیں لاتا ۔ جو آدمی کسی وجہ بادشاہ سے اندیشے میں پڑا ، تو مارے خطرے کے کھانا پینا سونا دن رات کا اُس سے چھوٹ جاتا ہے ۔" یہ سن کر پھر میں نے مترجم سے کہا " اب حبش کے وکیل سے پوچھ تیرے بادشاہ کا کیا قانون ہے ؟" بولا " ہمارا بادشاہ تو حتی المقدور جب تک ہو سکے درگذرتا ہے اور اکثر وقت غصے در پیش حلم رکھتا ہے ۔ اُمید کے وقت بڑا میٹھا جیسا آب زلال ، جسے ہر کوئی پی جاوے ، اور اعتراضی کے وقت بڑا سخت مانند آتش تیز جوں ہیزم خشک کو جلاوے ۔ کچھ اچھا کام کسی سے دیکھے تو اسے نہال کر دے اور جیسی تقصیر ہو اُسی کے موافق عذاب شدت سے دے ۔ اُس کے قلم رو میں کوئی اُس کے عتاب سے بے خوف اور احسان سے نا اُمید نہیں ۔ اُمیدوار ایک نہ ایک دن البتہ اپنی اُمید پا رہتا ہے اور گنہ گار بھی اُس کے عفو سے نراس نہ ہوتا ۔ ہیبت و رعب مانند

---

(۱) یعنی دو زبانیں جاننے والا ، ترجمان ۔

خورشید درخشاں ، کسی کو مجال نہیں جو نگاہ بھر کر اُسے دیکھ سکے ۔ سب کی نگاہ نیچے زمین کی طرف رہتی ہے ۔''

غرض میں نے یہ در بے بہا سخن وقت فرصت کے امیر کے کان میں ڈالے ۔ امیر نے مجھ سے پوچھا ''یہ لڑی مسلسل باتوں کی تیرے نزدیک کس قدر قیمت رکھتی ہوگی''؟ میں نے کہا ''دو ہزار دینار ''۔ فرمایا ''نہیں ، پر میرے نزدیک خراج ہفت اقلیم کا اس کی قیمت کو نہیں پہنچتا ۔'' آخر بیس ہزار دینار ان وکیلوں کو دلوائے ۔ سبحان اللہ بادشاہان پیشیں کس قدر نصیحت سے رغبت رکھتے تھے ۔ جیسا کہ طاہر عبد اللہ کہتا ہے کہ میرے والد نے ملک مصر سر کیا ۔ امیر ماموں کے حضور میں عرضی لکھی کہ تین کڑوڑ روپے بیت المال اس بندے کے ہاتھ لگے ہیں ۔ اس بابت میں جو کچھ حکم صادر ہو سو عمل کیا جاوے ''۔ امیر نے عرضداشت پڑھ کر ارکان دولت سے مشورت کی تو ہر ایک نے یہی صلاح دی ''بہتر ہے اس خزانے کو حضور میں طلب کیجیے تو یہاں کام آوے اور لشکر کو تنخواہ میں دیا جاوے ۔'' امیر نے کہا ''جس شخص نے اتنی جاں فشانی کر کے اس ملک کو فتح کیا یہ مال مناسب ہے اسی کو دینا ، کیونکہ اب تو سب ملک اپنے تصرف میں آ گیا ، مال کی کچھ کمتی نہ رہے گی ''۔ تب سب مشیر کار بولے ''جیسی مرضی مبارک ''۔ آخر امیر نے اسی وقت یہ پروانہ مع خلعت فاخرہ میرے والد کی طرف روانہ کیا کہ ہم نے وہ مال تمھیں کو بخشا ۔ جب یہ عنایت نامہ مصر میں پہنچا میرے والد نے وہ خلعت تو پہنی اور کہا ''امیر نے اتنا کچھ مال مجھے عنایت کیا ، خوب نہ ہوا ، کیونکہ سب بند ہائے بادشاہی محروم رہے جاتے ہیں ۔'' پس دو کڑوڑ روپے لشکر پر تقسیم کر دیے اور ایک کڑوڑ روپے شہر کے اکابروں کو دیے تاکہ عمارت گری

پڑی شہر کی مرمت کریں اور شکست و ریخت جا بجا درست کر دیں
پر اپنے پاس ایک دمڑی نہ رکھی :

امیر ایسا ہو اور خیر خواہ ایسے ہوں
تو کیوں نہ آن کی ریاست کا انتظام رہے

حکایت ۹

موصلی سے روایت ہے کہ میں ایک دن امیر معتصم کی خدمت میں حاضر تھا ۔ امیر مجھ سے فرمانے لگا کہ مدت سے ایک مشکل میرے در پیش آئی ہے اور یقین ہے کہ تیرے سوائے یہ عقدہ کسی سے حل نہ ہوگا ۔ تب میں نے عرض کی '' وہ کیا ہے امیر ارشاد کریں ، یہ بندہ بھی سوافق اپنے حوصلے کے التماس کرے گا ۔'' فرمایا '' میرے بھائی مامون نے جس شخص کو اپنی خدمت میں رکھا وہ نمک حلال اور نیک اندیش ہو نکلا اور میں نے جس کو نزدیک کیا ، سوائے بد خواہی اور بد ذاتی کے اس سے سرزد نہ ہوا ''۔ میں نے کہا '' آپ کے برادر نے جھاڑ جڑ دار کو زمین میں بٹھایا اور سینچا پوسا پالا ، البتہ اس کا پھل بھی پایا ۔ ہمیشہ اشراف خاندانی کو سرفراز کر کر سرسبز اور نہال کیا اور پاجیوں کو جڑ پیڑ سے آکھاڑ کر اپنے نزدیک بار نہ دیا ۔ اور آپ نے ڈالیاں بے اصل جن کا تھوڑ نہ ٹھکانا زمین میں لگائیں ۔ آخر آن کا پھل سوائے ندامت کے کچھ نہ ملا ' کیونکہ ہر کسی کو بنا جانے پہچانے قرب دیتے ہو ۔ خار کو تلوا سہلانے لگاتے ہو تو سوائے کھٹکنے کے کانٹے سے کیا ثمر ملے !'' امیر معتصم نے سن کر

کہا ’’ فی الواقع یونہیں ہے ، لیکن اس جواب گراں سے میرا شیشۂ دل چور ہو گیا ‘‘۔ تب میں نے کہا ’’ از برائے خدا اس بندے سے گستاخی ہوئی معاف کیجیے ‘‘۔ فرمایا ’’ نہیں یہ تو نے نصیحت بجا کی پر میری ہی خطا ہے جو میں نے تجھ سے پہلے نہ پوچھا ۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا تو اتنی پشیمانی نہ اٹھاتا ۔‘‘

جو بادشاہ درد زمانے سے ہے مریض
شیریں شہد سے ہے مفید اس کو صبر پند

حکایت ۱۰

امیر منصور کے پاس حمزہ نام کا ایک خدمت گار اُن دنوں میں تھا کہ عروج نہ تھا لیکن بڑا مٹھا اور کاھل الوجود ، اس لیے امیر اُس سے دق تھا ، پر ناچاری سے اپنے پاس رکھتا ۔ جب ستارہ آل عباس کا بلندی پر آیا اور امیر کا بھی اقبال چمکا ، اچھے اچھے خدمت گار دیدارو اور چالاک رکھے اور حمزہ کو اپنے پاس سے الگ کر دیا ۔ ایک مدت کے بعد حمزہ نے فرصت پا کر اپنی تنگ دستی کا احوال تقریر کیا ۔ منصور نے سن کر چار ہزار دینار اُسے دلوائے کہ اس سے تجارت کر کے اپنی گزران کر اور میرے پاس کبھی مت آئیو ، کیونکہ مجھے تجھ سے شرم آتی ہے ۔ وہ زر لے کر چلا گیا ۔

جس وقت منصور مسند خلافت پر بیٹھا ، حمزہ مبارک باد دینے آیا ۔ منصور نے پوچھا ’’ اب تو کیوں آیا ، میں نے نہیں منع کیا تھا کہ میرے پاس مت آئیو ۔‘‘ بولا ’’ میں واسطے تہنیت کے

آیا ہوں ۔'' فرمایا '' خیر آیا تو آیا '' اور چار ہزار دینار اور بھی اُسے دیے کہ پھر مجھے آ کر مت ستا ۔'' برس دن کے بعد حمزہ حضور میں پھر آیا ۔ پوچھا '' اب کس واسطے آیا ؟'' بولا '' اُن دنوں میں سفر حجاز میں فلانے شخص نے جو آپ کو دعائے مستجاب سکھائی تھی، میں نے چاہا کہ جا کر امیر کو یاد دلا دوں ۔'' امیر نے کہا '' اے حمزہ ! کل رات میں نے وہ دعا پڑھی کہ کبھی تیری صورت الٰہی مجھے نہ دکھاوے ، خدا نے وہ دعا قبول نہ کی اور تیرے دل میں ڈالا تو تو نے خواہ مخواہ مجھے پھر آ کر زحمت دی ۔ تیری خدمت کا حق میرے دل سے فراموش نہیں ہوتا ، چار ہزار دینار اور لے اور عہد کر کہ پھر مجھے تکلیف روا نہ رکھے ۔'' آخر اُس نے سوگند کھائی کہ پھر ہرگز ادھر منہ نہیں کرنے کا اور وہ نقد لے کر رخصت ہوا ۔ اس حکایت سے خدمت کی رعایت ظاہر ہوتی ہے ، کیونکہ نیک مرد تنکا اُتارنے کا احسان نہیں بھولتے ۔

ایک دن ایک صراف نے منصور کے دربار میں آ کر فریاد کی کہ میں ذات کا صراف ہوں ۔ میرے پاس تھوڑی سی پونجی تھی ، اُس سے خوردہ بیچ آلا ڈھالا کر کے اپنی گذران کیا کرتا ۔ آج رات سب پونجی کا صندوقچہ گھر کے گھر میں غائب ہوگیا اور میری آنکھوں تلے مارے فکر کے اندھیاری چھا گئی ۔ حیران ہوں اب کس صورت سے گزارہ ہو گا ! امیر اگر اس مفلس کے احوال پر پرورش کی راہ سے غور فرماویں تو شاید تنقیح ہوسکے ۔'' '' امیر نے اُس صراف کو خلوت میں لے جا کر پوچھا ۔'' '' تیرے گھر میں نقب یا پار کا نشان تو نہیں ؟'' بولا '' یہ تو نہیں ۔'' پھر پوچھا '' تیرے شامل کون رہتا ہے ؟'' بولا ''میری جورو ۔'' پوچھا '' جوان ہے یا بڑھیا ؟'' کہنے لگا ''جوان ہے ۔''

تب امیر نے معلوم کیا یہ کام اُسی عورت کا ھے ، کیونکہ یہ مرد آدھیڑ بد صورت اگڑ بگر داڑھی رکھتا ھے ، شاید وہ استری کہیں اٹکی ھو گی - تب اُسے عطر خالص کی شیشی جو اُس شہر میں میسر نہ آوے ، دے کر کہا کہ خبردار یہ عطر کسی کو مت دینا - اپنے گھر میں رہنے دے اور کچھ اندیشہ مت رکھ - تیرے مال کی تحقیقات کرتا ھوں - اور کتنے جاسوس آس پاس اُس محلے کے بٹھلائے اور کہہ دیا کہ جس کے کپڑوں سے عطر کی باس آوے پکڑ لاؤ - چند روز کے بعد سرھنگ ایک جوان کے کپڑوں سے عطر کی خوشبو سونگھ کر سرکار میں پکڑ لایا - امیر نے اُس سے کہا '' وہ صندوقچہ اُس صراف کے حوالے کر - '' جوان نے کہا '' اے امیر! صندوقچہ مجھے کس نے دیا ؟ '' فرمایا '' اُسی عورت نے کہ جس نے تجھے عطر لگایا - '' '' یہ شخص لاجواب ھو جوں کا توں مال بہ جنس اُس صراف کو دیا اور بدکاری سے توبہ کی - آخر اُس صراف نے امیر کے فرمانے سے اپنے قبیلے کو طلاق دی -

حکایت ١١

جب مامون الرشید واسطے حج کے کعبے کی طرف چلا ، اونٹ کرائے کیے - وھاں پہنچ کر بھارے کری بدا کیے ، لیکن پیسا موافق معمول کے جو اقرار پایا تھا ، نہ چکایا - اُس اجورہ دار نے تب تک صبر کیا کہ امیر نے طواف سے فراغت پا کے مدینے میں اپنے تئیں پہنچایا - اس نے قاضی کے پاس جا کر فریاد کی - قاضی

نے امیر کو بلا بھیجا ۔ تب امیر اپنے دل میں کہنے لگا ۔
''آج قاضی جو مسند عدالت سے میری تعظیم کے واسطے اٹھے تو
اُسی دم اُسے معزول کروں اور تلوار سے دو ٹکڑے کر ڈالوں ،
تو اوروں کو عبرت ہو ۔'' بارے امیر جب دارالعدالت میں آیا ،
قاضی بدستور تکیہ لگائے بیٹھا رہا اور امیر کی طرف کچھ التفات
نہ کی اور برابر داد خواہ کے صف زیریں میں بٹھلایا ، مدعی کی
رجوعات مقابلے سے امیر کو قائل کرکے اُس کا حق ثابت کیا اور
دفتر قضا میں اقرار نامہ لکھ لیا ۔ امیر جب گھر کی طرف پھرا ،
ایک اپنا آدمی وہ پرزہ دے کر اُس اجورہ دار کے ساتھ کر دیا کہ
جا اس آدمی کا دام دام ادا کر دے ۔ غرض اُس وقت بھی قاضی
نے مامون کی طرف کی روے ریا مطلق نہ کی اور تعظیم و تکریم
جیسی کہ بادشاہوں کا دستور ہے ، ذرہ بھی نہ بجا لائی ۔ آخر اس نے
گھر آ کر سب پیسا کرایہ دار کا بھر دیا اور اپنی دست آویز
لے لی ۔ پھر قاضی کو اکیلا خلوت میں طلب کر کے آفرین اور
تحسین کر کر کہا ۔ ''مجھے جو خیال تھا سو تونے ویسا ھی
کیا ۔ اب لازم ہے کہ اس طور اپنا دستور رکھ تاکہ کوئی قوی
کسی ضعیف پر زبردستی نہ کر سکے ۔'' اور دس ھزار درم
انعام بخشے ۔

غزل

جس نے اس طور کا قانون چلایا ہوگا
اس ریاست میں کبھی رخنہ نہ آیا ہوگا
سلطنت میں شہ عادل ہے چراغ فانوس
خلق روشن کیا اور جھوکا نہ کھایا ہوگا

تیغ احسان سے جو بد کی زباں کو کاٹے
وہی دشمن کے تئیں مار کھپایا ہوگا
فیض اور رعب میں رکھ مثل جہاں تاب سرشت
آنکھ سے آنکھ نہ کوئی اس سے ملایا ہوگا
فی‌الحقیقت میں جو آئین رکھے ہیں انگریز
آج تک کوئی شہنشہ نہ بنایا ہوگا

چوتھا باب وزیروں کی عادت کا

حکایت ۱

بوزرجمہر سے پوچھا " منصب وزارت کس کو پھبے اور کون اس رتبے کے لایق ہے ؟ " بولا "وہ شخص جس میں اتنی خصلتیں پائی جاویں ۔" پوچھا " وہ کتنی خصلتیں ہیں ؟" کہا "چار اور تین اور دو اور ایک ۔" پوچھا "وہ کیا ہیں مفصل بیان کر ۔" کہنے لگا " اُن چار خصلتوں میں سے ایک تو ہوشیاری ہے کہ خیال رکھے اس مرتبے سے کہ قدم نہ ڈگ جاوے ۔ دوسری بردباری ، جس کے سبب کچھ دشواری اُس پر نہ آوے ۔ تیسری دلیری ، کتنا بھی بڑا کام روبکار ہو تو نہ گھبراوے ۔ چوتھی جواں مردی ، وقت پڑے پر مال کا سرفہ نہ کرے ، مثال بادل کے پیسا برساوے ۔ اور تین خصلتیں یہ ہیں جو کسی دوست سے اچھی خدمت بن پڑے تو ترنت اُس کے ساتھ سلوک کرے ۔ اور کوئی اپنا حکم نہ مانے تو اُسے تنبیہ قرار واقعی پہنچاوے اور ہر ایک چیز کا ذخیرہ سامان اسباب کر رکھے تاکہ وقت حادثے کے کام آوے ۔ اور دو خصلتیں یے ہیں کہ ہر ایک کام میں خوب غور کرے اور ادنیٰ اعلیٰ پر حکم یکساں رکھے ۔ اور ایک خصلت یہ ہے کہ دور اندیش رہے ۔ آج کا کام کل پر نہ چھوڑے ' جیسا کہ سلطان ملک شاہ غزا کے ارادے چار لاکھ فوج سے ملک روم پر چڑھ گیا اور قیصر روم بھی مستعد ہو ایک ٹیڈی دل[1] لے، لڑائی کی خاطر

---

(۱) ٹڈی - ویسے لغت میں متن کی شکل بھی موجود ہے -

مقابل آپڑا۔ اس میں ایک دن سلطان ایک سو سوار اپنے همراہ لے کر بغیر نقارے نشان کسی بیابان میں شکار کو نکلا۔ ناگہاں ایک دستہ لشکر روم کا آن سے دو چار ہوا، آنھیں نہتا، بنا [1] ہتھیاروں دیکھ کر حملہ کرکے سب کو مع سلطان گرفتار کیا۔ تب سلطان نے چپکے اپنے رفیقوں سے کہا کہ زنہار میری تعظیم نہ کرنا اور کسی سے مت کہنا کہ یہ سلطان ہے۔ جب قیصر کی حضور آن سب کو لایا تو آس نے پوچھا کہ تمھارا سرخیل کون ہے؟ سب نے ایک زبان ہوکر کہا "جیسی بن بن کی لکڑیاں اکٹھی ہوکر بھارا نظر آئی دیتا ہے ویسے ہی ہم بھی متفرق دس جگہ سے باہم جمع ہوکر نادانی سے شکار کھیلنے نکل آئے کہ خود شکار ہو گئے۔ ہم میں سرخیل تو کوئی بھی نہیں۔" تب قیصر نے اپنے نوکروں سے کہا "بالفعل انھیں محبوس رکھو۔"

مگر ایک دو شخص جو وھاں سے اپنے تئیں بچاکر جان لے بھاگے تھے، نظام الملک وزیر کے پاس یہ خبر وحشت اثر قسمت کی گرفتاری سے سلطان کے پکڑے جانے کی پہنچائی۔ وزیر از بسکہ دانا تھا، ترنت ان کو ڈیرے میں قید کیا کہ یہ راز فاش نہ ہو۔ اور شام کے وقت نقیبوں کو یہ حکم کیا کہ لشکرگاہ کے رستے کی طرف سے یہ آواز کرتے ہوئے سرا پردے کی سمت دوڑیں کہ بادشاہ آیا۔ پھر دوسرے دن خود وکیل ہو کر قیصر کے دربارمیں امراء [2] کے استصواب سے حاضر ہوا۔ تب قیصر نے کہا "تمھارا بادشاہ جوان ہے اور ہر ایک حرکت لڑکپن سے کر بیٹھتا ہے اور آس کا انجام نہیں سوچتا۔ اب آس کو اس کام سے باز رکھ، نہیں تو بڑی خوں ریزی

---

(۱) اصل متن میں "نتا" ہے جو کاتب کی تصحیف ہے۔
(۲) اصل متن میں امراؤ ہے جو کاتب کی تصحیف ہے۔

هوگی ۔'' وزیر نے کہا '' اگرچہ ہمارا بادشاہ جنگ جو ہے پر دوستی کا لفظ جب منہ پر آیا تو آنکھ میلی نہیں کرتا ۔'' آخر اُس کی مرضی موافق صلح کی اور آپس میں ایک حد ٹھہرائی ۔ '' تب قیصر کی زبان سے نکلا '' کچھ آدمی تو تمھاری فوج سے گم نہیں ہوے ؟'' اس نے کہا '' لشکر ایک دریا ہے ، کوسوں تک موج مارتا ہے ، کس سے اس سب کا اندازہ ہوسکے ''۔ فرمایا ''سو سوار تمھارے لشکر سے ہمارے ہاتھ چڑھے ہیں ۔'' وزیر نے کہا '' اگر اُن کو بخشیے تو عین مصلحت ہے ۔'' قیصر کے حکم سے ملک شاہ کو اُن سواروں سمیت وزیر کے سامنے لایا ۔ وزیر نے تیوڑی چڑھا کر اُن کو بہت ڈانٹا اور خوب ملامت کی بلکہ زبان سے سخت سست بھی کہا '' کیا تم نہیں جانتے یہ کچھ وقت شکار کا نہیں ۔'' پھر اُن کو ہمراہ لے کر اپنے لشکر گاہ کو پھرا ۔ جب روم کی سپاہ کی حد سے باہر آچکا ، پیادہ ہوکر شاہ کی رکاب چومی ۔ ایلچی قیصر کا جو ساتھ تھا ' تب اُس نے معلوم کیا کہ ہے ہے بادشاہ یہی ہے جو ہمارے دام میں آ پھنسا تھا ۔ اب طوطے ہاتھ سے اُڑ گئے ' لیکن اُس وقت پچتانے سے کچھ حاصل نہ تھا ۔ آخر ملک شاہ نے لشکر میں پہنچ کر کمر بندی تیاری کروا کر یکایک قیصر کی سپاہ پر حملہ کرکے آن پڑا ۔ یہ تو آشتی کے بھروسے پر تھا ، سپاہی اپنے کھانے پکانے سودے سلف میں بستر پر نہ تھے ، جوں توں کر تھوڑی جمعیت سے مقابل ہوا ۔ جتنی شرط مروت اور تہور کی تھی ، بہ مقدر اپنے کر گذرا ۔ کہاوت ہے '' سور مان چنا بھاڑ نہیں پھوڑتا ۔'' آخر شکست فاش ہوگئی ۔ تو کہیں اور میں کہیں ۔ تین تیرہ ہوکر سپاہ کہیں کی کہیں جاتی رہی ۔ بیل پھوٹی اور رائی دانہ دان ۔ ہر چند کہ لشکر کی ایڑی اُٹھی مگر قیصر نے تو مارے غیرت کے پنبا نہ اُٹھایا اور کھیت نہ چھوڑا ' یہاں تک کہ پکڑا گیا ۔

شاہ میدان میں جب گھوڑے آٹھا دیتے ھیں
ھر نفر زین سے جا زین ملا دیتے ھیں
دست برد' پیل و پیادے پہ کریں جو ھو بساط
تنگ ھو مات ھوں پر رخ نہ پھرا دیتے ھیں

جب قیصر ملک شاہ کے روبرو آیا یساول اور چوب دار کہنے لگے " ھمارے بادشاہ کی تسلیم بجا لا "۔ لیکن اس نے سر نہ جھکایا اور کہا " رسی جلی پر آس کا بل نہ گیا ۔ وہ بادشاہ اگرچہ جوان ھے لیکن میں بھی بادشاہ جوان ھوں "۔ تب حاضران پائے تخت بولے " کچھ جواب و سوال کر "۔ آخر ملک شاہ کی طرف مخاطب ھو کر بولا " اب تین کاموں سے ایک کر ۔ جو تو بادشاہ اولوالعزم ھے تو بخش دے اور کٹر سنگ دل قصائی ھے تو ذبح کر اور سوداگر بردہ فروش ھے تو بیچ ڈال "۔ یہ سن کر ملک شاہ نے کہا " میں بادشاہ ھوں اور میرا کام تاج بخشی ھے "۔ یہ کہہ کر سر و قد تعظیم کے لیے آٹھ کھڑا ھوا اور بڑے تپاک سے ھاتھ پکڑ کر اپنے نزدیک بازو سے تخت پر بٹھلایا اور لباس مکلل اور جواھر قیمتی پہنایا ۔ پھر بطور نعل بندی کے سالیانہ مقرر ٹھہرایا کہ ھر برس بلا ناغہ پہنچا کرے ۔ تب قیصر نے نظام الملک وزیر سے کہا " تو بھی کچھ خواھش رکھتا ھو تو ظاھر کر "۔ وزیر بولا " میں تم سے ایسی چیز چاھتا ھوں جو تم پر بھی بھاری نہ ھو اور مجھے گویا خزانے کی ڈھیری ملے ۔ بڑی آرزو اپنی یہ ھے کہ کچھ نہ کچھ ملک شہر استنبول میں میرے نام کی ھو ۔ جو ایک گائے کے چرسے برابر زمین انعام دو تو بہتر ھے "۔ قیصر نے اس بات کو قبول کیا ۔ آخر قول عہد پا کر مرخص ھوا ۔ تب نظام الملک

---

(۱) برد میں د زائد ھے ۔

نے ایک گائے کی کھال کے تسمے باریک کتروا کر بڑی لنبی (لمبی) سی دوالی بنوائی کہ جس کے طول و عرض میں کئی کوس زمین سما گئی - وھاں مسافر خانہ و خانقاہ و مسجد بڑے تکلف کی تعمیر کروائی - حاصل کلام وہ فتح وزیر با تدبیر کی ھمت سے میسر آئی :

دشمن کا سر اگرچہ اڑاتی ھے تیغ تیز
پر فتنہ پا شکستہ ھو کلک وزیر سے

حکایت ۲

جب معتضد شاہ نے قاسم کو قلم دان[1] وزارت کا عنایت کر کے سرفراز فرمایا ، ھر چند وہ تو دانا زمانے کا تھا ، پر بہ مقتضائے جوانی ایک شب اپنی حرم خاص میں مجلس نشاط کی ترتیب دے کر کچھ شغل کھانے ، شراب و کباب ، ناچ ، راگ رنگ کا کیا - رات بھر عیش و عشرت گانے بجانے کا سما بندھا رھا - جب دن نکلا ، لباس بدل کر شاہ کے دربار میں حاضر ھوا - شاہ نے مسکرا کر کہا " کل رات تمھارے یہاں خوب دلگی اور جمگھٹ تھی - جو تو مجھے بھی اس گمت میں بلاتا تو کیا میں تیرے شریک نہ ھوتا "- قاسم یہ سنتے ھی اپنے دل میں پکڑا گیا - نیچے آنکھیں کر کے کہنے لگا " غلام کی کیا قدرت جو ایسی گستاخی کر سکے، مگر خدا وند الطاف اس قدر فدوی کے حال پر فرماتے ھیں "- جب دربار برخواست ھوا ، قاسم اپنے گھر آیا ، پر دل میں حیران تھا کہ یا الٰہی یہ

---

(۱) اصل متن ھی "قلمندان" ھے جو کاتب کی تصیحف ھے

خبر بادشاہ کو کس طرح پہنچی ، باوجود اس کے کہ یہ محفل کس طور مخفی ہوئی تھی ۔ جو ایسا ہی ہے تو کچھ فضولی یا ور خرچی صادر ہو تو شاہ پر کب ظاہر نہ ہوتی ہوگی ۔

آخر یہ مذکور اپنے وکیل سے کیا اور کہا " اُس آدمی کو جو میرا بھید شاہ کو پہنچاتا ہے ، ڈھونڈھ نکالا چاہیے "۔ دوسرے دن وکیل تڑکے ہی منہ اندھیرے وزیر کی ڈیوڑھی کے نزدیک چھپ بیٹھا ، تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص چوتڑوں کے بل زمین پر گھسرتا ہوا ، جیسا کوئی فالج کا مارا چلتا ہو ، محل کے دروازے کے یہاں آیا ۔ گھڑی ایک اُن فراشوں سے جو فرش بچھانے کے لیے چھڑکاؤ کر رہے تھے ، ٹھٹھے مارے اور تھوڑا بہت احوال وزیر کا اُن سے معلوم کیا ۔ پھر وہاں سے دربان کے پاس گیا ، کچھ ادھر اُدھر کی زٹل مار کر خوب ہنسایا ۔ باتوں ہی باتوں میں پوچھا " رات کیا کیا گزری اور وزیر کی خدمت میں کون کون تھا ؟ " اُس نے جو احوال ٹھیک ٹھاک تھا ، کہہ سنایا ۔ پھر باورچی خانے میں گیا ۔ باورچیوں کو بھی کچھ ہزلیات ، لغویات بک کر خوب محظوظ کیا ۔ کچھ طعام اُن سے لے کر کھایا اور ملاوٹ کر کے سب ماہیت وزیر کی لے لی ۔ پھر وہاں سے آہستہ آہستہ اُسی طرح گھسٹتا ہوا چلا ۔ جب تھوڑی دور بڑھا ، اچھی طرح کھڑا ہو کر چلنے لگا ۔ جب سرا پردے بادشاہی کے نزدیک پہنچا ، اندر سے ایک خدمت گار آیا ۔ اس نے سب احوال وزیر کا لکھ کر اُسے دیا ۔ اُس وکیل نے یہ سب حالت اُس شخص کی اپنی آنکھوں دیکھی ۔ دوسرے دن جب یہ آدمی پھر آیا ، وکیل نے اسے گرفتار کر لیا اور وزیر کی حضور لے آیا ۔ وزیر نے پوچھا " تو کون ہے ؟ سچ کہہ "۔ اس نے کہا " جو تو مجھے امان دے تو بیان کروں "۔ وزیر نے کہا " تو شوق سے اظہار کر ، سرمو تفاوت مت رکھ ۔ کوئی تیرا بال بنگا نہ کرے گا ۔ "

تب اس نے کہا " میں فلانا شخص ہاشمی ہوں اور فلانے مکان پر میری سکونت ہے ۔ اپنے گھر سے سب طرح بھرا پورا ہوں ، تس پر بادشاہ بھی پچاس اشرفی ماہ بہ ماہ مجھے دیتا ہے ۔ میرا یہی کام ہے کہ ہر روز علی الصباح اٹھ کر اس بھیس سے تمھاری ڈیوڑھی پر آنا اور سب احوال آپ کا دریافت کرنا ، ایک کاغذ پر لکھ چھوڑنا ۔ شام کے وقت بادشاہ کا خدمت گار آتا ہے تو وہ رقعہ اسے دیتا ہوں "۔ وزیر نے یہ سن کر اسے قید کیا اور اسی وکیل کو حکم دیا کہ اس شخص کے گھر کے نزدیک جا کر چپکا بیٹھ رہ ۔ دیکھ تو خدمت گار آتا ہے کہ نہیں ۔ آخر ایک گوشے میں اس کے گھر کے متصل وہ وکیل جا بیٹھا ۔ جب شام ہوئی خدمت گار آیا اور اس شخص کا نام لے کر پکارا ۔ اندر سے آواز آئی کہ آج فجر سے ہمارا صاحب گھر نہیں آیا ، کبھی ایسا اتفاق تو نہ ہوا تھا کہ اتنی دیر تک باہر رہا ہو ۔ شاید کچھ نہ کچھ اس پر حادثہ گزرا ۔ یہ سن کر خدمت گار پھر گیا اور وکیل بھی چلا آیا ۔

دوسرے دن وکیل پھر گھر کے نزدیک ہو نکلا تو دیکھا وہ گھر ماتم سرا ہو رہا ہے اور اقربا اس شخص کے روتے پیٹتے ہیں اور وہ خدمت گار بھی آ کر یہ حالت دیکھ کر چلا گیا ۔ تب وکیل نے آ کر ساری واردات وزیر سے ظاہر کی ۔ دوسرے دن جب وزیر دربار بادشاہی میں آیا، شاہ نے اسے فرمایا کہ فلانے شخص ہاشمی کو باعزاز چھوڑ دے ۔ آج سے جاسوسی تیرے پر سے موقوف رکھی ؛ نہیں تو مجھے اپنے جد کی قسم ! اس کے قصاص میں تیرا خون کروں گا ۔ وزیر نے زمین کو بوسہ دے کر کہا " خداوند کے اقبال سے وہ صحیح سلامت جیتا جاگتا موجود ہے "۔ اور دل میں خدا کا شکر کیا کہ خوب ہوا جو اسے نہ مار ڈالا ۔ پھر گھر آ کر ایک خلعت فاخرہ اور انعام معقول دے کر اسے بدا (وداع)

کیا ''۔ اُس دن سے اخبار وزیر کا بادشاہ نے منگوانا موقوف کیا ۔
اس حکایت سے ظاہر ہے کہ بادشاہ کو چاہیے کسی وقت اپنے مقربوں کے احوال سے غافل نہ رہے ۔ جو اُن سے کچھ نیک افعال وقوع میں آویں تو پسند کر کے نوازش فرماوے اور جو حرکت بے جا سرزد هووے تو مانع هووے اور چشم نمائی کرے ۔ پر وزیر عقل مند وهی ہے جو اپنے کام میں هشیار رہے ۔ دشمن هاتھ[1] لگے تو جلدی اُسے تنبیہ و تادیب نہ دے ، کیونکہ قاسم جلدی کر کے جو اُس هاشمی کو هلاک کرتا تو آپ بھی مارا جاتا ۔

صبوری هر اک امر میں شرط ہے

ایک دن قاسم سفید جوڑا پہن سوار هو دربار بادشاهی کی طرف آتا تھا ۔ رستے میں ایک خاص نے اُس کی دستار پر ایک چھینٹا زعفرانی رنگ کا داغ دیکھا ۔ وزیر نے کہا '' یہ رنگ کپڑے پر معیوب ہے ۔'' وزیر کو اُس وقت پلٹنے کی فرصت نہ تھی ، دوات دے کر فرمایا کہ اسے سیاہ کر دے ' کیونکہ سیاهی کا داغ نویسندے کے جامے پر عیب نہیں ۔ سب نے یہ بات پسند کی ۔

حکایت ۳

ایک وزیر کی یہ عادت تھی جو ایک شخص کو کہیں کا عامل کر کے بھیجتا ، وہ اُس پرگنے میں پہنچ کر بندوبست کرنے بھی نہ پاتا ، کوئی دوسرا اُس پر اضافہ بڑھاتا تو وہ عمل اُسے دیتا اور

---

(۱) اصل متن میں صرف '' ها '' ہے ۔

پہلے کو معزول کرتا ۔ ایک شخص بڑا ہی دانا تھا ۔ اُس نے بھی عمل داری کسی شہر کی قبول کی ۔ وقت رخصت کے وزیر سے کہا ''کچھ بات پوشیدہ عرض کرنی ہے ، اگر مرضی ہووے تو التماس کروں''۔ وزیر نے کہا ''کچھ مضائقہ نہیں ، کہیے''۔ تب اُس نے جھک کر وزیر کے کان میں کہا ''بار برداری فقط جانے ہی کی بھاڑے کروں یا آنے کی بھی''۔ وزیر یہ سن کر ہنسا اور وہ کام اُسی پر قائم رکھا ۔ پھر کسی کو تبدیل و تغیر نہ کیا ، بلکہ یہ عادت چھوڑ دی :

تازی اصیل ایک اشارے سے تھم رہے
منہ زوری گر کرے تو وہ خچر سے کم نہیں

حکایت ۲

ایک راجا کے پاس مہا سندر لونڈی تھی ؛ ایسی کہ جو کوئی اُسے دیکھتا اپنی سدھ بدھ گنواتا ۔ ایک دن راجا اپنے باڑے میں تھا اور وہ لونڈی اُس کے سامھنے (سامنے) ھاتھ جوڑے کھڑی تھی ۔ اُس کے پردھان کو کچھ ایسی فکر ہوئی کہ اُسی گھڑی وھاں چلا آیا ۔ اچنت اُس کی دشٹ اُس چیری پر جا پڑی ۔ کن انکھیوں چوری چوری اُدھر دیکھتا رھا ۔ اس میں راجا نے اُسے دیکھ پایا ، پر پردھان نے آنکھ کی پتلی جوں کی توں اُدھر ہی رکھی ۔ پھر بیس برس تک وہ پردھان راجا کے پاس رھا ، پر جب راجا کی سبھا میں آتا ، ترچھا دیکھا کرتا ، اس لیے کہ راجا کو بھرم ہو کہ یہ بھینگا ہے ، اُس دن کچھ آپ سے چاہ کرکے نہیں دیکھا تھا ۔

حکایت ۵

ایک راجا بڑا دھنونت تھا ۔ نت یہی چاھتا کہ روپیہ اکٹھا کرے ، پر اس کا پردھان کہا کرتا '' مہاراج ! پیسا' اڑا اور کنک پال ۔ جو دل ھوگا تو دھن بہت مل رہے گا ۔ اور کاڑ' پڑے پر پیسے سے مانس نہیں ملتا ۔ پن راجا کو یہ بات نہ بھائی ۔ تب اس نے بہت پنڈ لیا تو راجا نے ایک ھانڈی مدھ سے بھری پردھان کے آگے رکھوا دی ۔ پل مارنے میں گھنی مکھیاں اس پر آن جمیں ۔ تب پردھان نے سیس نوا کر کہا '' میرے چت میں آیا مہاراج کہتے ھیں سونا پلیری میں ھو تو اس کے آس پاس سے بھیڑ نہیں چھٹتی جیسا کہ مدھ ھو تو مکھیاں بہت آرھتی ھیں ۔ پر پردھان سانجھ تک ٹکا رھا ۔ جب رات پڑگئی ، وھی ھانڈی مدھ کی راجا کے آگے رکھ دی ۔ اس پر ایک بھی مکھی نہ آئی ۔ تب پردھان نے کہا '' مہاراج دیکھیے بری گھڑی ایک اندھیر گھپ ھے ۔ مدھ ، دھن کتنا بھی ھو دھرا کا دھرا ھی رہے ، کچھ مکھی مانس اس پر نہیں بیٹھتا ۔ تب ھی دھن کے لیے کوئی جی گنواتا ھے کہ پہلے اسے لابھ ھوا ھو ۔'' یہ سن کر راجا نے پردھان کو بہت سراھیا اور بھاری جوڑا اسے دیا ۔ اس دن سے کٹک کو اتنا کچھ دینے لگا کہ سب کوئی رج گئے ۔

---

(۱) اس کا مفہوم روشن نہ ھوسکا ۔

حکایت ٦

ایک راجا کا پردھان بڑا سیانا تھا ، اُس پر راجا بڑی میاکرپا رکھتا - اور اُس کو بیس بیٹے تھے - ھر ایک نگر میں حکومت پر رھتے ، اس لیے بیری اسے دیکھ کر حسد اور داہ کی آگ میں جلتے ، ندان کچھ تہمت لگا کر اُس پر راجا کا من کھٹا کر دیا - تب راجا نے اسے بیٹوں سمیت ایک کوئے (کنوئیں) میں قید کروایا - نوکروں پر حکم کیا " ایک آدمی کی خوراک کھانا اور ایک جام پانی دیا کرو - سوائے اس کے کچھ مانگے تو ھرگز مت دیجیو "- چنانچہ اُس کا یہی معمول بندھا کہ اُن اکیس آدمیوں میں ایک جنے کے قوت کے موافق آب و طعام پہنچا کرے - تب پردھان نے اپنے فرزندوں سے کہا " راجا نے من میں یہی ٹھانا ھے کہ ھم سب کو اسی بھانت اَن بنا ترسا کر مارے - یہ ذرا سا کھانا اتنے بہت آدمیوں کے منہ میں نہ ناک میں - ایک ایک ٹکڑا لیں تو جیسے اونٹ کے منہ میں زیرہ - ناحق منہ جھوٹھا کرنا ھے ' نیت بھرے نہ پیٹ - آخر تو مرنا ھے ، اس سے یہی اُتم ھے کہ ایک جنا یہ کھانا کھا کر بچا رھے - بنے تو ھم سب کا بدلا راجا سے لے "- سب نے کہا " یہ بات کھری ھے پر سوائے تیرے یہ کام کسی سے نہ ھوسکے گا - سب نے اپنے تئیں تجھ پر نثار کیا ، تو جان تیرا کام جانے "- آخر انھوں نے اُس کے کہنے کے بموجب اس کوئے (کنویں) کے من میں کھو کر ایک آدمی کے بیٹھ رھنے کی موافق بنا دی ، اور یہ اُس میں جا بیٹھا - وہ کھانا اور پانی رسی سے باندھ کر جو لٹکا دیتے ، یہ اوپر سے لے لیتا اور کھا پی کر اپنے دن کاٹتا - اُن لڑکوں نے تو مارے بھوک پیاس کے دم چھوڑ دیا - وہ کہاوت ھے

''ان' میا پران -'' قریب دو برس کے وھاں بند رھا - ایک روز راجا کو ایک ایسی کٹھن مشکل در پیش آئی کہ سب کار باری اُس عقدے کے حل کرنے میں عاجز رہ گئے - تب راجا نے کہا '' افسوس آج وہ پردھان جیتا رھتا تو اُس کا منصوبہ میرے کام آتا -'' پھر لوگوں سے پوچھا '' کیا سب مر گئے یا کوئی اُن میں جیتا بھی ھے ؟'' بولے '' ایک آدمی کا آذقہ تو ھر روز اُس کوئے (کنویں) میں پہنچتا ھے ، کوئی اندر سے لے لیتا ھے ، معلوم نہیں کہ وہ کون ھے '' راجا نے کہا '' دریافت کرو -''

انھوں نے کنویں پر آ کر معلوم کیا تو پردھان کو جیتا پایا - تب راجا نے اُس چاہ سے جہاں دنیا کی ھوا نہ لگتی تھی ، باھر نکلوا کر گلے سے لگایا اور عذر معذرت حد سے زیادہ کی - پردھان تو از بسکہ شدت چاہ اور فرزندوں کے داغ حسرت و آہ سے کڑھ کڑھ سوکھ کے کانٹا بن گیا تھا - چند روز میں کچھ ھوش و حواس بر قرار ھوئے - راجا کو اس مشورے کی تجویز معقول بتلائی - تب راجا نے خوش ھو کر سابق دستور اُسے بحال کیا ، مگر یہ تو اُسی فکر میں لگا ھوا تھا کہ کسی صورت سے اپنا انتقام لیوے - ایک روز کسی جنگل میں کیا دیکھتا ھے کہ ایک برھمن دوب جڑ سے اُکھاڑ رھا ھے - اس نے پوچھا '' تو یہ کیا کرتا ھے ؟'' بولا '' میرا پاؤں اس گھاس نے الجھایا ھے اور میں گر پڑا - اب اسے جڑ سے اکھاڑ جلا دیتا ھوں ، تو اس کی بیخ و بنیاد نہ رھے - تب پردھان دل میں کہنے لگا - اپنی غرض اس سے حاصل ھو تو ھو ، کیونکہ یہ آدمی شترکینہ ھے -'' پھر برھمن سے بولا '' دیوتا ! تم راجا کے پاس کیوں نہیں جاتے اور مدد معاش سرکار سے مقرر نہیں کرواتے ،

---

(۱) مفہوم روشن نہیں ھوا -

تو فراغت سے تمھاری گزران ہو ۔'' بولا '' شاید کوئی منع کرے اور اندر نہ آنے دے ۔'' '' تو پردھان نے کہا '' تو ایسا بزرگ زادہ دھرم مورت ، مرتبے میں سب سے بلند ، کس کی مجال ھے جو تجھے روک سکے ۔''

غرض برھمن دوسرے دن سرکار کی ڈیوڑھی پر آیا اور پردھان نے پہلے ھی دربان کو تاکید کر رکھی تھی جو فلانا برھمن آوے تو اُسے خوب سا مار پیٹ کر دھکے دے کر نکال دو ، اور بولو کہ ھمیں راجا کا یہی حکم ھے ۔ وہ پیادے اُسے دیکھتے ھی جھپٹے اور مارے مار کے اُسے تختہ بنا دیا ۔ جب وہ برھمن پٹ کر وھاں سے پلٹا ، پردھان ننگے پاؤں اُس کے پیچھے دوڑا اور قدم پکڑے ۔ بڑی منتوں سے اُسے منایا اور کہا کہ کل پھر دن چڑھے خواہ مخواہ آؤ ۔ اس برھمن نے قبول کیا اور چلا گیا ۔ دوسرے دن برھمن دربار کے وقت دیوان خانے کے دروازے پر پھر آیا ۔ پیادے تو آگے ھی سے جتا رکھے تھے ، بے تحاشا اُس پر لات مکی کرنے لگے اور پاؤں پکڑ کے گھسیٹتے ھوئے دور تک باھر لے گئے کہ پیٹھ چھل کر ریڑ کی ھڈی نکل آئی ۔ تب پردھان پیچھے دوڑا اور ھاتھ جوڑ کر بڑی خاطرداری سے بولا '' نہ جانے راجا تجھ سے کیا آنٹ رکھتا ھے جو اس ڈھب کا تیرے حق میں حکم کرتا ھے ۔'' اُس برھمن نے کہا '' بھلا میں بھی تو اس کپٹ کی سزا دوں تو سہی ۔'' پھر سب سے الگ ایک آسن پر جا بیٹھا اور جادو منتر کی موٹھ چلا کر بادشاہ کو خاندان سمیت مار کر سارا گھر کا گھر مسمار کر دیا ۔ جادو بر حق اور کرنے والا کافر ۔ پس فائدہ اس حکایت سے یہ ھے کہ بادشاہ کو چاھیے اول تو کسی پر اس قدر زیادتی نہ فرماوے ؛ احیاناً ھو جاوے تو اس کا اعتبار نہ کرے اور بدی کرکے چشم نیکی نہ رکھے :

سبل آھنی سخت تو مڑ سکے
ولے زنگ بیٹھا نہیں اڑ سکے
پھٹا دل تو زنہار ملتا نہیں
جو شیشہ شکستہ ہو کب جڑ سکے

حکایت ۷

ایک بادشاہ ابوالجیش نام اکثر شراب میں سرشار رہتا ۔ اس حالت میں کچھ آگا پیچھا نہ دیکھتا ، کچھ کا کچھ بخش دیتا ۔ ایک رات گاین کو تین لاکھ روپے انعام دیے اور اس کا پروانہ وزیر پر کر دیا ۔ وزیر کو اتنا کچھ مال دینا بھاری معلوم ہوا کہ بادشاہ نے نشے کی حالت میں کیا ہوگا ۔ میں ان سے پوچھ کر دوں گا ۔ غرض وہ پیسا اس مطربہ کو نہ دیا ۔ دوسری شب پھر وہی عورت مغنیہ ایسی گائی کہ بادشاہ لوٹ پوٹ ہو گیا ۔ تین لاکھ روپے اور بخشے ۔ بولی " میرے کل کے بھی انعام کے پیسے وزیر نے نہیں دیے ۔" بادشاہ یہ سن کر آگ ہو گیا اور جلاد سے کہا " جا وزیر کا سر کاٹ لا ۔" یہ خبر خبردار نے وزیر کو پہنچائی ۔ وزیر نے اپنے تئیں روپوش کیا ۔ یہ ڈھونڈ ڈھانڈ کر چلا گیا ۔ جب صبح ہوئی جلاد نے کہا ۔" " رات کو تو خوب مزہ تھا ، پر یہی کھنڈت ہوئی جو بادشاہ وزیر کے قتل کا حکم کر بیٹھا ۔ تب بادشاہ سمجھا مگر وزیر مارا پڑا ۔ اس سبب نہایت دل تنگ ہوا اور آثار ملال کے جبین پر نمودار ہوئے ۔ تب جلاد نے کہا ۔ "بادشاہ سلامت ! ابھی وہ زندہ ہے ۔ اس کا رشتہ حیات کا منقطع نہیں ہوا ،

کیونکہ میں نے سمجھ لیا تھا کہ یہ حکم مستی کی حالت میں ہوا ھے ، اس واسطے اس میں توقف کیا چاھیے ۔'' تب فرمایا ''اُسے حاضر کرو ۔'' وزیر حضور میں آ کر آداب بجا لا کر بولا ''جہاں پناہ ! اگر ایسی ھی سخاوت ھے تو سب خزانہ بھڑ ہو جائے گا ۔ سپاہ کا مواجب ماہ بہ ماہ نہ پہنچا تو دنگے اور دھرنے کی نوبت پہنچے گی ، کوئی حکم نہ سنے گا ۔ ھر چند ابر اپنے کرم سے سب پر یکساں برساتا ھے ، پر بندوں کو لازم ھے کہ باغ اور شور زمین قیاس کریں اور موقع غیر موقع دیکھیں ''۔

ابوالجیش کو یہ بات پسند آئی ، ایک خلعت فاخرہ اُسے بخشا کہ خیر جو کچھ کیا سوا اچھا کیا اور آیندہ کو جو مناسب جانے سو جاری رکھ ۔ فایدہ اس حکایت سے یہ ھے کہ بادشاہ اگرچہ عالی همت ہو اور خرچ بے جا پر حکم فرماوے ، پر وزیر جو مناسب جانے کرے ۔

حکایت ۸

کہتے ھیں ھارون الرشید کا وزیر بڑا صاحب تدبیر اور اھل ثروت تھا اور بادشاہ کا اتنا مقرب کہ بدون پروانگی بے دھڑک محل خاص میں چلا آتا ، ایک ساعت نزدیک سے جدا نہ ھوتا ۔ ایک روز ھارون الرشید محل میں بیٹھا ھوا ایک حکیم کے ساتھ کچھ رنج بیماری کی گفتگو کر رھا تھا ، جو وزیر چلا آیا اور اپنے پائے پر آ کر بیٹھ رھا ۔ تب متغیر ھو کر طبیب سے پوچھا ۔ ''کیا تمھارے بھی گھر میں کوئی شخص بغیر از اجازت چلا آتا ھے ؟'' اُس نے کہا '' نہیں ۔'' تب فرمایا کہ حاکم کا گھر تمھارے گھر کے بھی برابر

نہیں ۔ اس وزیر نے معلوم کیا کہ یہ اپنے پر آوازے کسے جاتے هیں اور رموز جھارے ۔ تب دست بستہ کھڑے ھو کر عرض کی کہ جہاں پناہ ! یہ غلام بھی خوب جانتا ھے کہ کوئی کسی کے گھر بے اجازت نہیں جاتا ، مگر خداوند نے بندے کو یہ سرفرازی آپ سے بخشی تھی ، بلکہ بارہا زبان مبارک سے فرمایا تھا کہ تجھے صدر پروانگی ھے ، بلا روک ٹوک چلا آیا کر ، اس لیے بندے سے یہ حرکت ھوئی ، نہیں تو کیا جرأت تھی کہ ایک قدم بھی اندر رکھ سکتا ۔ اب سے فدوی نے توبہ کی ، ایسی بے ادبی کبھی نہ ھو گی ۔ پھر وزیر اس دن سے بے اجازت حضور میں نہ آتا لیکن بادشاہ کے دل پر جو غبار بیٹھا سو بیٹھا ۔ کچھ آب معذرت نے کام نہ کیا ۔ یہاں تک وزیر کے نصیب الٹ گئے اور ستارہ گردش میں آیا ۔ اتنی ذرہ سی حرکت میں وہ جاں فشانی اور خیر خواھی قدامت سب کی سب خاک میں مل گئی ۔ جان و مال گھر بار سب ھی پر آفت آئی ۔ فائدہ اس حکایت سے یہ ھے کہ بادشاھوں کے تلون مزاج سے پرحذر رھا چاھیے کہ ھمیشہ یکساں نہیں رھتا ۔ کسی وقت دشنام سے خوش ھوتے ھیں اور کبھی سلام سے رنجیدہ ۔

غزل

اگرچہ بحر میں ھر موج لہر مارے ھے
مگر سلامتی ڈھونڈھو تو در کنارے ھے
جو شیر دانت نکالے تو تو ھنسی نہ سمجھ
ھزار خون کے پینے کو منہ پسارے ھے

جو ہووے قربت سلطاں تو خوف دل سے نہ چھوڑ
یہ سانپ جان کا بیری ترے پٹارے ہے
نہ بیٹھ تخت پہ محمود گو تجھے بٹھلائے
ایاز' قدر ہے جب تک کہ حد بچارے ہے
بلند ہو کے گرے سر کے تان وہ آخر
جو سیدھا تیر سا دربار میں سدھارے ہے

---

(۱) اصل مسودے میں ''آیا'' ہے لیکن یہ صیح نہیں '
''ایاز''ہونا چاہیے -

پانچواں باب فراست اور تجویز کا

حکایت ۱

کہتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ جب حضرت آدم علیہ السلام کو پردۂ عدم سے عالم وجود میں لایا اور اپنی قدرت و صنعت آشکارا کر کے روح اُس کے جسم میں ڈالی ، تب جبرئیل یہ تین : عقل و علم و حیا بطریق تحفے کے اس کے نزدیک لا کر بولا '' ان میں سے تو جسے چاہے اختیار کر ۔'' یہ سن کر آدم نے عروس عقل کو قبول کیا ، مگر جبرئیل نے علم و حیا سے کہا ۔'' اب تم پھر چلو ۔'' یے بولے '' ہم تینوں قدیم سے ایک ہی ساتھ رہتے ہیں ، بھلا اب اسے اکیلا کیونکہ چھوڑیں ۔'' فرشتے نے کہا '' خیر ٹھہرو ۔'' تب عقل نے دماغ میں اور علم نے دل میں اور حیا نے آنکھوں میں قرار پکڑا ۔ اسی سبب انسان کو حیوانات پر فضیلت ہوئی ۔ اور عقل ہی کے وسیلے سے اپنے بیگانے دوست و دشمن میں فرق معلوم ہوتا ہے اور خالق علی الا طلاق کی قدرت بھی اسی سے دریافت ہوئی ۔ وہ کہاوت ہے '' خدا دیکھا نہیں پر عقل سے پہچانا ۔'' پس جس میں عقل ہووے علم و شرم بھی اُس میں ہوا چاہیے اور جس کو علم و شرم نہیں وہ ہئے کا اندھا اور مت کا ہین ہے :

ہووے عقل سے مرد جامع کمالات
مثل ہے کہ العقل نصف الکرامات

حکایت ۲

فضل نام وزیر نے امیر معتصم کی دعوت کی ۔ لوازمہ ضیافت کا حد سے زیادہ ، برتن طلائی و نقرئی ، بڑی ٹیپ ٹاپ ، فرش ستھرے ، جیسا چاهیے ، سب کچھ وهاں مہیا کیا ۔ یہ کچھ تجمل اور تیاری کر و فر کی دیکھ کر امیر کی آنکھیں کھل گئیں اور بھچک بن گیا ۔ آخر پیٹ کے درد کا بہانہ کرکے وهاں سے اٹھ کر چلا گیا ۔ تب فضل متحیر رها اور یہ حقیقت ایک دوست سے کہہ سنائی ۔ اس نے کہا " تو ابھی امیر کے نزدیک جا کر کھڑا رہ ، میں ایک رقعہ تجھے بھیجتا هوں ، تو اسے پڑھنے لگنا ۔ امیر پوچھے تو کہنا " یہ رقعہ حضور کے خانساماں نے لکھا هے ۔ اسباب وغیرہ ، جڑاؤ کا سامان ، چاندی سونے کے باسن ، فرش و فروش جو ضیافت کی تیاری کے لیے اس غلام کے گھر میں لائے تھے ، سو اب مانگ بھیجے هیں ۔ آخر اس نے ایسا هی کیا ۔ تب امیر نے معلوم کیا ، یہ سب اسباب اس کی ذات کا نہیں بلکہ مستعار مانگا تانگا هے ۔ چہرے پر آدھت آئی اور مسکرانے لگا ۔ فضل اپنے دل میں خوش هوا ۔

حکایت ۳

امام شافعی سے روایت هے کہ جب علم فراست کی تحصیل کرنے کے لیے مکے سے شام کو گیا اور کتابیں اس علم کی هر کہیں سے بہم پہنچائیں ، رات دن اس کا محاورہ کرنے لگا اور سب

طرح دست گاہ اُس میں پیدا کی ۔ آخر وہاں سے پڑھ گن کر پلٹا ۔ آہستہ آہستہ ایک منزل میں اُترا تو ایک شخص سرخ رنگ ، نیلے دیدے کا وہاں نظر آیا ۔ میں نے علم فراست و کتاب کی رو سے دریافت کیا کہ اس شکل و شمایل کے آدمی سے امید نیکی کی نہ رکھا چاہیے ۔ میں اسی سوچ میں تھا ، جو اُس نے بڑے تپاک اور گرم جوشی سے بڑھ کر میرا ھاتھ پکڑ لیا اور بڑے مان پان سے اپنے مکان پر لا اُتارا اور کھانا پکوا کر گھڑا پانی کا بھی ہمارے پاس لا کر رکھا ، اور گھوڑے کو گھاس دانے سے آرام دیا ۔ لیکن میں اپنے دل میں سخت حیران تھا کہ اتنی مدت نا حق اس کتاب میں دردسری اُٹھائی اور کچھ حاصل نہ ھوا کیونکہ یہ کتاب معتبر ھوتی تو ایسا شخص ہم سے مروت نہ کرتا ۔ اب اسے دھو ڈالا چاھیے تا کہ اپنے پاس اس کا ذکر نہ رہے اور کوئی اس میں اوقات ضایع نہ کرے ۔ خیر میں تو اسی فکر میں اُس رات وھیں سو رھا ۔ جب دن نکلا میں نے کمر باندھ کر چلنے کی تیاری کی ۔ اُس شخص سے کہا " میاں دوست! تو نے ہماری ضیافت میں بہ غایت محنت کھینچی ، ہم پر بڑا احسان ھوا ، مکے میں کبھی آنے کا اتفاق ھو تو فلانے مدرسے میں میرے پاس چلے آنا ۔ بھلا ہم سے جو کچھ ھو سکے گا سو ہم بھی تجھ سے نابر نہ ھوں گے ۔ یہ سن کر ھنسا اور بولا ۔ " کیا خوب! آپ کس کھیت کی مولی تھے جو اتنی ترکاری ، گوشت ، پلاؤ ، قلیے ، دو پیازے ، نان کلیچے ، مفت میں چپ کر گئے ۔ کچھ میں آپ کا غلام نہ تھا جو اتنی محنت رایگاں اُٹھاتا ۔ اب نادانی کر کے فضیحت مت ھو ۔ جو کچھ خرچ لگا ھے چپ چپاتے بھر دیجیے ۔" آخر ایک فرد پر جو خرچ ھوا تھا اُس سے دو چند لکھ کر مجھے دکھایا اور نہایت ترش رو ھو کر دام دام بھر لیا ؛ تب میں دل میں شاد

ھوا کہ میری محنت نیک لگی ، کچھ اکارت نہ گئی ۔

حکایت ۴

ابوالحسن دھلی کہتا ھے : انطاکیہ میں ایک حبشی انسان کے دل کا بھید بتا دیتا ۔ مجھے یہ سن کر شوق ھوا کہ اُس سے چل کر ملاقات کیجیے اور بات چیت کی چاھیے ۔ اس ارادے پر میں اُس شہر میں گیا ۔ قضا کار مجھ پر وھاں ایسی تنگی ھوئی کہ دو دن تک کچھ میسر نہ آیا ۔ بھوکھ (بھوک) بہ شدت غالب ھوئی ۔ بازار میں اُسی کی تلاش کرتا ھوا پھرتا تھا ۔ اتنے میں وہ کسی پہاڑ سے لکڑیوں کا بھارا سر پر دھرے نیچے لایا ۔ میں نے نزدیک جا کر کہا '' ان لکڑیوں کا مول کہہ تو میں خرید کروں ۔'' اُس نے کہا '' صبر کر ، میں بینچ (بیچ) لوں تو اس کی قیمت کہوں ۔'' تب میں نے کچھ ایک بڑھ کر دوسرے لکڑ ھارے سے ایک بھارا مول ٹھہرایا اور اُسے دکھلا کر کہا '' دیکھ مجھے ھیزم درکار ھے ، تو بھی کہہ تو اپنا گٹھا کتنے پیسوں کو دیتا رھتا ھے ۔'' تب اُس نے کہا '' اے عزیز ! ناحق کیوں مغز پھراتا ھے ؟ مجھے معلوم ھے تو نے دو دن سے کچھ نہیں کھایا ۔ ذرہ صبر کر ، یہ لکڑیاں بک جاویں تو تیری بھی تواضع کروں ۔'' میں یہ سن کر اُس کے پاؤں پر گر پڑا اور اپنی عین سعادت سمجھ کر اُس کی خدمت میں رھنے لگا ۔

حکایت ۵

نقل ہے دو بھائی رستے سے چلے جاتے تھے - ایک شخص راہ گیر اور بھی اُن کے همراہ ہو لیا - تھوڑی دور بڑھے تھے کہ ایک کوا بولا -'' اُس نے کہا '' بہت اچھا -'' وہ دونوں بھائی کھلکھلا کر بے اختیار ہنس پڑے - یہ متعجب ہوا - ٹک ایک آگے بڑھے تو ایک بھیڑیا پکارا - اس نے کہا '' تیرے منہ میں مٹی پڑے -'' ان دونوں نے پھر قہقہہ مارا - تب کچھ اور آگے چلے تو ایک لومڑی ان کے آگے سے آڑے رستے ہو نکلی - ایک بھائی نے دوسرے سے کہا '' جلد مرکب سے نیچے اتر کر مشک کا دہانہ کھول دے - تب وہ شخص بولا '' یارو ! تمھاری اس ہنسی اور ایسی حرکت پر مجھے اچمبھا آتا ہے ، بھلا بیان تو کرو -'' یے بولے '' اول جو زاغ نے آواز دی تو یہ کہا تمھارے ساتھ کے آدمی کے پاس سو روپے ہیں ، اسے مار ڈالو - تب تو نے کہا بہت اچھا - اور گرگ نے صدا کی ، اس کوے کا کہنا مت مانو - تو نے کہا '' تیرے منہ میں خاک - پس جس نے تجھ سے دشمنی کی اُسے تو نے بھلا کہا اور جس نے دوستی خرچ کی اُسے برا بولا - اور وہ لومڑی جو ہمارا پاٹ کاٹ کر نکلی اُس وقت ہم مشک کا منہ نہ کاٹتے تو ہمارے درمیان ایک آگ خصومت کی بھڑکتی ، پر اُس سے ٹھنڈک رہ گئی -

غرض دوسرے دن یے تینوں ایک گاؤں میں پہنچے - وہاں ایک بوڑھے نے دیکھتے ہی بغیر از سابقہ معرفت ان تینوں کا جدا جدا نام بول دیا - پھر ان دونوں برادروں سے بولا '' تم نے کوے کی آواز اور بھیڑیے کی صدا بھی سنی تھی ؟'' یے بولے ''ہاں'' پھر بولا '' روباہ بھی دیکھی تھی ؟'' بولے '' البتہ '' وہ بولا '' مشک کا

سر بھی کاٹا تھا ؟'' بولے '' بلے '' تب وہ بولا '' جو ایسا نہ کرتے تو تینوں آپس میں لڑ مرتے ۔'' غرض یہ حکایت نادر ہے ، چنانچہ ملک ہند میں ایسے شگون اکثر لیتے ہیں ۔

حکایت ٦

ایک دن امیر منصور نے شکار جاتے ہوئے دیکھا کہ ایک فقیر بہ آواز بلند سوال کر رہا ہے ۔ گھوڑے کی باگ رکھ کر نوکر سے فرمایا '' اس فقیر کو اسیر کرکے خوب ٹھوک ۔'' نوکر نے پکڑ کر جب اُسے خوب کندی کیا تو اُس نے بہ لاچاری دس ہزار درم قبول کیے کہ ان کے سوا میرے نزدیک اور کچھ نہیں ۔ منصور نے کہا '' اب بھی آواز بلند ہے '' تب اُسے پھر مار پڑنے لگی ۔ دس ہزار اور قبولے ۔ تس پر منصور نے کہا '' اب تلک آواز پست نہیں ہوئی ، اسے اور مارو '' تیسرے مرتبہ نوکر جو پل گئے تو اُسے مار کر پٹڑا بنا دیا ۔ وہ کہاوت ہے ''مار کے آگے بندر ناچے '' اُس نے دس ہزار اور بھی اقرار کیے۔ تب امیر نے کہا '' اے کم بخت ! تیس ہزار درم ہوتے تو ٹکڑا ٹیڑا بھیکھ (بھیک) مانگتا ہے ۔ پھٹے منہ ! تجھے شرم نہیں آتی ۔ آخر وہ زر اُس کے یہاں سے لے آئے اور اُس کے گزارے کے موافق روزینہ باندھ دیا ۔ اگرچہ بہ ظاہر یہ ظلم ہوا ، پر سزا ویسے حرام خور کی اُس سے بھی زیادہ ہے ۔

ہو غریب اور مال دار میں فرق
مال اور سے کے ہو خمار میں فرق

ایک آتش ہے مال کا غرّہ
کیوں نہ ہو اُس سے خاکسار میں فرق

حکایت ۷

دو شخص کسی منزل میں آ اُترے ۔ ایک الفتہ جو پہنچا تو ایک کی همیانی اشرفیوں کی جامدانی میں سے پھاڑ کر لے گیا ۔ یے دونوں غم زدہ ھو کر یہ احوال ایک جوان محلہ دار سے بولے ۔ اُس نے کہا '' اگرچہ میں نے پاؤں نکالنے سے توبہ کی ھے ' پر تمھاری خاطر سے پتا لگا دیتا ھوں ۔ پہلے وہ جگہ بتلاؤ جہاں سے وہ همیانی گئی ۔'' جب انھوں نے وہ جگہ بتلائی ، تب اُس نے کہا ''میرے پیچھے چلے آؤ ۔'' یے دونوں اُس کے پیچھے ھولیے ۔ تھوڑی دور بڑھ کر یہ انھوں سے بولا ''پس اب اس سے آگے تمھارا مال نہیں گیا ' یہیں تلاش کرو ۔ وھاں ایک اندھا زنگی رھتا تھا ۔ انھوں نے اُس سے پوچھا تو اُس نے صاف انکار کیا ۔ تب وہ جوان بولا '' البتہ وہ مال اسی میدان میں ھے ، خوب ڈھونڈو ۔'' جب بہت جست و جو کی تو ایک چرسے کے تلے وہ همیانی نمود ھوئی ۔ تب انھوں نے اس جوان سے پوچھا '' تو نے کیوں کر جانا کہ اس اندھے زنگی نے یہ حرکت کی ؟'' کہا '' اس لیے کہ نقش اس کے پاؤں برابر بیٹھا تھا ' کیونکہ زنگی کا پاؤں زمین پر جم کر پٹ بیٹھتا ھے ، اور اندھا اس سبب سے معلوم ھوا کہ وہ راہ ھموار نہ چلا تھا ۔

حکایت ۸

ایک شخص کی بائیں آنکھ پھڑکتی تھی ۔ وہ کسی طبیب کی دکان پر آیا ۔ اتفاقاً وہ طبیب اُس وقت دکان پر نہ تھا ۔ ایک مسخرہ وھاں بیٹھا تھا ۔ اس نے اُسے طبیب سمجھ کر کہا '' میری بائیں آنکھ پھڑکتی ھے ۔'' مسخرے نے کہا '' یہ تو بہت اچھا ھے ، تجھے وزیر سے کچھ حاصل ھوگا ۔'' یہ اس بات سے خوش ھوکر چلا گیا ۔ دوسرے دن وزیر مستی کی حالت میں اس کے گھر پر سے ھو نکلا ۔ اُس نے اُس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی ۔ وزیر وھیں اُتر پڑا اور اُس کے گھر سہانی کھائی اور بڑا انعام بخشا ۔ تب یہ شخص دو دینار طبیب کی دکان پر لے آیا اور کہا '' یہ دو دینار تیری نذر ھیں کیونکہ تیری مبارک فال سے مجھے روزی ملی ۔'' طبیب نے کہا '' مجھے اس بات کی خبر بھی نہیں '' بولا '' اُس وقت میری آنکھ پھڑکتی تھی ، تونے کیا نہیں کہا تھا کہ وزیر سے تجھے فایدہ ھوگا ، سو مجھے ھوا ۔'' یہ سن کر طبیب نے کہا '' خیر اُس وقت میں تو نہ تھا مگر جس نے تجھ سے یہ بات کہی ، مطابق تقدیر کے بن پڑی ۔

اسی طرح ایک دوسرے شخص نے اُسی طبیب کی دکان پر آ کر کہا '' میری سیدھی آنکھ پھڑکتی ھے '' طبیب نے غور کی : جو چشم چپ وزیر ھوئی تو چشم راست بادشاہ ھونی چاھیے ۔ بولا '' بادشاہ سے تجھے کچھ یافت ھوگی ۔'' دوسرے دن ویسا ھی ھوا کہ بادشاہ نے اُسے بلوا کر بھاری خلعت بخشی ۔ غرض یہ نادر ھے، کبھی یوں بھی اتفاق ھو جاتا ھے ۔

حکایت ۹

کسی بادشاہ نے ایک دانا سے پوچھا کہ راے قوی تر ہے یا شجاعت ؟ جواب دیا " شجاعت تیغ بران ہے اور راے سیدھا ہاتھ" جب تلوار اور ہاتھ دونوں ہی ہوویں تو معرکے میں سب کچھ کام کرسکیں ۔ جو کوئی فقط تلوار[1] ہی سے دلیری کیا چاہے تو نہ ہوسکے ، اور ایسا ہی بدون تلوار کے ہاتھ ہلایا چاہے تو عبث ہے : پس راے بادشاہوں کو سب چیز پر مقدم ہے ۔

حکایت ۱۰

جب عبد الملک نے لڑائی کے واسطے معصب کی طرف قصد کیا اور ملک شام خالی چھوڑا ، تب روم کے ارکان دولت قیصر سے بولے " پھر ایسا قابو نہ گٹھے گا ، کیونکہ وہ تو اُدھر جنگ میں اٹکا ہوا ہے ، بنے تو ادھر بے کھٹکے اُس کا ملک دبا لیجیے ۔" قیصر نے کہا " تمھاری راے سربسر خلاف اور مصلحت سے خطا ۔ اب میں اُس طرف سہم کروں تو وہ نقل در پیش آوے : جو دو کتے آپس میں لڑتے ہوویں ، اُس حالت میں سامھنے (سامنے) سے لومڑی ہو نکلے تو اپنی لڑائی چھوڑ اُس کے پیچھے پڑیں اور دونوں مل کر اُسے چیر ڈالیں ۔

---

(۱) اصل متن میں "تلوا" ہے ۔

حکایت ۱۱

جب امیر نصر تخت پر بیٹھا اور سب ولایت اپنے قبضے میں لایا، اپنے چھوٹے بھائی میر اسماعیل کو بخارے کی حکومت دی۔ اس نے وہ ملک خس و خاشاک سرکش سے پاک کیا اور سنگ راہ مفسد کوئی باقی نہ چھوڑا۔ شجاعت اور سخاوت سے بڑا نام پکڑا۔ تب نصر کے دل میں اس کی طرف سے دغدغہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو سرخود ہو بیٹھے۔ اپنی حضور میں طلب کا خط لکھا۔ یہ خط پڑھ کر اسماعیل نے ایک مصاحب منصور نام سے صلاح پوچھی کہ کیا کیا چاہیے؟ جانا مناسب ہے کہ نہیں؟ اس نے کہا " بھائی کے پاس آپ کو جانا خوب نہیں، کیونکہ بادشاہ بھائی چارے کا کچھ پاس نہیں رکھتے۔ اب تو کچھ عذر لکھ بھیجیے۔" کہا " وہ کون سا عذر ہے جو میں درمیان لاؤں؟" بولا " ایسا لکھیے کہ ولایت خالی چھوڑنی سراسر قباحت ہے، کیونکہ رافع نام دشمن زیر دست ملک کی سرحد پر آ پڑا ہے۔ لشکر کشی کرکے ملک دبا لے تو پھر اس کے پنجے سے چھڑانا دشوار ہوگا۔" یہ سن کر امیر نے کہا " تو تو ہی یہ خط لے کر بطریق ایلچی یہاں سے جا اور اس کو سب طرح نشیب و فراز سمجھا بجھا کر پھر آ۔" آخر منصور دستوری پا کر امیر نصر کے شہر میں پہنچا اور تین دن کے بعد دربار میں اسے بار ملا۔ تحفہ و سوغات جو ساتھ لے کر آیا تھا، سب نظر گزرانی لیکن قبول نہ ہوئی، بلکہ نہایت اعتراضی سے فرمایا " میں اس قدر بتا نہیں کھاتا اور لالچ میں نہیں آتا، خیر اسی میں ہے کہ جن پاؤں تو آیا ہے، انھیں پاؤں پلٹ کر اسماعیل کو حضور میں لے آ۔ منصور نے دست بستہ ہو کر عرض کی کہ خداوند! ملک خراسان

میں رافع نام نے بڑی جمعیت پکڑی ہے ۔ مکان خالی دیکھے گا تو اپنے تصرف میں کر لے گا ۔'' یہ سن کر کہا '' تجھے اس بات سے کیا ، میں جانوں اور میرا کام جانے ؟'' منصور نے کہا '' امیر اسماعیل کے پاس لشکر بے شمار ہے ۔ خصوصاً تیس ہزار سوار تو خاص پائے گاہ کے ہیں ۔ اتنا کچھ ٹیڈی دل اُس سرزمین میں آیا تو ملک پامال ہوگا ۔'' تب تو امیر نصر نے گردن ہلا کر کہا '' خوب معلوم ہوا کہ اُس کے لشکر سے مجھے ڈراتا ہے ۔ بھلا اُسے پکڑوا کر سزا دوں تو سہی ۔'' تب منصور نے کہا '' حضور کی اسی میں خوشی ہے تو سب چھوڑ چھاڑ کر میر اسماعیل اپنی سعادت دارین سمجھ کر قلم کے مانند سر کے بل چل کر خدمت میں آ حاضر ہوتا ہے ۔'' امیر نصر اس بات سے نہایت خوش ہو کر بولا '' مجھے بھائی سے اور کون عزیز ہے ، پر لوگ جو اُس پر گمان رکھتے ہیں ، جو وہ یہاں آیا ، تو سب ذہن رفع ہو جاوے اور میری بھی خاطر جمع ہو ۔'' آخر منصور وہاں سے پھر کر بخارے میں آیا اور سب ماجرا میر اسماعیل سے کہہ سنایا ۔ تب امیر نے کہا '' اب کیا صلاح ہے ؟'' کہا '' بہتر یوں ہے کہ آپ رافع سے سازش کیجیے اور امیر نصر کو چار طرف سے تنگ لائیے ۔'' یہ بات امیر نے پسند کر کے کہا '' یہ کام بھی تجھ سے ہی ہو سکے گا ، جو مناسب جانے سو کر ۔'' تب منصور کچھ تحایف لے کر رافع کے یہاں گیا اور کمک کی درخواست کی ۔ رافع نے لشکر آراستہ کر کے بخارے کی سمت کوچ کیا ۔ کئی منزل بڑھ کر ندی کے کنارے آ پڑا ۔ تب منصور نے اپنے دل میں بچار کیا ، یہ تو اچھا نہ ہوا ۔ وہ نقل ہوگی '' دو جھگڑیں تیسرے کو لابھ ۔'' جب یہ ایک کو گرا چکا تو دوسرے کا گرانا اسے کیا مشکل ہے ۔ امیر نصر کو

اس نے توڑ ڈالا تو ہمارے آقا کو کب چھوڑے گا - یہ سمجھ کر رافع سے بولا ”ایک بات خیال میں گزرتی ہے - آسے استماع فرما کر نیک و بد پر نگاہ کیجیے - یہ ظاہر ہے اگرچہ ان دونوں بھائیوں میں خصومت واقع ہوئی ہے ، تاہم ایک لہو اور ایک جگر ہیں - آن کی دشمنی تو کیا ، بھائی کتنے بھی ترش ہوویں ذرہ میں شیر و شکر سے زیادہ پھر ایک کے ایک ہو جاتے ہیں - مگر تم ایک بیگانے آن میں جاتے ہو ، کہیں وے متفق ہو گئے تو آپ کو صدمہ نہ پہنچے - بہتر ہے کہ امیر نصر کو ایک نامہ لکھیے ، کچھ نصیحت اور کچھ دبدبہ بتائیے ، تو آن دونوں میں صلح ہو جاوے اور تمھیں دردسری نہ لگے ، دونوں ممنون رہیں - یہ رائے رافع نے پسند کی اور امیر نصر کو نامہ اس مضمون کا لکھا: ”تمھارے برادر سے جو اپنے تئیں یگا نگت ہے ، مدد اور یاوری آس کی اپنے پر لازم ہوئی ، اس لیے تمھاری منازعت کے سبب پچاس ہزار سوار جنگی و خونخوار لوہے کے چبانے والے میں اپنے ساتھ لے کر فلانے تھل پر آ پڑا ہوں ، لیکن اب تک بھی کچھ بگڑا نہیں - بھائی سے بطور صفائی در پیش آئیے ، نہیں تو لڑائی کا ارمان ہو تو گیند اور میدان موجود ہے -“ جب امیر نصر نے یہ نامہ پڑھا ترنت بھائی سے صلح کی :

غرض اک رائے تینوں دل سنبھالے
بنا شمشیر دشمن مار ٹالے
کرے تدبیر جو کچھ کب کرے زور
بہ دانش پشہ ہاتھی مار ڈالے

حکایت ۱۲

تواریخ سے ثابت ھے کہ ایک دن جبرئیل ایک پیالہ آب حیات کا حضرت سلیمان کے نزدیک لایا اور کہا ” حق سبحانہ و تعالیٰ نے تجھے مختار کیا ھے ۔ تو یہ جام نوش کرے تو قیامت تک نہ مرے ۔“ سلیمان نے جن و انس و حیوانات سے اس بات کی مشورت کی ۔ سبھوں نے ایک منہ ھو کر کہا ” مبارک ھے ، پیجیے اور حیات ابدی حاصل کیجیے ۔ تب سلیمان نے اندیشہ کیا کوئی مشورت سے خالی تو نہ رھا ۔ ایک خار پشت باقی رہ گیا تھا ۔ سو خیال میں گزرا ۔ اُسے بھی بلانے کو گھوڑا بھیجا ۔ وہ اُس کے ساتھ نہ آیا ۔ تب حضرت نے کتا بھیجا ۔ خارپشت اُس کے ساتھ چلا آیا ۔ سلیمان نے کہا ” مجھے تجھ سے کچھ مشورت منظور ھے ؛ بھلا کہہ تو گھوڑے سے کون سا جانور اشراف ھے اور تو اُس کے بلانے سے نہ آیا ۔ کتا کہ سب جانورں سے خسیس و نجس ھے ، اُس کے ساتھ چلا آنا کیا سبب ؟“ بولا ” گھوڑا اگرچہ شریف ھے پر بے وفا ھے ۔ یہی چاھتا ھے کہ کسی طرح سوار کو گرا دے اور کتا ھر چند کہ خسیس ھے پر وفا دار ھے ۔ ایک لقمہ کسی کا کھاوے تو ساری عمر اُس کا احسان نہ بھولے ۔“ تب سلیمان نے کہا کہ ایک جام آب حیات کا میرے پاس بھیجا ھے ، اُس کے پینے نہ پینے کا میرا اختیار رکھا ھے ۔ سبھوں نے اُس کے پینے کی مجھے تجویز دی ھے ، بھلا تیری اس میں کیا صلاح ھے ، پیوں یا رد کروں ؟ “ پوچھا ” یہ امرت فقط آپ ھی کے لیے آیا ھے یا سب عیال و اطفال و عزیز بھی اسے پیویں گے ؟“ فرمایا ” فقط مجھ اکیلے کو اس کے پینے کا حکم ھے ۔“ بولا ” تو اس کا پینا مناسب نہیں کیونکہ ھر ایک دوست تمھارے

روبرو جب ہوا تو اُن کے غم و ماتم سے یہ جان شیریں تمھیں بھی تلخ ہو گی ۔ قدیم دوست کوئی نہ رہا تو زندگانی حیف ہے ۔ یہ بات سلیمان کو پسند آئی ۔ وہ شربت پھرا دیا :

خضر سے زیست اکیلے ہوئے پائے تو کیا
جو رنگیلا نہ ہو رنگ رلیاں منائے تو کیا
باغ دنیا میں ملاقات عزیزاں ہے بہار
بے گل اندام کے گل چھرے اُڑائے تو کیا

حکایت ۱۳

کہتے ہیں سکندر کے پاس دو غلام تھے ۔ ایک کا نام بشیر اور دوسرے کا اسم نذیر ۔ جب کسی پر مہربان ہو کر چاہتا کہ اُسے سرفرازی بخشے ، بشیر کے حوالے کرتا اور جو کسی پر ناخوش ہو کر اُس کے مار ڈالنے کا قصد رکھتا تو نذیر کو سپرد کر دیتا ۔ ایک روز ایک جوان باکمال ، کیاست و جمال فراست اُس کے منظور نظر ہوا ۔ چاہا کہ اُسے بشیر کو سونپے اور اپنا مقرب بناوے ۔ غلطی سے نذیر کے حوالے کیا ۔ تھوڑے دنوں کے بعد بشیر سے کہا ”اُس جوان کو بہ خوبی رکھنا ، میں اُسے وزیر بناؤں گا ۔“ بشیر نے کہا ”بادشاہ جس جوان کا ذکر کرتا ہے بندے کو نہیں معلوم ، وہ مجھے کب سونپا ۔“ نذیر اُس وقت موجود تھا ، بولا ”وہ میرے پاس ہے ۔“ سکندر نے کہا ”سہو سے اُسے میں نے تیرے حوالے کیا ۔ خیر جو ہوا سو ہوا ، اب اُس کا دل میری طرف سے شکستہ ہو گیا ۔ ناچار سیاست اُسے دینی پڑی تو

بے وقوفی میری طرف نہ عاید ہو اور اُس کے شر سے ایمن رہوں ۔"

جو نا خوش ہو مقرر فیل لاوے
کٹا سر سانپ آخر لہر کھاوے

حکایت ۱۴

جب سکندر ہفت اقلیم پر غالب آیا ، سب شاہ تخت نشین و سرکش روے زمین حلقہ بہ گوش و مطیع اُس کے تاج ونگیں کے ہوئے ، لیکن اُسے شب و روز یہی تشویش تھی کہ سلاطین قدیم سے کس طور در پیش آیا چاہیے ۔ جو ملک بدستور اُنھیں پر برقرار رکھیے تو باغی ہو کر کہیں سانگ نہ لاویں ، فتنہ و فساد برپا کر کے سر نہ اُٹھاویں ۔ آخر ایک روز ارسطو وزیر سے مشورت کی کہ ان سب بادشاہوں کو کیا مار ڈالوں اور اُن کے عوض جا بجا اپنے نوکر مقرر کروں ، تو میری اطاعت کما ینبغی بجا لاتے رہیں ۔ وزیر نے کہا " بادشاہوں کا خون کرنا آپ کی شان کے شایاں نہیں ، بلکہ لایق یوں ہے کہ ولایت ہر ایک کو موافق اُس کے حوصلے کے تقسیم کر دیجیے اور اُن میں ایک سرحد ٹھہرائیے تو آپس میں ایک سے ایک اپنے ڈانڈے مینڈے پر جھگڑتا اور سر پھوڑتا رہے گا اور سودا بغاوت کا اُن کے دماغ میں نہ بھرے گا ۔ سکندر نے یہ رائے پسند کی اور ملک قسمت کر دیا ۔ چنانچہ یہ بادشاہ طائف الملوک سکندر کے بعد ہزار سال اُسی قاعدے کے بہ موجب چلے گئے ۔

حکایت ۱۵

کہتے ہیں کہ اوایل دنیا میں دیو ظاہر ہوکے خلقت کو حق پرستی سے گمراہ کرتے اور عبادت و ریاضت کرنے نہ دیتے ۔ اُنھیں دنوں میں ایک شخص دین دار بابل کی نواحی میں نمود ہوکر زھد و تقوے کے زور سے دیووں پر مسلط ھوا ۔ قوت روحانی کے جہاد سے اُن کا میدان صاف کر ڈالا ، دین داری کا جھنڈا بلند کیا ، ساری خلق اللہ نے اسی کی طرف رجوعات کھائی ۔ تب یہ سب دیو بھاگ کر اپنے سردار ، جس کا نام گاؤ پائے کہتے تھے ، اُس کے پاس آئے اور غلبہ اس مرد دین دار کا اُس کے رو بہ رو کہہ سنایا ۔ تب اُسے اندیشہ پیدا ھوا کہ اس دشمن قوی کو کسی فریب سے پٹکی دیجیے ۔ آخر اپنے تینوں وزیر جمع کرکے کہا '' کوئی ایسی مشورت تجویز کرو کہ یہ غنیم دفع ھو ''۔ پہلا وزیر بولا '' بزرگوں کا قول ھے ، یہ دولت ایک حال پر اور جان ایک قالب میں ایکساں (یکساں) نہیں رھتی ۔ جب صاحب دولت کا اقبال ترقی پر آوے تو گھاس کی مانند پانی کے صدمے اور دھوپ کی شدت سے دن بدن زیادہ ھرا ھوکر طراوت پکڑے ۔ اور ایسا ھی آدمی آفت زدہ کو کوئی یاری دے تو گویا درخت بے بنیاد خشک جڑ کو زمین میں بٹھلایا ، سیچا ، پر اُس کا پھل سوائے یاس کے کچھ نہ ملا ھوگا ۔ کیونکہ خورشید اقبال اس مرد کا اب اوج سعادت پر جلوہ گر ھے ، اس کی ڈوری ڈھیلی چھوڑ دو ۔ جب اس کے طالع کا پھیرا اور وقت زوال کا قریب پہنچے تو اسے تلپٹ کرڈالنا بڑا ھی آسان ھوگا ۔ ابھی صبر کرنا اور منتظر وقت کے رھنا مناسب ھے ۔ جو چڑھا سو پڑے گا ''۔ دوسرے وزیر نے کہا '' رائے وزیر اول کی اگرچہ صلاحیت پر ھے ، لیکن اس میں سر بہ سر کمزوری و ضعف و

بے ہمتی نکلتی ہے ، کیونکہ یہ دولت ہر چند خدا داد ہے پر بدون جان بازی ہاتھ نہیں لگتی ، جراح کامل اسے کہتے ہیں کہ قوت علیل کی رکھ کر علت کے کھونے کی فکر کرے ، اس لیے کہ علت زایل ہو تو یہ بھلا چنگا بن جاوے - پس جب ہم بھی آپ سے آپ اسی عارضے سے گھل گئے تو پھر ہم سے کیا ہوسکے گا - اب صلاح یہ ہے کہ اس مخالف سے میدان میں ہم دو دو ہاتھ لڑیں اور تلوار کے منہ پر سب حجت ختم کریں ، تو جی میں کچھ ارمان نہ رہے ''- تیسرے وزیر نے کہا '' میرے نزدیک تو یوں ہے جب تک ہوسکے تلوار درمیان لانا اور لڑ بیٹھنا اچھا نہیں ، کیونکہ شمشیر دو رویہ ہے اور ایک دہشت دونوں طرف ، نہ جانے کس کروٹ اونٹ بیٹھے - بر تقدیر اسے مار بھی لیا تو اس کا بھائی اور کوئی دوسرا موجود ہوگا اور سب خلقت اس کی طرف گرویدہ ہو جاوے گی اور دین کی خاطر جان فشانی بجا لاوے گی - اس سبب بادشاہ کو اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچے گا - پھر اس کا تدارک بلوۂ عام کو دینا امر محال ہے - بہتر یہی ہے کہ اس دنیا دار کی ضیافت کیجیے اور کچھ معاملہ اسے سونپیے - وہ کہاوت ہے انسان کے سونے کسنے کو معاملہ کسوٹی ہے - اسی میں وہ کھوٹا کھرا معلوم ہو جاوے گا اور اس کا حسن و قبح نکل آوے گا - اغلب یہ ہے کہ وہ معاملے میں بے دیانتی کرے اور سب اس کے مرید اس سے بے اعتقاد ہوکر پھر جاویں ، تو یہ شر بے رنج و محنت مٹ جاوے ''- دیو گاؤ پائے نے یہ تجویز پسند کی ، اس دین دار کو اپنے مکان پر مہمان کیا اور رفق و مدارات سے درپیش آیا اور کچھ معاملہ اس کی طرف کر دیا - آخر اس شخص سے کچھ خیانت واقع ہوئی - سب آدمی اس الزام کے باعث بے عقیدہ ہوکر پھر گئے اور یہ ان دیووں کے دام میں گرفتار ہوا - فایدہ اس حکایت سے یہ

ہے۔ عبادت و ریاضت کا دشمن سوائے جاہ و مال کے دوسرا کوئی نہیں اور اکثر اس زمانے کے زاھد طالب مال و اسیر جاہ ھیں۔

غزل

اس طرح مصطفیٰ سے حدیث آشکار ھے
یہ جاہ و مال گرگ ھیں تقویٰ شکار ھے
کہنے کو سب کوئی ھے بصورت خدا پرست
جو راست معاملہ ھووے وہ دین دار ھے

ننانوے کے پھیر میں آیا سو رہ گیا
جب تک کہ ھاتھ تنگ ھے پرھیز گار ھے
ھر تن پہ یہ لباس قناعت[1] نپٹ ضرور
درویش یا شہنشہ عالی وقار ھے
فی الواقع یہ ھے باعث اقبال بادشاہ
تدبیر مستقل ھے سپہ استوار ھے

---

(۱) متن میں ''قناعت'' کا ''عت'' چھوٹ گیا ھے۔

چھٹا باب وحدانیت کا

حکایت ۱

کہتے ھیں کہ یونان زمین میں ایک حکیم اسقش نام پیدا ھوا ۔ اُس عہد کے بادشاہ فردوس نام نے اُس کی شہرت سن کر بلا بھیجا ۔ حکیم سب کتابیں بار کروا کر چل دیا ۔ راہ میں چور ملے، مال سمجھ کر انھوں نے قصد کیا کہ اسے مار ڈالیں ۔ اُس نے کہا " مال کی خاطر مارتے ھو تو جو کچھ میرے پاس ھے لے لو اور مجھے ننگا منگا جیتا چھوڑ دو"۔ انھوں نے یہ بات نہ مانی ، خواہ مخواہ چاھا کہ اس کا کام تمام کر ڈالیں ۔ بیچارہ حیران رہ گیا ۔ ھر طرف دیکھتا تھا کوئی یار و مددگار نظر نہ آیا ، مگر ایک جوق کلنگوں کا اُڑتا ھوا دیکھا ۔ پکارا کہ اے کلنگو! میں اس بیابان میں بےکس و بے بس ان ظالموں کے پنجے میں گرفتار ھوکر ناحق مارا جاتا ھوں ۔ تم مدد کرکے میرے خون کا بدلا ان سے لیجیو ۔ یہ سن کر چور ھنسے اور اُسے مار ڈالا ، مال آپس میں بانٹ لیا ۔ خبر اس واقعے کی جب شہر میں پہنچی ، بادشاہ اور سب رعیت و سپاہ نے بڑا افسوس کھایا اور اس کے کشندوں کی تلاش میں لگے رھے ۔ بعد مدت کے ایک عید کا دن آیا اور اھالی موالی اُس خطے کے عبادت خانے میں اکٹھے ھوے ۔ خلایق اطراف کی اُس مجمع میں حاضر تھی ۔ وے چور بھی ، جنھوں نے اس حکیم کو مارا تھا ، ایک گوشے میں بیٹھے ھوے تماشا دیکھ رھے تھے ۔ اتنے میں ایک فوج کلنگوں کی ھوا پر نمودار ھوئی ۔ اُس انبوہ کے سر پر آواز کرتی ھوئی منڈ لانے

لگی - چنانچہ آواز کسی باجے گاجے ، سرنا و نفیری کی کسی کے کان پڑنے نہ پاتی - تب ایک نے اُن چوروں میں سے دوسرے کی طرف دیکھ کر بہ طریق طنز کے کہا ''یہ آواز کلنگوں کی خون اسقش کا چاھتی ھے -'' ایک شخص شہریوں میں سے جو اُن کے نزدیک بیٹھا تھا ، اُس نے بھی یہ بات سنی - اپنے اور دوستوں کو اطلاع دے ، انھیں گرفتار کر لیا اور بادشاہ کے حضور لایا - وہ خون اُن چوروں پر ثابت ھوا اور اُنھوں نے بھی زبان سے اقرار کیا - اُس کے قصاص میں سب کو قتل کر ڈالا - پس وے کلنگ سبب انتقام خون ناحق کا ھوے کیونکہ یہ دیر مکافات ھے - مثل مشہور ھے پاپ اور خون سات کوٹھڑی کے بھیتر کرو تو بھی کوٹھے پر چڑھ پکارتا ھے -

حکایت ۲

ایک روز ایک مغ اور ایک جہودی کسی بیابان میں ھمراہ ھولیے - مغ مرفہ حال ، لباس معقول پہنے ھوے ، توشہ وغیرہ اسباب سفر سمیت ایک شتر پر سوار تھا ، اور جہودی کنگال وضع بے خرچ مفلس پاپیادہ پاؤں کو چندیاں باندھے راہ کاٹتا - مغ نے اسے پوچھا ''تیرا مذھب و اعتقاد کیا ھے ؟'' بولا '' میرا دین و ملت یہی ھے کہ جو خالق مجھے پیدا کرکے روزی پہنچاتا ھے اُسی کے فضل پر میری نگاہ ھے ؛ سوائے اُس کے کوئی معبود و مقصود لائق پرستش کے نہیں - وہ نصرت کرے تو سب کچھ ھوسکے - اسی کی درگاہ سے رات دن پناہ چاھتا ھوں - اور جو لوگ کہ اپنے مذھب و

هم ملت هیں آن کی مدد و معاونت تابہ مقدور اپنے پر لازم و واجب سمجھتا هوں ۔ اور اپنے خلاف دین کا خون و مال میرے نزدیک حلال هے اور کمک و یاوری آن کی مجھ پر حرام ۔ پس اپنا عقیدہ تو یہی هے جو کہہ سنایا ۔ بھلا مہربان تم بھی اپنا اعتقاد بیان کرو تو همیں بھی معلوم هو ۔'' مغ بولا '' میرا اعتقاد تو یہی هے کہ سب خلقت کے ساتھ بھلائی کرنا ، کسی کا برا نہ چیتنا ، دوست تو در کنار ، هوسکے تو دشمن پر بھی احسان کر گزرنا ، اپنے سے کوئی بدی کرے تو آس کی مکافات سے درگزر کر آس کے عوض نیکی سے در پیش آنا ۔ کیونکہ هر ایک نیک و بد کی جزا خدا دے رهتا هے ، جیسا کوئی کرے گا ویسا پاوے گا ۔'' تب جہودی نے کہا ''تیرا عقیدہ خوب هے پر آس پر تو چلتا نہیں ۔'' مغ بولا '' تو نے کیونکر جانا کہ میں آس روبے پر عمل نہیں کرتا ؟'' کہا ''اس لیے کہ میں تیرا ایک ابنائے جنس هوں ۔ بھلا دیکھ تو کس حالت سے بھوکھا پیاسا ، گرتا پڑتا ، پاؤں ننگے ، پھپھولے پڑے ، اٹھتا بیٹھتا ، هزار محنت سے تیرے ساتھ چلا آتا هوں اور تو مزے سے کھانے پینے کا اسباب ساتھ لیے اونٹ ڈٹائے چلا چلتا هے ۔ مجھ سے کچھ نہیں بانٹ کھاتا اور گھڑی بھر مرکب پر بھی نہیں چڑھاتا ۔ اس سے صاف نکلتا هے کہ تو اپنے کہنے پر ثابت نہیں ۔ مرد کو چاهیے کہ جو کہے سو کرے ۔'' مغ یہ سنتے هی اونٹ پر سے اتر پڑا اور سفرہ بچھا کر اس جہودی کو پیٹ بھر کے کھانا کھلایا اور کہا ''اب اونٹ پر چڑھ لے جو تیری ماندگی رفع هو ۔'' بارے جہودی شتر پر سوار هوا اور یہ آس کے برابر پاپیادہ باتیں کرتا هوا هولیا ۔ جب جہودی نے دیکھا کہ اب تو یہ تھک چلا ، اونٹ هانک کر آسے پیچھے چھوڑ کہیں کا کہیں بڑھ گیا ۔ آس نے هر چند منت و زاری کی کہ خدا کے لیے مجھ سے منہ مت موڑ ۔ اس بیابان

ریگستان میں مجھے اکیلا نہ چھوڑ کہ کوئی درند میرے لہو کا پیاسا مجھے اپنا لقمہ نہ کرے یا اس ریتی میں جوں ماھئی بے آب تڑپھ (تڑپ) کر پیاس سے میری جان نہ جاوے۔ میں نے تیرے ساتھ نیکی کی ھے اُس کے بدلے بدی کرنا تجھے لائق نہیں۔ جھودی نے کہا "کیا میں تجھے پہلے ھی نہ کہہ چکا ھوں کہ اپنے مخالف دین کا خون و مال میرے نزدیک شیر مادر سے بھی زیادہ حلال ھے۔ یہ کہہ کر اونٹ رگید وھاں سے چلتا پھرتا نظر آیا۔ یہاں تک چمپت بنا کہ اُس کی نظروں سے غائب ھوگیا۔ یہ بے چارہ ھر چند دوڑ دھوپ کر رھا پر اُس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکا۔ آخر تھک کر رہ گیا اور منہ آسمان کی طرف کرکر کہنے لگا کہ یا الٰہی! جو کچھ میں نے کیا اس بھروسے سے کیا کہ تو ھی نیکوں کو ثواب اور بدوں کو عذاب دینے والا موجود ھے۔ اس میرے حسن ظن کو باطل مت کر۔ اس دغا باز سے میری داد دے۔ یہ مناجات کرکے جوں توں آستے آستے (آھستہ آھستہ) راھی ھوا۔ جب دو ایک کوس گیا تو دیکھا اُس یھودی کو پیٹھ سے پٹک اونٹ گویا اس کا منتظر ایک طرف کھڑا ھے اور یہ اُس چوٹ سے دونوں شانے چت زمین پر پڑا ھے کہ اُٹھ نہیں سکتا۔ مغ نے یہ حالت دیکھ نا ک گھسنی کر مہار اُس شتر کی پکڑی اور چڑھ بیٹھا اور یہ قطعہ پڑھتا ھوا وھاں سے روانہ ھوا:

کام جو حق کے حوالے ھو نہ دھوکا پاوے
ابر رحمت سے کہیں باغ بھی سوکھا پاوے
ناخدا کشتی امید کا جو ھووے خدا
کس طرح باد مخالف سے وہ جھوکا کھاوے

تب جھودی نے کہا " برادر! جو میں نے برا کیا تو اپنے واسطے اُس کی جزا مجھے مل رھی ھے کہ بند بند ٹوٹ گئے اور

کچھ حاصل نہ ہوا ۔ اور تو بھی اپنی نیکی کا ثمرہ پا رہا کہ تیرا کچھ نقصان نہ ہوا ۔ اب مجھے اس جنگل میں چھوڑنا تیری مروت و دین داری سے دور ہے ۔ اور یہاں تک نالہ و زاری کی کہ مغ کو ترس آیا ۔ پھر اونٹ پر بٹھلا کر اُس کے مکان تک پہنچا دیا ۔ مثل ہے ، انت بھلے کا بھلا ۔

حکایت ۳

غنیسہ نام ایک شخص سے روایت ہے کہ ایک دن حجاج ایک گروہ باغی کو سیاست کر رہا تھا ۔ چنانچہ ایک مرد باقی تھا جو مؤذن نے اذان دی ۔ تب حجاج نے مجھ سے کہا " اب وقت تنگ ہوگیا ہے ، اسے کل سیاست دی جائے گی ، تو اپنے پاس رکھ ۔" میں اُس شخص کو اپنے ساتھ لے کر چلا ۔ مجھے وہ راہ میں کہنے لگا " توقع نیکی کی میں تجھ سے رکھتا ہوں ۔" میں نے کہا " خدا توفیق دے تو دریغ نہ کروں گا ۔" بولا " میں بے گناہ ہوں ۔ اس گروہ کا شریک نہ تھا ۔ مجھے ناحق گرفتار کیا ، پر خدا سے اب بھی امید قوی ہے کہ مجھے اس عذاب سے بچالے ۔ اگر تو مجھ پر احسان کرے اور رات کی رات چھوڑ دے تو میں گھر جا کر اپنے زن و فرزند کو وصیت کروں اور اُن سے وداع ہو کر کل علی الصباح پھر آ حاضر ہوؤں ۔" میں یہ سن کر مسکرایا ، کچھ جواب نہ دیا ۔ تب اس نے پھر مکرر کہا ۔ میرے دل میں آیا کہ اسے چھوڑ دے ۔ خدا چاہے تو یہ کل آوے گا ۔ آخر اُس سے قول عہد لے کر خدا کو درمیان دے کر کل

سویرے ہی آنے کے اقرار پر میں نے اُسے چھوڑ دیا ۔ جب وہ چلا گیا ، میں پچتایا کہ ہے ہے یہ کیا کیا ، وہ اپنی جان کے ڈر سے ادھر منہ نہ کرے گا ، اُس کے عوض حجاج مجھے مروا ڈالے گا ۔ اسی اندیشے میں دل تنگ میں گھر آیا اور یہ ماجرا قبیلے سے ظاہر کیا ۔ وہ بھی سن کر رونے دھونے لگی اور مجھے لعنت ملامت کرنے کہ کیا تیری عقل ماری گئی تھی جو دوسرے کی بلا اپنی جان پر لی ۔

وہ رات جیسے کوئی سانپ کاٹا لہراتا رہتا ہے ، مجھے افسوس و پچتاوے میں کٹی ۔ کہاں کی نیند اور کہاں کی بھوکھ ۔ کڑھتے اور ملولے کھاتے وہ شب تمام ہونے آئی ۔ مجھ پر گویا قیامت ٹوٹی ۔ دیکھتا ہوں کہ وہ شخص روشن ضمیر نور کے تڑکے آ موجود ہوا ۔ میں نے متعجب ہو کر اُس کا ھاتھ پکڑا اور کہا ''اے جواں مرد ! یہ کیا فتوت ہے کہ تجھے اپنی جان کی پروا نہیں؟'' کہا ''جو خدا کو حاضر ناظر سمجھا ، ہرگز وعدہ خلاف نہ کیا ہوگا ۔ اگرچہ سب جہان ڈگ جاوے وہ ثابت قدم رہا ہو گا ۔ خیر میری جان میں جان آئی اور حجاج کے روبرو اُسے لے گیا اور جو کچھ احوال بیتا تھا ، سچ سچ بخوبی تقریر کیا ۔ حجاج بولا ''یہ شخص میں نے تجھے بخشا ۔'' اُس وقت میں نے اُسے آزاد کیا ۔ اُس نے کچھ شکر گزاری نہ کی ، اپنا رستہ پکڑا ۔ مجھے خیال گزرا کہ مگر یہ دیوانہ تو نہیں ۔ جب دوسرا دن ہوا ، آ کر نہایت عذر کیا اور کہا ''کل اس لیے تیرا شکر میں نے ادا نہ کیا کہ شکر الٰہی کے شریک نہ ہو ۔ کل سارا دن فقط شکر الٰہی میں مشغول رہا کہ جو کچھ ہوا سو خدا کی مدد سے ہوا ۔ آج تیری خدمت میں آیا ہوں تا کہ حق شناسی بجا لاؤں ۔'' میں نے کہا ''سچ ہے خدا مہربان تو کل مہربان ۔''

القصہ بہت سا عجز و نیاز کر کر چلا گیا ۔

حکایت ۴

جب سکندر تمام ملک روے زمین سر کرتا ہوا پھرتا تھا ، ایک نواحی میں پہنچا کہ وہاں کی خلایق پاس متاع دنیوی سے کچھ نہ تھا ۔ گھروں کے آگے قبریں کھود رکھی تھیں ۔ وہاں عبادت کیا کرتے ۔ گھاس کھا کر بیٹھ رہتے ۔ یہی اُن کی خوراک تھی ۔ سکندر نے وہاں کے بادشاہ پاس آدمی بلانے بھیجا ۔ وہ نہ آیا اور کہا ”سکندر سے مجھے کیا کام ؟“ تب سکندر آپ اُس کے نزدیک گیا ۔ اُسے دیکھ کر بولا ”تم کس واسطے اپنے پاس کچھ چیز نہیں رکھتے ؟ دنیا کی نعمت ذخیرہ کیوں نہیں کرتے ؟“ کہا ”اس لیے کہ کسی کی نیت اس سے نہیں بھرتی ۔“ پھر پوچھا ”یہ قبریں کس لیے کھود رکھی ہیں ؟“ کہا ”ایک دن آخر ہماری یہی منزل ہو گی ۔“ پھر پوچھا ”گھاس کس واسطے کھاتے ہو ؟“ کہا ”مزے دار کھانے سے پیٹ بھرنا ہمیں نہیں بھاتا ، کیونکہ لذت حلق تک ہے ۔ وہ کہاوت ہے ، اُتری گھاٹی ہوئی ماٹی ۔“ یہ کہہ کر ایک کھوپری اُٹھا سکندر کے آگے رکھ دی کہ یہ کھوپری بادشاہ ستم گار کی ہے کہ خلق اللہ پر ظلم کرتا ۔ آخر خدا نے اُسے مار کر اُس سے دوزخ بھری ۔ پھر اور ایک دوسری کھوپری سامھنے (سامنے) رکھ دی کہ یہ بادشاہ عادل ، خدا ترس ، عابد تھا ۔ خلق خدا کو دامن دولت کے سائے میں عدل و انصاف ، داد و دہش سے پرورش کرتا ۔ آخر

اُسے بھی موت نے نہ چھوڑا ، مار کر خاک میں ملا دیا ۔ اُس کا تن گل کر مٹی میں مل گیا ۔ غرض اس گردش فلک آسیا رفتار کے نیچے آ کر کوئی سلامت نہ رہا ۔ ایک دن اسی طرح تیرا بھی حال ہو گا ۔ جب روح قالب سے نکلی کسے معلوم اُس پر کیا بیتی ہے !'' سکندر یہ سن کر بے اختیار رونے لگا اور بولا ''جو تجھے رغبت ہو کہ میری مصاحب میں رہے تو اپنی قلم رو سے نصفی ملک تیرے حوالے کروں ۔'' اُس نے کہا ''یہ سب خلقت اسی مال و ملک کے باعث تیری دشمن ہو رہی ہے اور قناعت کے سبب سے رعیت میری دوست ہے ۔ مجھے منظور نہیں کہ میرے دوست اس مال کے باعث میرے دشمن ہو جاویں ۔'' سکندر یہ سن کر ، یہ مضمون بولتا ہوا وہاں سے وداع ہوا :

کھوپری جو گور سے نکلے کسے پہچان ہے
یہ کوئی کنگال ہے یا شاہ عالی شان ہے
ذات جس کی ہے بقا اور ملک جس کا ہے قدیم
بادشاہت اُس غنی کو سب طرح شایان ہے

حکایت ۵

کہتے ہیں کہ امیر مہدی کے عہد میں بڑا کال پڑا ، کہ آدمی آدمی کو کھاتا ، غریبوں کا جی نکلا جاتا ۔ توکل کا (قدم) ڈگ چلا ۔ خوشی نے ایک طرف کنارہ پکڑا ۔ آفتاب کے گردے کے سوا گردا نان کا نظر نہ آتا ۔ لخت دل و خون جگر مفلسوں کی خوراک تھی ۔ امیر نے ہر چند کہ فی سبیل اللہ خزانے کا

منہ کھول دیا اور ڈھیر کے ڈھیر غلے کے خیر خیرات کی راہ پر انبار کروا دیے لیکن قحط کم نہ ہوا ۔ اسی سبب امیر کو خلقت کی یہ حالت دیکھ کر اپنی بھی جان شیریں تلخ معلوم ہوتی اور پیٹ بھر کر نہ کھاتا ، نہ چین سے بچھونے پر سوتا ۔ ایک روز بستر پر حیرت و حسرت زدہ سا لیٹا ہوا تھا ۔ خادم مٹھیاں بھر رہا تھا ۔ فرمایا کہ کوئی کہانی کہہ تا کہ دل بہلے ۔ خادم نے کہا '' غلام کی کہانی شہنشاہ کی سماعت کے کب لایق ہے ۔ چیوٹی (چیونٹی) سلیمان کی پیش کش کیا گزرانے ؟'' فرمایا '' مضایقہ نہیں ، جیسی تجھے یاد ہو بیان کر ۔'' خادم کہنے لگا کہ ھندوستان کی سر زمین کے کسی بیابان میں ایک شیر ژیان رہا کرتا اور سب درندے اس جنگل کے اس کی خدمت میں بخوبی حاضر رہتے ۔ جو یہ شیر شکار کرتا تو اس کے بچے بچائے سے یہ بھی اپنا پیٹ بھر لیتے ۔ ایک دن ایک لومڑی نے اس شیر سے کہا ۔ '' تو ھمارا بادشاہ ہے اور ھم تیری رعیت ۔ بادشاہ پر رعیت کی رعایت سب صورت سے واجب و لازم ہے ۔ اب مجھے ایک سفر در پیش آیا ہے ، بغیر جانے کے بن نہیں پڑتی ۔ مشکل تو یہ کہ ایک بچہ جنی ہوں ، اس ننھے ننھوا کو کسے سونپ جاؤں ؟ چاھتی ہوں کہ وہ بچہ تیرے سپرد کروں تو تو اس کو محافظت سے اپنی پناہ میں رکھے، کسی دشمن کا چنگل اس تک نہ پہنچنے پاوے ۔'' شیر نے یہ بات قبول کی ۔ روباہ اپنا بچہ اس کے حوالے کر کے کسی طرف چلی گئی ۔ شیر نے اس بچے کو پیٹھ پر بٹھلا لیا تا کہ کوئی درندہ اسے گزند نہ پہنچاوے ۔ ناگاہ ایک عقاب ھوا پر اپنا طعمہ تلاش کرتی ہوئی اڑتی پھرتی تھی ۔ اس کی نگاہ اس لومڑی کے بچے پر پڑی ۔ شیر کی پیٹھ پر سے جھپٹا مار کر چنگل میں پکڑ اس بچے کو ھوا پر لے اڑی ۔

جب لومڑی سفر سے پھر آئی ، بچے کو نہ دیکھا ۔ شیر سے بولی ”یہ کیا تو نے اپنے ذمے کیا تھا کہ میں تیرے بچے کی حفاظت قرار واقعی کروں گا ۔“ شیر نے کہا ”البتہ میں نے ذمہ کیا تھا کہ کوئی جانور زمین کا اُس کا قصد نہ کرنے پاوے گا ، جو بلائے ناگہانی آسمان کی طرف سے نازل ہو تو میرا ذمہ نہ تھا ۔“ امیر نے جب یہ کہانی یہاں تک سنی اٹھ بیٹھا اور رو رو کر جناب کبریائی میں التجا کرنے لگا کہ الٰہی ! جو کچھ فتنہ و فساد زمین سے اٹھے تو اُسے تدبیر سے رفع کروں ، مگر قضائے آسمانی و قدرت یزدانی میں بندے ناچیز سے کیا ہو سکتا ہے ۔ آخر خدا کے فضل و کرم سے وہ قحط چند روز میں دفع ہوا :

فی الحقیقت میں خدا رکھتا ہے اپنا اختیار
وہ ہے ناداں جو کوئی بکتا ہے اپنا اختیار
کس سے ہو سکتا ہے جو ہونے نہ دے موئے سفید
جسم تک بھی چل نہیں سکتا ہے اپنا اختیار

حکایت ٦

کہتے ہیں کہ نظام الملک وزیر ملک شاہ کا پہلے نہایت مفلس تھا ۔ باورچی خانے کے داروغے پاس آ کر نوکر ہوا تھا ، وہ اُسے حساب کرنے کے واسطے دیوان کے یہاں بھیجا کرتا ۔ دیوان نے جب اُس کی چال ڈھال موقع پر دیکھی ، اپنے نزدیک پیش کاری پر رکھا ۔ پھر چند روز میں اسے اپنا نائب بنایا ۔ اتفاقاً دیوان سخت بیمار پڑا تھا کہ بادشاہ کو سفر در پیش ہوا ۔

فرمایا کہ اُس کا نائب اُس کے بدلے ھمارے ساتھ چلے ۔ نظام الملک کے پاس کچھ لوازمہ سفر کا مہیا نہ تھا اور نہ دیوان سے اُس حالت میں کچھ کہہ سکتا ، نہایت متحیر ھوا ۔ اسی حیرت میں ایک مسجد میں جا کر نماز پڑھ کے ایک ستون سے لگ کر سر زانو پر دھرے سوچ میں بیٹھا تھا کہ ایک اندھا لاٹھی ٹیکتا ھوا مسجد میں آیا اور پکارا ۔ ''مسیت (مسجد) میں کون ھے ؟'' یہ چپ رھا ۔ اس طرح اُس نابینا نے کئی مرتبے آواز دی ، پر اُس نے زبان نہ ھلائی ۔ پھر اندھے نے عصا پھرا کر ساری مسجد ٹٹولی ، پر یہ اپنے تئیں بچائے ھوئے ادھر اُدھر کھسک جاتا ۔ جب وہ خوب احتیاط کر چکا اور سمجھا کہ اب تو یہاں کوئی نہیں ، مسجد کا دروازہ بھیڑ دیا ۔ محراب کے نزدیک سے فرش آاٹ اینٹ سرکا کر ایک لٹیا زمین سے نکالی ۔ اُس میں ھزار اشرفی تھی ۔ انھیں آلینڈ (انڈیل) کر تھوڑی دیر اُن سے کھیلتا رھا ، پھر اُسی لٹیا میں وہ زر ڈال کر اُسی جگہ رکھ اُس پر اینٹ بٹھا بورئے سے بدستور چھپا کر آپ باھر چلا گیا ۔

نظام الملک وہ زر نکال کر اُس سے بار برداری اونٹ گھوڑے خیمہ و سامان وغیرہ تجمل درست کر کے سلطان کی رکاب سعادت میں روانہ ھوا ۔ ھر وقت کی حضور باشی سے روشناس ھو گیا ۔ جب سفر سے مراجعت کی ، دیوان کی رحلت ھو چکی تھی ۔ اسی کے نام دیوانی مقرر پائی ۔ اُس میں کچھ اور خیر خواھی بن پڑی تو درجۂ وزارت کو پہنچا ۔ ایک روز شہر کے بازار میں چلا جاتا تھا ، اسی اندھے کو رستے پر گدائی کرتے ھوئے شکستہ حال بیٹھے دیکھا ۔ اپنے ساتھ لوا کر خلوت میں اُسے پوچھا کہ تیرا مال جو جاتا رھا تھا تجھے پایا ؟ '' اندھے نے یہ سنتے ھی وزیر کا دامن پکڑ کر کہا ۔ '' ھاں ابھی ملا ۔'' پوچھا '' کیونکر ؟''

بولا ''اس لیے کہ میں نے یہ بھید کسو سے نہ کہا تھا، تو نے جو مذکور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کام تیرا ہی ہے۔'' تب وزیر نے وہ زر اُسے دلوایا اور اپنی طرف سے ایک گاؤں اُس کی ملک کر دیا۔ پس اس حکایت سے یہی نکلتا ہے کہ جو خدا چاہے کہ کسی کو دولت بخشے، اُس کا اسباب بے رنج و سعی میسر کر دیتا ہے۔

غزل

حدیث نبی میں یہی ہے خبر
ہر اک کام موقوف ہے وقت پر
خدا کو اگر خیر منظور ہو
سبب اُس کا پیدا کرے پیشتر
توکل سے زانوے اُشتر کو باندھ
تو فضل الٰہی پہ رکھیو نظر
قناعت پہ ثابت قدم ہو کے چل
نہیں اس طریقت میں خوف و خطر
حریصوں کو کاٹے سگ ناتواں
قدم مرد قانع کے لے شیر نر

ساتواں باب مصاحبوں کا

حکایت ۱

کہتے ہیں عضد الدولہ وزیر کا عباد نام ایک ندیم تھا نیک خو ، رمزگو ، شیرین سخن ، پاکیزہ لباس ، لطیف طبع ، نکتہ رس ، ہر ایک سر زمین کی زبان سے واقف ، سب ملکوں کے حقائق سے آگاہ ، قرآن و حدیث کے معنی و دقائق سے مطلع ، علم موسیقی میں کمال شناخت ، نظم و نثر میں قابل ، ہر ایک کسب و ہنر میں کامل ، گنجفہ و تختۂ نرد ، چوپڑ و شطرنج میں یار شاطر ، مشورت و منصوبے میں نیک رائے و بلند خاطر ۔

ندیم اگلے زمانے کے تھے ہر ایک فن میں
ولیک رہ گئے اس دور مسخرہ پن میں

ایک روز وزیر نے خوب سی شراب پی اور سب ندیموں کو بھی بہت سی پلائی کہ ہر ایک کیفی بن کر بے ہوش ہوگیا ۔ تب وزیر نے عباد سے پوچھا ''نشہ کس قدر پیا چاہیے؟'' بولا '' اتنا کہ جس میں طبیعت پر سرور رہے ۔ مستی و ہوشیاری کے درمیان ہو ۔

نہ اتنا بڑھ جو تو نادان ہو جائے
نہ اتنا گھٹ طرب نقصان ہو جائے

پھر وزیر نے پوچھا کہ ظہور شراب کا کس عہد میں ہوا ؟ بولا کہ حضرت آدم علیہ‌السلام سے ہزار سال کے بعد جمشید بادشاہ فلک اشتباہ با فر وجاہ نے تخت بادشاہت پر جلوس فرمایا ۔ روے زمین کو اپنے قبضے میں لایا ، جن و شیاطین کو مسخر کیا ۔ رومی

ریشم کے تار نکلوا کر کپڑا بنوایا ۔ خلائق جو برھنہ تھی ، اُن کی ستر پوشی کے واسطے سی سا کر سب کو پہنا ، ھر ایک پیشہ و صنف کی خلقت کو جدا جدا بسایا ۔ جابجا عمارات عالی بنوائی تو گھروں میں رھنے لگے ۔ تس پر زاھد عمارات دنیا سے کنارہ پکڑتے ، اُن کے لیے پہاڑوں میں عبادت خانے تعمیر کروائے تھے ۔ لشکر کو درماھہ مقرر ٹھرایا ۔ الگ بازار سے آتارا تا کہ ھر وقت مستعد رھیں ، کچھ فتنہ و فساد نہ آٹھنے پاوے ۔ حکیموں و عالموں کا مراتب بلند کیا تا کہ سب کوئی علم سیکھیں ۔ رعیت کو زراعت کی طرف ترغیب دی کہ آبادانی اور خراج روز افزوں ھووے کیوں کہ رعیت بادشاھوں کی پشت پناہ ھے ۔ وہ کہاوت ھے " باڑ رکھے کھیت کو اور کھیت رکھے باڑ کو "۔

رعیت ھے جڑ اور سلطان جھاڑ
رھے جھاڑ جڑ کے سبب برقرار

اور ھر ایک جواھر قیمتی کھان (کان) سے نکالا ۔ عطر ، عود ، عنبر ، مشک وغیرہ خوشبو ظاھر کی ، ھر ایک چیز کا تجربہ کیا ، ھر ایک جڑی بوٹی ، میوں (میووں) کی تاثیر و مزہ دریافت کرکے خواص مقرر کیے ۔ جابجا باغ لگائے اور شجر تاک بھی اُن میں بٹھائے ۔ جب انگور اس کو پھل لگا ، اس کی لذت سب میؤں پر شرف لے گئی ۔ تب جمشید انگور سے نہایت رغبت رکھنے لگا ، لیکن جو باد صرصر موسم خزاں آس کی تر و تازگی میں خلل لاتی ، ایام سرما میں آس سے فائدہ میسر نہ ھوتا ، اس لیے کچھ ایک انگوروں کا شیرہ نکلوا کر ایک گھڑے میں بھر رکھا تا کہ یہ ھمیشہ کام آوے ۔ جمشید ھمیشہ آ کر وہ گھڑا دیکھا کرتا ۔ یہ شیرہ خود بخود جوش کھا کر پھیس کر لایا ۔ خوب سا اونٹ کر رہ گیا ۔ تب جمشید نے چکھنے کی خاطر آسے جیبھ (زبان) پر رکھا تو

تلخ معلوم ھوا اور مزہ جو اُس میں پہلا تھا ، بالکل جاتا رہا ۔ اُس وقت اُس کے خیال میں گزرا کہ یہ مقرر زھر قاتل ھے ۔ پس اُس گھڑے کا سر باندھ کر رکھ چھوڑا ۔

جمشید کے محل میں ایک کنیزک صاحب جمال ، حسن و ملاحت میں بے مثال تھی ۔ قضا کار اُسے عارضہ درد سر کا پیدا ھوا ۔ یہاں تک کہ بے تاب ھوئی جاتی اور رات دن اُسی درد سے کڑھتی ۔ جہاں تک کہ حکیم تھے اُس کا علاج کر گزرے ، کسی کی دوائی کار گر نہ ھوئی ، جو اثر کرے ۔ آخر لاچار ھو کر یہ کنیزک اپنی جان دینے پر تیار ھوئی ۔ اپنے دل میں یہی ٹھانا کہ بہتر یوں ھے جو میں اُس زھر ھلاھل سے تھوڑا پی جاؤں تو اس جان کندنی کے عذاب سے چھٹکارا ھو :

تندرستی ھزار نعمت ھے

بارے اُس گھڑے کا منہ کھول ایک جام بھر کر چڑھا گئی ۔ کچھ خماری آئی اور درد سر بھی کم ھوتا چلا ۔ پھر ایک قدح اور بھی بھر کر کئی ایک گھونٹ لیے تو طبیعت کو فرحت ھوئی ۔ اسی طرح جب چار پانچ پیالوں کی نوبت پہنچی ، غلبہ نیند اور نشے کا ھوا ۔ آٹھ پہر بے سدھ غفلت میں پڑی رھی ۔ جب ھوش آیا تو بھلی چنگی ھوگئی ۔ وہ عارضہ مطلق جاتا رھا ۔ تب اُس کنیز نے یہ واردات جمشید کے حضور میں گزارش کی ۔ پھر جمشید نے جشن کیا اور ارکان دولت و اعیان سلطنت ، اکابر و اھل فن ، امیر ، وزیر اُس محفل نشاط میں جمع ھوے ۔ حکیم حاذق و طبیب کامل بھی اُس بزم طرب میں موجود تھے ۔ تب اول دور مےنوشی کا وھاں چلا اور جام صراحی گردش میں لائے اور گزک کئی قسم کی مہیا ھوئی ۔ اُس کی مذاق و قوت و حلاوت سے اس قدر حظ اٹھایا کہ جو واقف ھوئے تو اُس کا نام شاہ دارو رکھا ۔ اکثر ھر ایک

مرض و علت پر اُسے عمل میں لاتے اور فائدہ اُس سے اُٹھاتے ، فی الواقع

شاہ دارو شراب ہے لیکن
جب تلک اعتدال پر پیوے[1]
مے خوری کا بھی ایک موقع ہے
نہ کہ بھٹی کلال پر پیوے

اسی صورت سے ہر ایک بادشاہ کے عہد میں ہر ایک شخص کو بادہ نوشی کا سودا تھا ۔ سب کوئی شراب میں سرشار رہتا ۔ مگر جب کیقباد کی بادشاہت کی نوبت پہنچی ، یہ ایک دن سیر کرتا ہوا کسی صحرا میں پھرتا تھا ۔ وہاں کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی مست بے ہوش ، شراب کے نشے میں غلطان ہے اور ایک کوا اُس کی آنکھیں اپنی چونچ سے نکالتا ہے ۔ یہ مارے بے حواسی کے اُسے نہیں ہنکالتا ۔ یہ حالت دیکھ کر کیقباد نے ساری اقلیم میں منادی پھروا دی کہ آج سے کوئی شراب پیوے یا اُس کا نام لیوے تو اُس کا گھر بار سرکار میں ضبط ہو جاوے گا اور اُس کو بڑی سیاست ملے گی ۔ تب کوئی مارے ڈر کے نشے کی بات زبان پر نہ لاتا ، پینے پلانے کا تو کیا ذکر ہے ۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شیر قید خانے سے باہر نکل بھاگا ۔ آدمی اُس کے روبرو سے ہرن ہو گئے ۔ کسو کی مجال نہ تھی جو اُسے پکڑے یا اُس کے نزدیک جاوے ۔ اتنے میں ایک جوان اُٹھ دوڑا اور اُس شیر کو ایسا گھہ کر پکڑا کہ ہلنے نہ دیا ۔ اس میں شیر بان آ پہنچے ۔ اُسے پنجرے میں قید کر ڈالا ۔ یہ خبر سن کر کیقباد نے اُس جوان کو بلا بھیجا اور سبب اُس کی جرأت

---

(۱) اصل متن میں ''ہووے'' ہے جو غالباً کاتب کی تصحیف ہے ۔

کا پوچھا ۔ وہ بولا " میں ایک مدت سے اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق ہوں ۔ اُسی کی محبت میں مرتا ہوں ۔ صبر و قرار کھو کر اُسی تصور میں رہتا ہوں ۔ لیکن مفلسی کے باعث چچا اپنی لڑکی مجھے نہیں دیتا ۔" وہ کہاوت ہے " دنیا ہے اور زر ہے ":

زر سے ہے سب برائی ، زر سے ہے آشنائی
زر سے ہے خویش بھائی ، زر سے ہوئے سگائی

جو کچھ کہو سوزر ہے

آج اُس کی آتش اشتیاق ایسی بھڑکی کہ سب تن بدن میں شعلے بھبک اُٹھے ۔ تب میں نے تھوڑی سی شراب پی لی تا کہ اُس کی خمار میں کچھ غم غلط ہو اور دل پیچھے پڑے ۔ یہ سن کر کیقباد نے پھر منادی پھروائی کہ مُد اتنی پی چاہیے جو باگھ پکڑ سکیں نہ اتنی کہ زاغ دیدے نکال لیوے ۔ پھر اس جوان کو سرکار سے مالا مال اور نہال کر دیا ، جو اپنے محبوب سے کامیاب ہوا ۔ سچ ہے :

شاہ جس کے تئیں بلاتے ہیں
اُس کو محروم کب پھراتے ہیں
مقبلوں کی نگاہ ہے پارس
پل میں آہن کو زر بناتے ہیں

لیکن جب نوبت شرع اسلام کی پہنچی ، شراب پینا مطلق ممنوع ہوا کیونکہ اہل عرب اکثر خشک دماغ و تند خو ہوتے ہیں اور نخوت و غرور کی بو اُن کے مغز میں سمائی رہتی ہے ۔ نشے کی حالت میں اپنے سے باہر ہو جاتے ، آپس میں خانہ جنگی کرتے ، فتنہ و فساد درمیان لاتے اور نماز پنج گانہ ، جو فرض ہے ، اُن سے ادا نہ ہو سکتی اور ذکر الٰہی ہر وقت نہ کیا جاتا ۔ اسی

سبب حق تعالیٰ نے اپنی کمال حکمت سے شراب دین محمدی پر حرام کی :

اهل اسلام کو نہیں شایاں
جو کہ ہووے شراب میں غلطاں
ہوش مند اس کو کب قبول کرے
فائدہ جز ہو اور کل نقصاں

غرض ندیم نے جب یہاں تک حکایت پہنچائی ، وزیر نے یہ تواریخ بہت پسند کی اور خلعت بخشا ۔ چنانچہ امیر مامون کا دستور تھا ، ہفتے میں ایک روز عالموں کی مجلس جمع کرتا اور مسئلے مسائل ان سے پوچھتا ۔ ایک روز مجمع ہو رہا تھا کہ ایک فقیہ کہنہ لباس سے وہاں آ کر صف زیریں پر بیٹھ رہا ۔ مامون نے ایک مسئلہ پوچھا ۔ ہر ایک نے اپنے علم کے موافق جواب دیا ، لیکن اس نے ایسا جواب دیا جو سب حاضران مجلس کو پسند پڑا ۔ امیر نے مہربان ہو کر اسے تھوڑا اوپر بٹھلایا ۔ دوسرا اور مسئلہ پوچھا ، اس کا بھی جواب معقول دیا ۔ پھر تو امیر نے اسے اپنے نزدیک جا دی ۔ سب عالم رخصت ہوئے ، اسے بٹھلائے رکھا کہ مجھے کچھ کہنا ہے ۔ اتنے میں اس محفل میں شراب کا دور چلا ۔ اس نے تب کھڑے ہو کر کہا کہ امیر نے اپنی قدر دانی سے مجھ کنگال شکستہ حال کو ذرہ سی عقل کے سبب اتنے درجے کو پہنچایا ۔ اب میں ڈرتا ہوں کہ شراب کے پینے سے عقل سلب نہ ہو جاوے ۔ کچھ ایسی حرکت صادر نہ ہو جو جہاں پناہ کو پسند نہ آوے ۔ امیر نے یہ سن کر اسے معذور رکھا اور ہزار دینار بخشے ۔ فائدہ اس حکایت سے یہ ہے کہ شراب امیر کے روبرو پینا بے ادبی سے خالی نہیں ۔ اور علم سیکھنا سب سے بہتر ہے ، کسی وقت کام آ رہتا ہے ۔

حکایت ۲

ایک دن نوشیرواں نے وزیر سے پوچھا "جہان میں سب چیز پر مقدم کیا ہے؟" جواب دیا "عورت اور موت اور حاجت۔" پوچھا "کیونکر؟" کہا "عورت نہ ہوتی تو تو کہاں سے پیدا ہوتا اور موت نہ ہوتی تو یہ سلطنت تجھے نہ پہنچتی اور حاجت نہ ہوتی تو میں تیرے سامھنے (سامنے) کیوں کھڑا رہتا۔"

حکایت ۳

ایک برہمن نے کسی راجا سے کہا "دانا کو چاہیے کہ تین کام کرے تو چین سے زندگانی بسر ہو: پہلے یہ کہ زیر دستوں کی تواضع و تعظیم بجا لاوے اور بہادروں سے رفق و مدارا رکھے اور زیردستوں کو انعام بخشے، جیسا کہ نقل ہے:

ایک گیدڑ نے کسی جنگل میں دیکھا کہ ایک خوک موا پڑا ہے۔ ہر چند یہ بھوکا تھا، پر اندیشہ کیا کہ شاید یہ طعمہ شیر کا ہو، اسے جلدی کر کے کھا جاؤں تو وہ مجھے ہلاک کرے گا۔ بھلا دیکھ تو لیا چاہیے کہ یہاں کوئی دشمن ہے کہ نہیں۔ تھوڑی دیر میں دیکھا کہ ایک شیر چلا آتا ہے۔ شغال نے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔ مؤدب حضور میں کھڑا رہا۔ شیر نے پوچھا کہ کچھ طعام یہاں میسر ہے؟ بولا "جہاں قدم مبارک آویں کس چیز کی کمتی رہے۔ پر میں جانتا ہوں کہ

بادشاہ کی طبیعت غذائے لطیف کی طرف اکثر مائل ہے ۔ جب تلک اپنے ھاتھ سے حلال نہیں کرتا ، نوش جان نہیں فرماتا ، مردار سے پرھیز رکھتا ہے ۔ یوں تو ایک خوک سقط ھوا یہاں پڑا ہے ۔'' شیر یہ سن کر خوش ھوا اور بولا '' وہ میں نے تجھ ھی کو بخشا ۔'' یہ کہہ کر چلا گیا ۔

شغال نے سوچا ، ذرہ اور ٹھہریے ، کوئی اور دشمن تو نہیں ۔ اتنے میں ایک چیتا آیا ۔ اس نے اس کی بھی پیشوائی کی اور کہا کہ شیر ایک خوک شکار کر کے مجھے رکھوالی چھوڑ گیا ہے ۔ اس کے پاؤں کے نشان بھی زمین پر موجود ھیں ۔ چیتا وہ نقش پا شیر کے دیکھتے ھی چلتا ھوا ۔ ووھیں ایک بندر آیا ۔ گیدڑ نے اسے ضعیف سمجھ کر دل میں کہا ، اب حیلے کی کچھ حاجت نہیں ، بلکہ مروت یہ ہے اس بے چارے کو محروم نہ کیا چاھیے ۔ تھوڑا گوشت اس کے آگے ڈال دیا اور باقی آپ چٹ کر گیا ۔ کہاوت ہے '' جیسا منہ ویسی چپیڑ ۔''

حکایت ۴

کہتے ھیں کہ کسی جنگل میں ایک شیر رہا کرتا اور وھاں تین ارنے بھینسے ایک سپید ، دوسرا سیاہ ، تیسرا سرخ ، یہ بھی سکونت رکھتے ۔ یہ جو ان پر قصد کرتا تو تینوں متفق ھو جاتے ، اس کا قابو ان پر نہ پڑ سکتا ۔ ایک روز سپید بھینسا کہیں گیا تھا ۔ شیر نے سیاہ و سرخ بھینسے سے کہا '' مجھے ڈر ہے کہ سپید بھینسا ھمیں فضیحت کرے گا ، کیونکہ کوئی

آدمی ادھر آ نکلا تو اُس رنگ کے سبب ھم پر آفت آوے گی ۔ صلاح یہ ھے کہ تم کہو تو اُس کا دغدغہ مٹا دوں ۔ اُسے مار ڈالوں تو ھم تینوں بے کھٹکے یہاں رھا کریں ۔'' وے راضی ھوئے ۔ جب وہ آیا ، شیر نے چھپ کر اُسے لے ڈالا ۔ تھوڑے دنوں کے بعد شیر نے لال بھینسے سے کہا '' ھم تم دونوں ھم رنگ ھیں ۔ وہ کہاوت ھے '' ھم رنگ ضرر ندارد '' یہ کالا غیر جنس بیگانہ معلوم ھوتا ھے ۔ اس کو اپنے میں رکھنا عیب ھے ۔ کہے تو اسے مار ڈالوں ۔ پھر ھم دونوں بے فکر مزے سے رھیں گے ۔'' اُس نے رضا دی ۔ جب کالا بھینسا آیا ، شیر نے اُس کا بھی کام تمام کیا ۔ کئی دن کے بعد شیر بھوکا ھوا اور لال بھینسے کے گوشت پر دانت رکھا ۔ قصد کیا کہ اُسے مار ڈالے ۔ تب اس نے حیرت زدہ ھو کر کہا '' میں تو اُسی دن مر چکا تھا کہ تو نے سپید بھینسا مارا تھا ۔'' سچ ھے ، پھوٹ ایسی ھی بلا ھے ۔

حکایت ۵

ایک شخص نے افلاطون سے کہا '' آج فلانا آدمی تجھے سراھتا تھا ۔'' حکیم نے یہ سنتے ھی سر نیچے کر لیا اور نہایت اندیشے میں گیا ۔ تب اُس نے کہا '' اے حکیم ! تجھے کیا اندیشہ پڑا ؟ میں نے تو کچھ بری بات نہیں کہی ۔'' جواب دیا '' تیری بات کی مجھے فکر نہیں ، پر سوچتا ھوں کہ مجھ سے ایسی کیا بے وقوفی ھوئی جو اُس جاھل کے پسند آئی ۔ جب تلک نادانی نہ ھووے نادان پسند نہیں کرتا ۔''

آٹھواں باب حیا و عفو و ہمت و صبر و اخلاق کا

حکایت ۱

امیر مامون کے عہد کا ذکر ہے کہ ایک اعرابی ریتلے تھل میں رہا کرتا ۔ سب کوئے (کنویں) اُس نواحی کے کھارے تھے ۔ پانی آسمان پر سے بھی برستا تو شور زمین کے سبب کھارا ہو جاتا ۔ وہاں کی خلقت نے میٹھے پانی کا مزہ مطلق نہ چکھا تھا ۔ قضا کار وہاں کال پڑا ۔ ہر کوئی کہیں کا کہیں نکل گیا ۔ اس اعرابی نے بھی اُس دیس سے مسافرت اختیار کی ۔ چاہا کہ امیر کے پاس التجا لے جاوے ۔ امیر اُن دنوں کوفے کے قرب و جوار لب آب فرات شکار کھیل رہا تھا ۔ جب یہ اپنی حد سے باہر نکل کسی گھیرے کے نزدیک پہنچا ، دیکھا ایک ڈبرے میں پانی برس کر اکٹھا ہو رہا ہے ۔ اس نے اُس میں سے کچھ پیا تو اچمبھا کیا کہ جگ میں ایسا بھی میٹھا پانی ہوتا ہے ! ہو نہ ہو یہ نیر مقرر بہشت کا ہے ۔ پروردگار نے میری خاطر جنت سے اُتارا ۔ بہتر یہ ہے یہاں سے مشک بھر کر تحفہ امیر کے پاس لے جاؤں ۔ البتہ وہ خوش ہو کر مجھے انعام دے گا ۔ آخر وہ آب لے کر امیر کی خدمت میں پہنچا ۔ پوچھا " تو کہاں سے آیا ؟" کہا " فلانے ضلعے سے اور ایک تحفہ بھی لیتا آیا ہوں جو کسی بادشاہ کو میسر نہ ہوا ہو گا ۔ یہ جل خلد کا خوش ذایقہ

ھے ۔'' امیر نے عقل سے دریافت کر کے کہا '' اچھا دے جو میں پیؤں ۔'' اعرابی نے وہ مشک آگے رکھ دی ۔ امیر نے چلو ایک اس میں سے پیا اور باقی کوزوں میں بھروا لیا ۔ فرمایا '' تیری کیا حاجت ھے ؟'' بولا '' اے امیر کال نے جنم بھم سے مجھے اکھاڑا ، گھر سے بے گھر کرکے در بہ در بھٹکایا ۔ اب تیرے دامن کا آسرا لیا ھے ۔'' امیر نے کہا '' میں تیری حاجت روا کرتا ھوں ، بشرطیکہ تو یہیں سے پلٹ جاوے ، آگے نہ بڑھے ''۔ وہ اس بات پر راضی ھوا ۔ پھر امیر نے وہ مشک زر سے پر کروا دی ، بدرقہ ھمراہ دے کر اسے گھر بیٹھا کر دیا ۔ تب مقربوں نے پوچھا '' اسے پلٹا دینے میں کیا حکمت تھی ؟'' فرمایا '' جو وہ چند قدم اور بڑھتا ، فرات کا پانی پیتا تو ایسا تحفہ لانے سے خجالت کھینچتا ۔ مجھے حیا آئی کہ کوئی میرے پاس تحفہ لا کر شرمندہ نہ ھو ۔''

اس طرح نظام الملک وزیر کا دستور تھا جو کوئی پھل پھلاری اس کے روبرو لاتا تو اکیلا نہ کھاتا ۔ جتنے حاضر ھوتے سب کو بانٹتا ۔ ایک روز ایک مالی تین ککڑیاں تحفہ لایا ۔ وزیر نے ان میں سے ایک پھانک بھی کسو کو نہ دی ، آپ ھی نے تینوں کھائیں ۔ تب پوچھا '' آج حاضران مجلس سب کے سب ان سے محروم آپ کا منہ تکتے رھے ۔'' جواب دیا '' جو میں نے ایک ککڑی چکھی تو کڑوی تھی ۔ اسی طرح دوسری ، تیسری ، تینوں تلخ نکلیں ، اس لیے میں نے کسو کو نہ دیں کہ شاید کوئی بول اٹھے ککڑیاں تو کڑوی ھیں ۔ وہ غریب تحفہ لا کر شرمندہ ھووے ۔ مجھے حیا آئی کہ اس کا عیش شیرین اس انفعال سے تلخ نہ ھو جاوے ۔

پیمبر سے اس طرح فرمان ھے
حیا جس میں ھے اُس میں ایمان ھے
حیائے صدف کا وہ اخلاق در
کہ جس کا دو جگ میں بڑا نام ھے

حکایت ۲

سلمان فارسی رض کسی شہر کا حاکم تھا ۔ اُس کی یہ عادت تھی کہ نت کمل پہنے رھتا ، پیادہ پھرتا ، گھر کا سودا سلف اپنے ھاتھ کرتا ۔ کسی شخص نے ایک پوٹ آٹے کی خرید کی ۔ اسی تاک میں تھا کہ کسو کو بیگار پکڑے ۔ سلمان کو جاتے دیکھ کر بیگار پکڑا ، نہ پہچانا ۔ پوٹ اُس کے سر پر رکھی اور لے چلا ۔ ایک شخص نے راہ میں دیکھ کر کہا " اے امیر ! یہ بوجھ کہاں لیے جاتے ہو ؟" وہ آدمی یہ حالت دیکھتے ھی قدم پر گر پڑا اور عذر کرنے لگا کہ بندے سے نا دانستہ حرکت ھوئی ، معاف کیجیے اور یہ بوجھا سر سے آتار ڈالیے ۔ آپ کے قدم کی خاک جو سرمہ کروں تو بجا ھے "۔ کہا " نہیں ۔ میں نے قبول کیا ھے کہ یہ گٹھڑی تیرے گھر تک پہنچا دوں ۔" آخر نہ آتاری اور اُس کے گھر میں پہنچا کر کہا " میں نے تیرا کام کیا ۔ اب تو بھی مجھ سے عہد کر کہ پھر کبھی کسو کو بیگار نہ پکڑے ۔ اتنا لے جو اُٹھا سکے اور کسی سے بے مروت ھونا نہ پڑے ۔"

حکایت ۳

ھارون الرشید نے ایک عالم سے پوچھا کہ کوئی ایسا پھندھے جس سے دامن دولت ھاتھ سے نہ چھوٹے اور پائے اقبال گتا رھے - بولا " گناہ ، گناہ گاروں کا معاف کرنا ، تا کہ جن کا گناہ معاف ھوا ھووے تیرے احسان مند رھیں اور گناہ گار تیرے عفو سے نراس نہ ھوویں -

حکایت ۴

کہتے ھیں کہ حجاج کتنے ایک گناہ گاروں کو اپنے روبرو سیاست کر رھا تھا اور اُن کے حال پر بے اختیار روتا - تب ایک مصاحب نے کہا " جو سیاست اُن کی موقع پر ھے تو یہ شفقت کیسی ھے اور جو رونا مناسب ھے تو سیاست کس لیے دیتے ھو ؟" بولا " آدمی کی زندگی آدمی کے مارنے سے ھے - ھر چند سیاست کرنا رئیس کو ضرور پڑا ، پر شفقت نہ چھوڑی چھاھیے ، کیونکہ بادشاہ بمنزلۂ سر ھے اور رعیت بمنزلۂ دھڑ - کبھی ایسا اتفاق ھووے کہ سر کی سلامتی کے لیے تن سے کسی عضو کو جدا کریں ، تو سر بھی البتہ اُس بند کی خاطر روتا ھے - اسی طرح بادشاہ مصلحت جان کر رعیت میں سے کسی کو سیاست کرے تو اُس بے چارے کے حال پر رووے ، تا روز قیامت اُسے مواخذہ نہ ھووے -" اتنے میں ایک شخص نے اُن گناہ گاروں میں سے کھڑے ھو کر کہا " اے امیر ! ھم تو گناہ کے سبب عذاب کے

سزا وار ھیں ، پر کیا رحم کرنا تیرے لایق نہیں ؟ گو ھم نے گناہ بد بختی سے کیے ، تو اپنے حلم و کرم کی طرف دیکھ ''۔ یہ سنتے ھی حجاج نے اُس کی بیڑیاں کٹوا دیں ۔ اُس کے طفیل سے اور سب کو آزاد کیا اور کہا '' جو تو یہ بات پہلے کہتا تو میں سب کو بخش دیتا ، ایک بھی نہ مارا پڑتا ۔'' سچ یہ ھے سیاست بغیر عفو و مرحمت ملک تاراج کرتی ھے اور فقط حلم و عفو سے بدون سیاست بندوبست ریاست نہیں ھوسکتا ۔ وہ کہاوت ھے '' نہ اتنا کڑوا ھو جو زبان پر نہ رکھیں ، نہ اتنا میٹھا کہ گھول کر پی جاویں ''۔

حکایت ۵

ایک بادشاہ نے اپنے دل میں غور کی کہ عارضۂ جسمانی کے لیے میرے نزدیک طبیب ھیں ۔ کچھ بھی مرض حادث ھووے تو اُس کا علاج کریں ، مگر بیماری' اخلاق جو میری سرشت میں سمائی ھے ، اُس کا تو کچھ معالجہ کیا چاھیے ۔ ایک عالم سے جو اُس کا کمال معتمد تھا بولا '' میں نے اسی لیے سب پر تجھے بزرگی دی ھے کہ مجھ سے نصیحت دریغ نہ کرے ۔ مجھ میں یہ سخت بد خو ھے کہ جب غصہ مجھے چڑھتا ھے تو کچھ نہیں سوجتا (سوجھتا) ، اپنے سے باھر ھو جاتا ھوں ۔ یہ علت کس طرح دفع ھو ؟'' بولا '' غصہ ایک نشہ ھے ۔ جب غالب ھوا تو اُس کے خمار میں انسانیت نہیں رھتی ۔ جب وہ اترا تو انسان پچھتاتا ھے ۔ اس واسطے کسو کو حالت غضب میں سزا مت دے ۔ جب غصہ

جاتا رہے ، اُس مقدمے کو تنقیح کر ۔ جو عفو کے لایق ہو درگزر کر اور تنبیہ کے قابل ہو تو سزا اُس کی تقصیر کے موافق تجویز کر ۔ اگرچہ حلم اول زہر لگتا ہے ، پر اُس کا چسکا پڑا تو شہد سے شیریں لگے ۔" شاہ نے یہ بات قبول کی اور ارکان دولت کو فرمایا " اگرچہ غصے میں سیاست کا حکم کسی پر کروں ، لیکن تم ایک روز کا توقف رکھو ، پھر مجھ سے ظاہر کرو ۔ اُس وقت جو کہوں عمل میں لاؤ ۔" جو یہ دستور مقرر پایا ، کم گناہ گار اُس کے عفو سے بے نصیب رہا ۔

آتش خشم آب حلم بجھائے

حکایت ٦

پرویز شاہ کسی درباری پر ناخوش ہوا ۔ چند روز قید کر کے چھوڑ دیا ۔ دربار میں اُس کا آنا جانا موقوف ٹھہرا ۔ بے کاری کے سبب یہ روٹیوں تک محتاج ہوگیا ۔ ایک روز اس نے خبر پائی کہ آج بادشاہ فلانے مکان میں جشن کیے خوشی سے بیٹھا ہے ۔ یہ اپنے دوستوں سے گھوڑا اور کپڑوں کا جوڑا عاریت مانگ کر وہاں گیا ۔ دربان چوب داروں نے خیال کیا کہ اس کی تقصیر معاف ہوئی ہوگی ، کوئی نہ سمجھا کہ بدون پروانگی آیا ہے ۔ یہ تو جاتے ہی ہر ایک کام کی سربراہی میں لگا ۔ بادشاہ نے اُسے دیکھا ۔ ہر چند ناخوش تھا ، پر ویسی خوشی کے وقت سیاست کرنا مناسب نہ سمجھا ، دیدہ دانستہ طرح دے گیا ۔ اس میں اُس نے جو فرصت پائی ، پان سیر ایک کا سونے کا طباق قبا کے

دامن تلے چھپا لیا اور وہاں سے نکل کر اپنے گھر چلا آیا ۔ اُسے توڑ موڑ کے مزے سے گزران کرنے لگا ۔ مگر یہ حرکت بادشاہ نے اپنی آنکھوں دیکھی تھی ۔ دوسرے دن خدمت گار طباق کی ہر کہیں جست و جو کرنے لگے ۔ کئی آدمیوں پر بھرم رکھا چاہتے تھے کہ انھیں مار کوٹ کر قبول کروائیں ۔ شاہ نے کہا "تم کیوں جھگڑتے ہو ؟" بولے "طباق زرین جاتا رہا ، ہم اُس کا کھوج لگاتے ہیں"۔ فرمایا "ان غریبوں کو چھوڑ دو ، جو لے گیا ہے سو نہ دے گا اور جس نے لے جاتے دیکھا ہے وہ بھی نہ بتلاوے گا ۔" برس کے بعد پھر اُسی جگہ بادشاہ نے جشن کروایا ۔ اُس درباری نے بھی کپڑے مانگ تانگ کر پھر اپنے تئیں اُسی طرح پہنچایا ۔ شاہ نے اُسے نزدیک بلا کر کان میں کہا "مگر طباق خرچ ہو چکا ہوگا ۔" تب تو اُس نے آداب بجا لا کر کہا "حضور کی اعتراضی کے سبب جب جان سے بہ تنگ آیا تو یہ حرکت کی کہ کسی طرح اس زندگی کے وبال سے چھوٹ جاؤں ۔" شاہ کو اس بات پر ترس آیا ۔ اُس کی تقصیر معاف کرکے بدستور خدمت پر بحال کیا ۔

حکایت ۷

کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ کے یہاں ایسا باز تھا کہ اُس کے روبرو پرندہ پر نہ مار سکتا ۔ ایک اڑان میں سارے جہان کے گرد پھر آتا ۔ ایک روز شاہ نے وہ باز کسی شکار پر چھوڑا ۔ اُڑتے اُڑتے ناگاہ ایک بڑھیا کے گھر میں ، جو بڑھاپے سے ہڈیوں

کا کوڑا بن کر زمین سے لگ گئی تھی ، جا پڑا ۔ بڑھیا نے اُسے پکڑ لیا ۔ کبھی باز کو نہ دیکھا تھا ، سمجھی یہ پروں کے بوجھ سے حرکت نہیں کر سکتا ۔ سارے پر نوچ ناچ لنڈ منڈ بنا کر تھوڑا دانہ اُس کے آگے ڈال دیا ۔ باز نے دانے پر رخ نہ کیا ۔ بڑھیا نے جانا اس کی چونچ جو ٹیڑھی ھے ، کہیں اس لیے چگا نہیں جاتا ۔ مقراض لے کر منقار کتر ڈالی ۔ جب دیکھا کہ اب بھی کچھ دانہ نہیں چگتا ، بولی "ھے ھے ! اس بے چارے کے ناخن بڑھ گئے ھیں ۔" انھیں بھی کاٹ ڈالا ۔ اس میں بادشاہ نے منادی پھروائی جو کوئی باز لاوے گا وہ سرکار سے بڑا انعام پاوے گا ۔ وہ پیر زال یہ ندا سن کر اُس باز کو بادشاہ کے روبرو لے آئی ۔ شاہ نے اُس کے پر اُکھڑے اور چونچ اور ناخن کٹے جب دیکھے بولا "جو کوئی ھمارا ھاتھ نا پسند ٹھہرا کر بڑھیا کی جھونپڑی اختیار کرے اُس کی یہی سزا ھے ، جیسا کہ کہہ گئے ھیں " بادشاہ ایک باز ھے جو ھوائے اقبال پر اُڑ کر ھمائے دولت کو شکار کرے ، بادشاھی عالی ھمت کے ھاتھ میں رھے تو سیمرغ جہاں کو پکڑ لیوے اور طاؤس دولت کا جلوہ عالم کو دکھلاوے ۔ برخلاف اُس کے جو ظالم کم ھمت کے ھاتھ لگے تو چونچ طنطنۂ جہانگیری و ناخن دبدبۂ جہاں داری کے کاٹ ڈالے اور پر و بال دولت و اقبال کے اکھیڑے ۔

جوان صاحب ھمت بلند سر ھووے
مثال باز ھر اک جانور پہ ور ھووے
نگاہ تنگ وھی ھے جو ھووے بے ھمت
ھمیشہ چیل کی مردار پر نظر ھووے

حکایت ۸

جب حاتم کی سخاوت شہرۂ آفاق ہوئی ، قیصر روم نے چاھا کہ اُسے آزماوے - ایک آدمی کے ھاتھ سو اونٹ سرخ بال اور سیاہ چشم کے درخواست کر بھیجے - اُس وقت حاتم کے یہاں ایک بھی اونٹ موجود نہ تھا - اپنی برادری سے کہا کہ ہر ایک شخص ایک ایک اونٹ مجھے اُدھار دیوے ، چند روز میں ادا کردوں گا - بارے قرض دام کرتے سو اونٹ قیصر پاس بھجوا دیے - قیصر نے جواں مردی سن کر تعجب کیا اور سب شتر عمدہ کپڑے کی قسم سے بار کروا کر حاتم کی طرف روانہ کیے - حاتم نے جن سے وے اونٹ خالی لیے تھے، لدے لدائے جوں کے توں سب کے سب انھیں دے ڈالے ، اپنے نزدیک کچھ نہ رکھا - جب قیصر کو یہ خبر پہنچی ، نہایت متعجب ہو کر بولا ''سچ ھے اس دور قمر میں مثال خورشید حاتم لاثانی ھے -''

جواں مردوں کا باقی نام رہ جاے

حکایت ۹

ابراھیم ادھم نے ایک شخص تونگروں میں سے دیکھ کہ گھوڑے پر چڑھے کعبے کا طواف کر رہا ھے - یہ بات اُسے نا مناسب معلوم ھوئی - جب مکے سے پھرے وہ شخص قافلے سے بچھڑ گیا - بدوؤں نے اُسے ننگیا لیا - پا پیادہ اُس گرم بالو میں چلتا تھا - ابراھیم نے پیچھے سے آ کر اُس کی یہ حالت دیکھی

تو کہا - ''جہاں سب پیادے چلیں وہ سوار ہو کر چلے - ایسا بے ادب پیادہ چلا چاہیے جہاں سب سوار چلیں -''

حکایت ۱۰

ایک شیر کسی جنگل میں رہا کرتا - ایک بھیڑیا اور لومڑی دونوں اُس کی خدمت میں حاضر رہتے - اُس کے بچے بچائے سے اپنا پیٹ بھر لیتے - ایک روز شیر نے ایک شکار مار کر گرگ کو اشارت کی ''تو ہم میں اسے تقسیم کر دے -'' اُس نے تین بانٹے کر کے ہر ایک کو ایک حصہ دیا - شیر نے وہ مساوات دیکھ کر گرگ کے ایسا طمانچہ مارا کہ سر الگ جا پڑا - پھر لومڑی سے کہا ''یہ گوشت ہم دونوں میں بخرا لگا -'' اُس نے سب کا سب اُس کے آگے رکھ دیا -'' شیر نے پوچھا ''یہ ادب تو نے کہاں سے سیکھا ؟'' بولی ''اس بھیڑیے کے مارے جانے سے -'' پس اس حکایت سے یہی نکلتا ہے کہ آداب سلطانی ضرور ہے - اُنھیں ہمسری خوش نہیں آتی - مرد کو لازم ہے ادب نگاہ رکھے - اپنے مرتبے سے قدم آگے نہ بڑھاوے - وہ کہاوت ہے :

جو خال اپنی حد سے بڑھا سو مسا ہوا

حکایت ۱۱

اگلے زمانے میں ایک شخص زاھد حرف شکایت کبھی زبان پر نہ لاتا - کچھ مصیبت پڑتی تو صبر کو کام فرماتا - گویا جامہ صبر کا اُس کے جسم پر قطع ھوا - اُس کا لقب بوصابر تھا - جس گاؤں میں اُس کی بود باش تھی اُسی نواحی میں ایک جوڑا شیر کا آ رھا - آدمی حیوان بہت سے ضایع کیے - گاؤں کو ایسا تنگ لایا کہ اُجاڑ ھونے پر آیا - سب باشندے گاؤں کے اُس کے پاس آ کر بولے ”ان شیروں کے ھاتھ سے ھمارا ناک میں دم آیا ، کہے تو انبوہ باندھ کر مارنے کو کل اُن پر چل دیں ؟“ بولا ”میری صلاح سنتے ھو تو صبر کرو ، اسی میں بھلائی ھے - کیونکہ یہ شیر ھیں ، کچھ کھلونا نہیں ، جو ھر ایک بازاری لے ڈالے -“ سب نے اُس کے کہے بہ موجب صبر کیا - اُسی ھفتے میں اُس ولایت کا شاہ شکار کھیلتا ھوا اُدھر آ نکلا - خبر ھوئی کہ یہاں شیروں کا آکھر ھے - برق انداز پہنچ گئے ، انھیں مار گرایا - بوصابر نے تب گاؤں والوں سے کہا ”دیکھو صبر ایسا ھے جو تم اُنھیں ذات سے مارنے جاتے تو وے بہتیروں کا سر پھوڑتے اور تم سے مار نہ کھاتے -“

چند روز کے بعد ایک عامل واسطے تحصیل کے اُس گاؤں میں آیا - دو پٹ پیسا رعیت پر بٹھایا ، ظلم زیادتی مار دھاڑ بہت سی کرنے لگا - تب کتنے ایک مشٹنڈے[1] گاؤں سے جمع ھوئے اور رات کے وقت اُس عامل کو مار ڈالا اور آپ بھاگ گئے - سب گاؤں والے بوصابر کے پاس آ کر بولے ”چل بادشاہ کے یہاں

---

(۱) اصل متن میں ”مستنڈ ے“ ھے -

چلیں ۔ اپنی عاجزی کر کے اُس سے آمان مانگیں تو ان جوانوں کے بدلے هم بوڑھے ٹھیروں پر آفت نه آوے ۔" بولا "تمھاری خوشی هو تو جاؤ ، میں تو ابھی صبر کروں گا ۔ دیکھوں تو سہی زمانے سے کیا حادث هوتا ھے ۔" بارے وہ گاؤں والے بھی شاہ کی حضور میں نه گئے ۔ جب یه خبر عامل کے مارے جانے کی شاہ کو پہنچی ، لشکر تعینات هوا ۔ آتے هی گاؤں گھیر لیا ۔ خونی تو نکل گئے پر گاؤں والے بے چارے تباہ هو گئے ۔ بوصابر سے بولے "همارے ساتھ شاہ کے پاس چل تو اپنا حال ظاهر کریں ۔" اس نے وهی جواب دیا که صبر کرو ۔ بولے "تیرے صبر نے تو هماری یه حالت پہنچائی ، اب آگے کیا کیا چاهتا ھے ؟" آخر اکٹھے هو کر بادشاہ کے پاس گئے اور اپنا احوال گزارش کیا ۔ فرمایا "پہلے سے آتے تو گاؤں کاھے کو خراب هوتا ۔" بولے "همارے گاؤں کا مقدم ایک مرد زاھد ھے ۔ هم پر کچھ حادثه پڑے تو اُسی سے مشورت کرتے هیں ۔ اُس نے آنے کی صلاح نه دی تھی ، تس پر هم اُس کے برخلاف کر کے چلے آئے هیں ۔" شاہ نے کہا "جو لوگ پامال هو گئے اُن کو سرکار سے تقاوی ملے اور گاؤں کوٹ کی مرمت هووے ۔ وہ شخص جو صبر کرنے کہتا ھے اُسے گاؤں سے بدر کرو که تو صبر کر جب تک تیرا اسباب درست هو ۔ داروغے نے بوصابر کو دیس نکالا ۔ لا چار اُس نے صبر کیا ۔ جورو اور دو بیٹے ساتھ لے کر کسی سمت کو چل دیا ۔ رستے پر جنگل میں چوروں نے اُسے ملایا ، سب جھاڑا لیا ۔ کچھ نه دیکھا تو دونوں لڑکے چھین لیے که ان کو بیچ کر نقل کریں گے اور مزے آڑاویں گے ۔ اُس نے صبر کیا ، دم نه مارا ، آہ و نالے کا تو کیا ذکر ھے ۔ مگر جورو رونے لگی ۔ کہا "اے عورت ! صبر کر ۔" جاتے جاتے

ایک گاؤں کے نزدیک پہنچا - قبیلے کو باہر بٹھلا کر آپ گاؤں کے اندر گیا تا کہ کچھ کھانا خرید لاوے - اُدھر ایک سپاھی جہاں وہ عورت بیٹھی تھی ، وھاں آ گیا - اُس صورت شکل اسلوب پر بیابان میں تنہا دیکھ کر چاھا کہ کچھ قصد کرے - بولی ” مجھے ھاتھ مت لگا ، میں غریب دکھیاری ایک درویش کی جورو ھوں - میرا خاوند اس گاؤں میں گیا ھے - تیرے ارادے سے واقف ھوا تو بادشاہ سے فریاد کر کے تجھے سیاست دلا وے گا -“ وہ لشکری ناپاک بے باک تھا - عورت کی بات خیال میں نہ لایا - جھونٹے پکڑ کر کھینچا - جب عورت اُس کے ھاتھ سے عاجز آئی ، یہی احوال خامۂ انگشت سے صفحۂ خاک پر لکھا - بوصابر جب وھاں آیا ، تو عورت کو نہ دیکھا ، مگر وہ لکھا پڑھ کر حیرت و حسرت سے قریب تھا کہ پٹکی کھا کر جان دیوے ، مگر صبر کے آسرے سے ٹکا رھا -

جوں خم مے آتش دل سے ھے گو جوشش مجھے
لب پہ ھے سہر خموشی اور خورش خون جگر

اسی طرح دل خستہ و خاطر شکستہ شہر کا قصد کیا - وھاں کا امیر ایک قلعے کی تعمیر کروا رھا تھا - کوئی بدیسی اُس شہر میں آتا تو وہ سنگ دل اُسے بیگار پکڑ کر اینٹ گارا اُٹھانے لگاتا - یہ جو وھاں پہنچا ، اسے بیگار پکڑ لیا - ٹوکری کیچڑ اُٹھانے کی اُس کے حوالے کی - سارا دن یہ محنت کرتا رھتا ، سانجھ کو چھٹی ملتی ، دو روٹیاں پاتا ، صبر سکونت کر کے رات کو وھیں پڑ رھتا - ایک روز ایک بیگاری سیڑھی پر سے نیچے گر پڑا - چوٹ لگنے سے واویلا کرنے لگا کہ الٰہی ! مجھے اس دکھ دھندے سے چھڑا دے - بوصابر نے کہا ” صبر کر ، چلا مت ، جو صبر کرے گا اُسے فرصت ملے گی -“ یہ بات بادشاہ نے

بھی سنی ، فرمایا '' یہ جو صبر کو کام فرماتا ھے اسے کوئے (کنویں) میں قید کرو کہ تو یہاں صبر کر ۔ آخر ویسا ھی کیا ۔ بوصابر کو چاہ میں اسیر کیا ۔ تب بھی اُس نے صبر کیا ، کچھ شکوہ زبان تک نہ لایا ۔ اور وہ بیگاری جو سیڑھی پر سے گر پڑا تھا ، اُسے کچھ دلوا کر بادشاہ نے آزاد کیا ۔ تھوڑے دن گزرے تھے جو اُس بادشاہ کی جور و جفا سے عاری ھو کر رعیت نے بلوہ کیا اور اُسے مار ڈالا ۔ اُس بادشاہ نے اپنی حیات میں اپنے بھائی کو مار ڈالا تھا ، پر لوگوں سے کہتا تھا میں نے اُسے کوئے (کنوئیں) میں قید کر رکھا ھے ۔ سب اُس کے بھائی کی تلاش میں ، اُسی چاہ پر جہاں بوصابر محبوس تھا ، آئے ۔ بادشاہ کا برادر سمجھ کر کوئے (کنوئیں) میں سے نکالا اور بادشاہ بنا کر تخت پر بٹھایا ۔ رعیت و سپاہ بہ خوبی حکم میں در آئی ۔ اس نے انصاف کو داد دی اور ستم کی بنیاد برباد کی کہ تمام ملک میں ساتھ عدل کے اُس کا نام مشہور ھوا ۔ اُس کی جورو جو لشکری کے ھاتھ میں گرفتار تھی ، یہ عدل سن کر دربار میں آئی کہ مجھ غریب کو یہ لشکری فلانے گاؤں سے زبردستی لے آیا ھے اور اذیت میں رکھا ھے ۔ بوصابر نے قبیلے کو پہچان کر محل میں بھجوا دیا اور لشکری کو سزا فرمائی ۔

ایک عالم کو تعجب آیا کہ یہ بادشاہ تو نیک تھا ، اب اسے کیا ھوا جو پرائی عورتیں چھیننے لگا ۔ اور اُن چوروں نے جو اُس کے لڑکے لے گئے تھے ، آپس میں یہ ٹھہرایا کہ یہ غلام بادشاہ کے نزدیک لے چلیں ، البتہ وہ بڑا انعام دے گا ۔ سوداگر بن کر لڑکوں سمیت دربار میں آئے ۔ بوصابر نے فرزند دیکھ سجدہ شکر کا بجا لایا ۔ محل میں انھیں بھیج دیا ۔ چوروں کو سولی چڑہایا ۔ خلقت نے تس پر بھی اچمبھا کیا ۔ بعد مدت کے اُس بادشاہ ظالم

پر ، جس نے اسے جلا وطن کیا تھا ، ایک غنیم فوج قاھرہ لے کر چڑھ آیا ۔ یہ اُس کے مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگا ۔ بوصابر کی پناہ میں آیا ۔ بوصابر نے اُس سے پوچھا '' تو مجھے پہچانتا ھے ؟ میں وھی ھوں جو صبر کرنے کے سبب تونے ناحق مجھے گھر سے بے گھر کیا تھا ۔ اب صبر کا ثمر مجھے مل رھا اور ظلم کا نتیجہ تو نے پایا ۔ پس صبر تین نوع پر ھے : '' پہلے صبر باوجود شہوت کے معصیت نہ کرے ، دوسرے مصیبت سے نہ گھبراوے ، تیسرے آرام چھوڑ کر عبادت بجا لاوے ۔

غزل

مت پیچ کھا جو رشتۂ مطلب میں ڈھیل ھے
کر صبر راہ منزل مقصد دلیل ھے
جنگل پکڑ کے شیر سکونت سے ھے عزیز
جو در بدر پھرے وھی کتا ذیل ھے
پھالی بنے شتاب سے لوھے کو قدر کیا
جو تاؤ بہت سے سہے تیغا اصیل ھے
حکماء یہ کہہ گئے ھیں کہ دارو سوائے صبر
اُس کو نہیں جو درد الم کا علیل ھے
جب تو یہ جانتا ھے مقدر میں ھو سو ھو
رکھ اختیار صبر فصبر جمیل ھے

نواں باب کسب و نمک حلالی و گدائی کا

حکایت ۱

حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ عادت تھی کہ لباس بدل کر راتوں کو اکیلا پھرا کرتا ۔ کوئی ملتا تو اُس سے پوچھتا کہ داؤد کی کیا خصلت ہے ، نیک یا بد ؟ ایک رات جبرائیل انسان کی صورت بن کر ملا ۔ داؤد نے پوچھا کہ داؤد کے حق میں تو کیا کہتا ہے ؟ جبرئیل نے کہا " داؤد پیغمبر ہے اور بادشاہ بھی ہے ، اور کیا کہنے کا ہے ، مگر ایک خصلت نہ ہوتی تو بہت اچھا تھا ۔" کہا " وہ کیا ہے ؟" بولا " جو روزی اپنے کسب سے پیدا کرتا اور بیت المال سے نہ کھاتا تو اُس کے جمال با کمال مین نقصان نہ ہوتا ۔" داؤد یہ سن کر پھرا اور جناب الٰہی سے رو رو کر التجا کی کہ الٰہ العالمین ! مجھے کوئی کسب نہیں آتا ، ایک حرفہ سکھلا کہ جس میں میرا قوت چلے ! حق تعالیٰ نے زرہ بنانا اُسے تعلیم کیا ۔ پس جب پیغمبروں نے کسب سے روزی پیدا کی ہو تو سب کو لازم ہے کسب سیکھیں ۔

حکایت ۲

شاہ کرمان کا ایک لڑکا تھا۔ آثار دانائی کے اُس کے قیافے سے ھویدا اور نشان نیک بختی کے اُس کے جبین سے پیدا تھے۔ جب وہ چودھویں رات کے چاند کی مانند بڑھ کر چودہ برس کا ھوا، شاہ نے چاھا کہ اُس ماہ کا کسی مشتری سے عقد باندھا چاھیے کہ قران السعدین ھو۔ لڑکے نے کہا " بابا جان! اول سبق اُستاد نے مجھے یہ دو انچھڑ پڑھائے کہ حرفہ مرد کو ھلاکت سے بچاتا، اور سفر سے کیسا ھی کچا ھو، پکا ھو جاتا ھے۔ جب تک کہ میں پیشہ نہ سیکھوں اور سفر میں نہ پڑوں، شادی نہ کروں گا۔" بادشاہ نے کہا " بیٹا! بادشاھوں کو پیشے سے کیا کام؟ اُن کا پیشہ تلوار اور نیزے کے کرتبے[1] اور کرتب ھیں، گھوڑے کا پھیرنا اور تیر اندازی و چوگان بازی، سو تو ان سب کاموں میں طاق ھے۔" لڑکے نے کہا " جو آپ فرماتے ھیں سو سب معقول ھے لیکن اس دولت کا کیا بھروسا۔ آج ھے اور کل نہیں۔ ھر وقت ھوا یکساں نہیں چلتی، ھمیشہ چشمہ جاری نہیں رھتا:

ھر ایک پاس یہ دولت تو آتی جاتی ھے
جہاں میں کم ھیں کہ جن سے سدا نبھاتی ھے
درست عہد تو دولت سے مت سمجھ ھرگز
یہ فاحشہ ھے ھزاروں سے رخ ملاتی ھے

بادشاہ نے فرزند کی دانائی پر عجب کیا۔ منادی پھروائی کہ جہاں تک اھل حرفہ ھے اپنا اپنا پیشہ شہزادے پر ظاھر کرے۔

---

(۱) مفہوم روشن نہیں ھوا۔

جس صنعت پر اُس کا دل چلے وہ سیکھے ۔ بارے سب پیشہ ور
جو جس کا کسب تھا ، صنف کے صنف ایک میدان میں گزری لگا
بیٹھے ۔ شہزادہ ھر ایک کو نگاہ میں لاتا ھوا اُدھر سے ھو چلا ۔
شہر گرگان سے ایک چٹائی بننے والا شہر کرمان میں آ بسا تھا ،
وہ چٹائی نہایت ستھری بنتا تھا ۔ شہزادے نے وہ پسند کرکے
چٹائی بننے کا حرفہ اختیار کیا ۔ اس گرگانی سے ایک مدت میں
سیکھ کر بوریا بافی میں لاثانی ھو گیا ۔ پھر بادشاہ سے سفر کی
اجازت طلب کی ۔ اُس بادشاہ کا یہ دستور تھا کہ ھر سال
خلیفہ کی خدمت میں کچھ سوغات شہر بغداد کو بھیجا کرتا ۔
کچھ تحایف شہزادے کے ساتھ کر کے کتنے ایک خاصوں سمیت
بغداد کو روانہ کیا ۔ بارے خیریت سے پہنچ کر بغداد کے باھر
ڈیرہ کھڑا کیا ، اس ارادے پر کہ کل خلیفہ کی خدمت میں
شرف دست بوسی حاصل کریں گے ۔ ایک غلام خاصہ شہزادے
کا ھم عمر تھا ۔ لڑکپن سے ایک ھی جگہ بڑے ھوئے تھے ۔
شاہ زادے نے اسے کہا ”کل خلیفہ کو خبر ھو گی ، بنے تو ھم
دونوں ابھی بغداد میں جاویں ۔ وھاں کا سیر تماشا دیکھ کر
گھڑی ایک کے بعد پھر آویں اور کل خلیفہ کی خدمت میں جانا
پڑے گا ۔“ آخر یہ دونوں اُٹھتے ھی سویرے سوار ھو کر
شہر میں گئے ۔ ادھر اُدھر پھر کر آپس میں کہنے لگے ”کچھ
ناشتا پہلے کر لیں تو خاطر جمع سے شہر اور ندی کا نظارہ کرنے
میں آوے ۔“ ایک طباخ جھودی مزے دار کھانا پکانے میں مشہور
تھا ، یے اُس کی دوکان پر آئے ۔ وہ بھٹیارا انھیں دیکھ کر اُٹھ
کھڑا ھوا اور بڑے تملق سے بڑھ کر انھیں دکان پر بٹھایا ۔ کہنے
لگا ”تم سار کے صاحب زادوں نجیبوں کو بر سر بازار بیٹھ کر
کھانا عیب ھے ، پچھواڑے گھر ھے وھاں چلیے ۔ طعام لے آتا ھوں ،

نوش جان فرمائیے ۔''

یے دونوں اُس کے ساتھ ایک گھر میں گئے ۔ گھوڑے سے جب اُترے دو زنگی غلام آن پہنچے ۔ ان کو پکڑ کر ہتھیار کپڑے ان سے مانگ لیے ۔ اُس حویلی میں ایک کوا (کنواں) تھا ، ان کی کمر میں رسی باندھ کر اس میں چھوڑ دیا ۔ اُس کوئے (کنویں) میں انھوں نے اور بھی کئی ایک قیدی دیکھے ۔ اُن سے پوچھا '' اس جہودی کا کیا دستور ہے ؟'' بولے '' اس ظالم کی یہ عادت ہے اسی حیلے سے دم دے کر آدمی کو یہاں لے آتا ہے اور قصائی بن کر اُسے پچھاڑ کر کاٹ ڈالتا ہے ۔ اُس کا گوشت تکا بوٹی کرکے پکا کر بیچتا ہے ۔ تمھاری طرح ہم بھی اجل گرفتہ اس کے دم میں گرفتار ہوئے ہیں ۔ اتنے میں جہودی آیا اور شہزادے کو کوئے (کنویں) سے باہر نکالا ۔ چھری تیز کرکے چاہتا تھا کہ اس بے گناہ کا گلا کاٹے ، شہزادے نے کہا '' اے جہود ! تیری غرض یہ ہے کہ مجھے ذبح کرنے سے کچھ تجھے فائدہ ہو ، سو وہ کتنا ؟ پر میرے ہاتھ میں ایسا ہنر ہے کہ مبلغ بے حساب تجھے حاصل ہو گا ۔'' جہودی نے کہا '' وہ کیا ہنر ہے ؟'' بولا '' میں ایسی چٹائی بنتا ہوں جو قابل فرش بادشاہ اور وزیر کے ہووے ۔ اُس کے بنانے کا سامان اور کچھ گھاس جنگل سے منگوا تو ابھی میں بنا کر دکھاؤں ۔'' جہود یہ سن کر اُس کے مارنے سے باز رہا ۔ گھاس اور سامان جو کچھ اس نے کہا ، غلام کے ہاتھ منگوا دیا ۔ شہزادے اور اُن قیدیوں نے مل کر نہایت پاکیزہ ایک چٹائی بنی ۔ جہودی اُسے بازار میں لے گیا ، اچھی قیمت اٹھی ۔ دوسرے روز ایک اور چٹائی تیار کرکے شہزادے نے کہا '' یہ چٹائی وزیر کے لایق ہے ، اسے وزیر کی خدمت میں لے جا ،

وہ تجھے بڑا انعام دے گا۔'' یہ وہ چٹائی وزیر کے پاس لایا۔
وزیر نے نہایت پسند کی، جہود کو خلعت بخشا اور قیمت
خاطر خواہ اسے دلوائی۔ تب تو جہود کو مزہ لگا۔ بولا
''کیا اس سے بھی بہتر تو بنا سکتا ہے جو لائق فرش خلیفہ کے
ہووے؟'' شہزادے نے کہا ''البتہ ایسی بنا دوں کہ خلیفہ
نے کبھی نہ دیکھی ہو، لیکن اس کا اسباب بہترین مہیا ہوا
چاہیے۔'' جو جو کچھ اس نے کہا، سو جہودی نے لا حاضر
کیا۔ شہزادے نے اپنی کاریگری سے بغایت لطیف ایک چٹائی
بنی۔ اسی بناوٹ میں تمام اپنا احوال گرفتاری کا اور جہودی
کی جفا کاری مفصل بیان کی۔ لپیٹ کر اس کے حوالے کی اور
کہا ''اسے خلیفہ کے روبرو کھولیو جو طے (تہہ) نہ بگڑے۔''
جہود خوشی خوشی وہ چٹائی دارالخلافت میں لے گیا۔ یساول
کے ھاتھ حضور میں بھیجی۔ خلیفہ نے فرمایا ''اسے کھولو۔''
جب وہ کھلی، رنگ اور صفائی اور بناوٹ دیکھ کر خلیفہ
حیران رہ گیا۔ جب اس کی کتابت پر نظر پڑی، پڑھ کر جہودی
کو اندر بلایا۔ پوچھا ''یہ کہاں سے لایا ھے؟'' بولا ''میرا
غلام واسطے تجارت کے گرگان گیا تھا۔ میں نے فرمایش کرکے
حضور کے لیے وہاں سے بنوا کر منگوائی ھے۔'' خلیفہ نے کہا
''سچ کہنا چاہیے، وہ غلام کون سا ھے؟ اسے حاضر کر
تا میں اس سے معلوم کروں اس کا بننے والا کون ھے۔'' جہود
نے کہا ''میں اسے لے آتا ہوں۔'' فرمایا ''تیرا جانا موافقت
نہیں کرتا، آدمی بھیج کر اس غلام کو بلوا لے۔'' تب لاجواب
ہو کر حیل و حجت بنانے لگا۔ پھر خلیفہ نے اسے وھیں رکھ
کر آدمی اعتباری اس کے گھر بھیجے۔ جب اس کے آدمیوں
کو مار پڑنے لگی اس کوئے (کنویں) کا نشان بتلایا۔ وہ

کہاوت ہے " پاپ کا گھڑا ایک نہ ایک دن پھوٹتا ہے ۔" شہزادے کو اُن بے چاروں سمیت جو اس کٹر سنگ دل بے حیا کے ھاتھ سے بچ رہے تھے، حضور پر نور میں لایا ۔ شہزادے نے خلیفہ سے مصافحہ کیا ۔ پھر اُس جھودی کو بڑے عذاب سے سیاست فرمائی ۔ مثل ہے "سو دن چور کے تو ایک دن ساہ کا ۔" اور مال بے انتہا اُس کے گھر سے نکلا ۔ سب شہزادے کو دیا اور سر و پا عنایت فرما کر اُس کے وطن کو رخصت کیا :

کسب کا رنج راحت کر دکھاوے
جو کاسب ہو کبھی ذلت نہ پاوے
حدیث مصطفیٰ ص ہے آ شکارا
کسب فقر و ھلاکت سے بچاوے

حکایت ۳

ایک بڑا ھی کنا چور ماوراء النہر سے نیشا پور میں آرھا اور بادشاھی خزانے کی جوہ لگا بہرصورت نقب کرکے خزانے کے پاس آیا اور جتنا جواھر اُٹھا سکا اُٹھا لیا ۔ پار کے منہ پر کچھ سفید چیز چمکتی پڑی ہوئی دیکھی ۔ اندھیری رات کے سبب سمجھا یہ گوھر شب چراغ ہے، اُٹھایا چاھیے ۔ اُٹھایا تو بھاری معلوم ہوئی ۔ عجب کیا یہ زور ھی چیز ہے جو ھاتھ کی اٹکل میں نہیں آتی ۔ بھلا اسے چکھ کر دیکھوں تو جیبھ پر اُس کا مزہ دریافت ہو ۔ جب زبان پر اُسے رکھا تو ذایقہ نمک کا معلوم ہوا، کیونکہ وہ گھر والوں کا تھا ۔ چور نے مال جوں کا توں وھیں رہنے

دیا ، اُس میں سے کچھ نہ لیا ، خالی ھاتھ چلا گیا ۔ دوسرے دن خزانچی نے یہ خبر بادشاہ کو پہنچائی کہ چور خزانے میں پار دے کر زر تک پہنچا ، پر کچھ لے نہ گیا ۔ یہ سن کر بادشاہ متعجب ھوا کہ ایں ! زر تک پہنچ کر نہ لے جانا کیا باعث ؟ منادی کرو کہ جس چور نے یہ کام کیا ، ھم نے اُسے امان دیا ۔ سرکار میں آ کر ظاھر کرے کہ ھاتھ لگے پر زر کیوں نہ لے گیا ۔

جب کئی روز اسی طور شہر میں ڈھونڈورا پیٹا رھا ، تب چور نے ھیا کرا کر کے بادشاہ کی خدمت میں آ کر کہا " یہ حرکت مجھ ھی سے ھوئی ۔" پوچھا " باوجود قدرت کے زر نہ لے جانے کا کیا موجب تھا ؟" بولا " اُس خزانے کے نزدیک ایک اُجلی چیز میری نظر پڑی ۔ گمان ھوا مگر یہ گوھر شب چراغ ھے ۔ اُسے اُٹھا کر میں نے زبان پر رکھا تو نمک تھا ۔ میں نے دل میں کہا اس بادشاہ کا نمک کھا کر نمک کا پاس نہ رکھنا اور حق نمک ادا نہ کرنا جواں مردی و مروت سے بعید ھے ، اس لیے میں نے وہ زر امانت وھیں کا وھیں چھوڑا ۔ اپنی خیانت سے باز آیا ۔" شاہ یہ بات سن کر نہایت خوش ھوا ۔ ایک خلعت فاخرہ اُسے بخش کر پچاس ہزار دینار انعام دیے اور اپنی سرکار کا کار باری بنایا ۔ سچ ھے نمک حلالی ایسی ھی ھے ۔ خدا سب کو نمک حلال رکھے ۔

الٰہی اُسی کا مددگار ھو
جو آقا سے اپنے وفادار ھو
کسی کا جو کھا کر دغا پھر کرے
خدا اُس پہ از غیب کی مار ھو !

حکایت ۴

ایک روز نیشا پور کے بازار میں کئی ایک سوداگر جمع ہو کر آپس میں بات چیت کر رہے تھے - ایک لڑکی برس بارہ ایک کی نوخیز ، چالاک و چست ، لطافت و ملاحت میں نکھ سکھ سے بہت درست ، مکھڑا چاند کا ٹکڑا ، ایک پرانا سا کپڑا جس میں جا بجا چندیاں لگی اور چھید پڑے ہوئے ، سارا اُس کا بدن بعینہ جیسے سورج کے کرن گھٹا کے تلے نظر آتا تھا ، ہر چند تکلف سے وہ ایک طرف چھپاتی دوسری طرف کھل کھل جاتا - جہاں سوداگر بیٹھے تھے وہاں آئی اور کھڑی ہو کر بولی '' اے خدا کے نوازو ! گھر کے بھرے پڑو ! مجھ غریب عورت پر رحم کرو ، کچھ دو دلاؤ - اگرچہ میں بڑے آدمی کی لڑکی ہوں ، پر زمانے کی گردش نے تو اس حالت کو پہنچایا - سوداگر یہ کچھ جمال با کمال دیکھ کر دنگ ہوگئے - ہر ایک نے ایگ ایک درم اُس کی ھتیلی پر رکھ دیا - اُن میں سے ایک نے کہا '' اے ماہ رو ! یہ کچھ جوبن خدا نے تجھے دیا ہے کہ ایک عالم تیری راہ پر اپنی آنکھیں رکھتا ہے - تو باوجود اس حسن و ادا کے گدائی کرتی پھرتی ہے ، خاوند کیوں نہیں کر بیٹھتی ، تو اس قلت و شدت سے چھٹکارا پاوے -'' بولی '' مجھ سی کنگال سے کون شادی کرتا ہے ؟'' سوداگر بولا '' میرے بھی پاس کچھ ایک پیسہ ہے - تیری خوشی ہو تو میں تجھے عقد میں لاؤں ، سب تیرے حوالے کروں -'' بولی '' میں راضی ہوئی تو کیا ، میرے والی رضا دیویں تو لگن لگے -'' بولا '' تیرے والی کہاں ہیں ؟ مجھے بتلا دے تو میں اُن سے تیری درخواست کروں -'' بولی '' اچھا تیں میرے پیچھے پیچھے چلا آ - اپنے باپ سے تجھے ملا دوں -'' سودا گر یہ شعر پڑھتا ہوا

اُس کے پیچھے ہو لیا ۔

تجھ گل اندام کی خوشبو پہ چلا آتا ہوں
خار کی طرح سے دامن سے لگا آتا ہوں

وہ لڑکی کسی گلی میں ہوکر سوداگر کو ایک دکان پر کھڑا کرکے آپ چلی گئی ۔ بعد ایک ساعت کے سوداگر کو کسی نے پکارا ۔ یہ اُس طرف کو چلا ۔ ایک حویلی کے اندر گیا تو دیکھا ایک مکان دلچسپ ، آراستہ ، فرش ستھرے بچھے ہوئے ، ایک پیر مرد خوش گفتار ، پاک دیدار ، ہنستا چہرہ ، چمکتی پیشانی ، بڑھ کر آگے آیا اور بڑی گرم جوشی سے خیر و عافیت پوچھی ۔ بڑے اعزاز و تکریم سے ایک سوزنی پر لا بٹھایا ۔ بعد ایک لحظے کے شربت پلایا ۔ پھر دستر خوان بچھا کر کھانا لطیف و لذیز روبرو رکھا ۔ جب کھانے سے فراغت ہوئی ، بوڑھے نے کہا ”صاحب کو کچھ رغبت ہے کہ کھانا ھضم کرنے کے لیے شراب خوش گوار کی طرف میل کریں ؟“ سوداگر نے کہا ”اچھا جیسی مرضی ۔“ لیکن دل میں سخت حیران تھا ۔ پیر مرد نے شراب پر کیفیت لا حاضر کی اور کئی پیالے پیہم بھر بھر کر پلائے ۔ جب پردہ حیا کا درمیان سے اُٹھا ، اس نے اُس بوڑھے سے پوچھا ”میں اچمبھے میں ہوں ۔ وہ لڑکی قبول صورت میں نے تو اس قدر عریاں دیکھی تھی ، اب یہ تجمل اور نعمت جو دیکھتا ہوں ، کسی اھل ثروت کو بھی میسر نہ ہوگی ۔ اُس وضع کی تنگی سے اس فراخی کو کچھ نسبت ھی نہیں ۔“ بوڑھے نے کہا ”اے جوان ! میں گدا ہوں ۔ میرا حرفہ یہی ہے کہ یہ لڑکی اس وضع سے رہے ۔ یہ ہر روز ایک دینار مانگ لاتی ہے اور اسی قدر میری جورو پیدا کرتی ہے ۔“ اور میں بھی اگر زیادہ نہ ہو تو ان سے کم بھی نہیں لاتا ہوں ۔ یہی میری آمد ہے ۔ بھلا میری لڑکی کی گدائی تو تو دیکھ چکا ،

کل علی الصباح مسجدمیں آنا ، میری اور میری جورو کی حرفت دیکھنا ۔
اُس رات سوداگر وہیں مہمان رہا ۔ بچھونا بچھا کر سلا رکھا ۔ جب صبح صادق نمودار ہوئی ، بوڑھے نے بیدار کرکے کہا " اُٹھ وضو کرکے بازار کی مسجد میں چل ، میری کارستانی دیکھ ۔" جوان آگے مسجد میں گیا اور بوڑھا بھی پیچھے سے آیا ۔ جب نمازی جمع ہوئے اس نے کھڑے ہوکر کچھ مناقب پڑھنا شروع کیا ، کہ سب کے دل یہاں تک نرم ہوے کہ رقت آنے لگی ۔ تب اُس نے کہا " سنو اے خدا کے بندو ! یہ ٹکڑ گدا ہر چند محتاج ہے ، لیکن خدا پر نظر رکھتا ہے ۔ کسی کے حرام کے مال پر نگاہ اُٹھا نہیں دیکھتا ، کیونکہ یقین جانتا ہے کہ لکھنے والے نے جو کچھ نصیب میں قلم مارا ہے وہ اسٹ ہے ۔

لکھا جو نصیبوں میں ٹلتا نہیں
بنا حکم کے پات ہلتا نہیں

آج منہ اندھیرے اسی آسا پر اپنی لو میں اس مسجد کی طرف میں چلا آتا تھا ، کہ گدائی کرکے تم جواں مردوں سے کچھ بھیکھ (بھیک) لوں ۔ جب مسجد کے نزدیک پہنچا اندھیرا تو تھا ہی کچھ کپڑا سا میرے پاؤں میں الجھا ۔ اُٹھا دیکھا تو وہ خریطہ ہے ، پر اُس کے وزن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں خواہ مخواہ کچھ نقدی ہے ۔ اب مہر بانی کرکے مسجد کا امام اسے کھول دیکھ کے اور سب جماعت کو دکھادے ، جس وقت اُس کا مالک پیدا ہووے اُس کے حوالے کرے ۔" خریطہ انھوں نے لے کر جو اُسے کھولا تو عورتوں کا گہنا اور سنگار ، مسی ، کاجل ، کنگھی ، سرمہ دانی ، پازیب ، پایل ، نتھنی ، بلاق ، بالیاں ، اوڑھنی ، کرتی ، ازار ، انگیا ، پیشواز ، وغیرہ زیور دو اڑھائی سو روپے کا مال اُس میں سے نکلا ۔ سب جماعت نے اُس کی امانت و دیانت پر

ہزار آفرین کی کہ اس غریب درویش کو شاباش ہے ، جو اس ناداری میں بیگانے مال پر دل نہیں ڈگتا - اس زمانے میں ایسا کون ہے جو اس طرح حوالے کرے -'' تب اُس نے کہا '' تم مجھے اتنا دلوا دو کہ جس میں ایک مہینے کی روٹیاں چلیں -'' سب نے بہ رغبت تمام اُسے تھوڑا تھوڑا دیا کہ قریب دو اشرفی کے ہوگیا - یہ تو لے کر چمپت بنا اور سب فجر کی نماز ادا کرکے چاہتے تھے کہ مسجد سے چلے جاویں ، اتنے میں ایک عورت مسجد کے دروازے کے سامھنے (سامنے) روتی ، سر پر خاک ڈالتی ، غل مچاتی گھبراتی ہوئی نظر پڑی - انھوں نے پوچھا '' اے نیک بخت ! تو کیوں روتی ہے ، تجھے کیا ہوا ؟'' عورت نے کہا '' کیا خاک بولوں - میں مشاطہ ہوں - میرا یہی کام ہے کہ دلھنوں کا بناؤ سنگار کروں - آج میرے پڑوس میں ایک غریب آدمی کی لڑکی کی شادی ہے - عروس کی ماں نے مجھ سے کہا '' کچھ گہنا کپڑا کسی بڑے آدمی کے یہاں سے ہمیں مانگ لادے - جلوے کے وقت دلھن کے آنگ میں ڈالیں ، پھر اُن کا انھیں پہنچاویں -'' میں یہ کار خیر سمجھ کر گہنا جوڑا ایک گرہست کے گھر سے لے کر ادھر جاتی تھی ، جو غفلت سے اتنے ہی میں وہ خریطہ کہیں گر پڑا - ڈھونڈ کر بہتیرا ہی سر مارا پر ہاتھ نہیں چڑھا - اب اس کے مالک کو کیا منہ دکھلاؤں گی - جو بولوں گی کہ راہ میں گر پڑا تو کب کسی کو باور آوے گا - ہائے ! اس کے بدلے اس بندی کا جان جاوے گا -'' اہل مسجد نے کہا '' کڑھ مت ، اس زیور کی نشانی تو بتلا کہ اُس میں کیا کیا تھا ؟ تیری بڑی قسمت تھی جو ایک ایمانی بندے کے ہاتھ لگا -'' عورت نے سب اُس کی نشانیاں بتلائیں - انھوں نے وہ خریطہ اسے دیا - تب یہ بولی '' اے جواں مردو ! اب تمھاری حضور عہد کرتی

ہوں کہ آج سے یہ کام مشاطہ پنے کا کبھی نہ کروں گی ۔ خدا کے واسطے کچھ اتنا دلادو جس سے روٹی سول لوں ۔ چرخہ پونی کات کر اپنا اور بچوں کا پیٹ بھروں ۔ داتاروں کو دعا دیتی رہوں ۔'' یہ کہہ کر آٹھ آٹھ آنسو روتی دھاند هل مچاتی ۔ سب کو اُس کے حال پر رحم آیا ، تھوڑا بہت اُسے بھی دیا ۔

غرض جب سوداگر گھر میں آیا ، بوڑھے نے کہا '' ہماری حرفت تو نے دیکھی ۔ یہ تو ایک شوشا تھا ۔ اسی طرح پیسے ملانے کے بہتر (۷۲) فن مجھے یاد ہیں ۔ تو چاہتا ہے کہ میرے یہاں رشتہ کرے ۔ تجھ سے اسی طرح گدائی ہو سکے گی تو البتہ اپنی لڑکی تجھے دیتا ہوں ، کیونکہ میں نے عہد کیا ہے یہ لڑکی اُسے دوں گا جو شخص گدائی کرکے اتنی وجہ معیشت کی نکالے ۔ تونے سنا ہوگا کہ آدمی چار نوع پر ہیں : اول بادشاہ ، اُن کو بھی ہزاروں طرح کی آفت کا خوف رہتا ہے ۔ دوسرے وزیر و عامل ، یہ بھی رات دن اندیشے میں گرفتار اور دوسروں کے تابع دار ہیں ۔ تیسرے بیپاری (بیوپاری) ، یہ بھی داد و ستد کے نفع و ضرر میں کوفتہ خاطر رہتے ہیں ۔ چوتھے بازاری ، جب لگ یہ کچھ حرفہ نہ کریں اُن کو روزی نہ ملے ۔ جو ایک دن کاہلی کرکے مزدوری نہ جاویں ، اُسی دن ان کے گھر میں چولھا نہ سلگے ۔ وہ کہاوت ہے '' درزی کا لڑکا جب تک جیئے گا تب تک سیئے گا ۔'' پس ملک بے درد سر و شغل بے زحمت و سودا گری بدون خسارت و کسب بغیر محنت شیوۂ گدائی ہے ۔ سوال کی متاع ہر ایک بازار میں رواج رکھتی ہے ۔

ہر ایک حرفہ میں جو سر بسر تباہی ہے
فقیر ہو کہ گدائی میں بادشاہی ہے

سودا گر یہ سن کر بولا '' میرے پاس مال و نعمت بسیار و ثروت

بے شمار ، ادنی اعلیٰ مجھ سے واقف ، بھلا میری غیرت کب تقاضا کرے گی جو کسی کے آگے ھاتھ پسار کر گدائی کروں ۔'' درویش نے کہا '' میں سکھا دیتا ہوں ۔ ایک کام کر ، چند روز اپنے گھر میں دوالا نکال کر ناخوشی سے بیٹھ رہ ۔ جو تیرے دوست تجھ سے احوال پوچھیں تو تو بڑے گاڑھے دوست سے کہنا کہ میں اپنے دل کی بات تم سے کہتا ہوں ۔ تم بھی ہرگز دل سے زبان تک نہ لائیو ۔ بھائی ان دنوں میں مجھے ایسا خسارہ آیا ، سب مال تلف ہوگیا ، یہاں تک کہ قوت کو بھی میسر نہیں ۔ نہ کچھ تدبیر بن پڑتی ھے ، نہ کسو سے مانگ سکتا ہوں ۔ اب میں نے یہی ٹھہرایا ھے اسی گوشے میں بھوکھے (بھوکوں) مر رہیے ۔ بھلے برے میں اپنے کو رسوا نہ کیجیے ۔ اس دوست نے البتہ یہ راز فاش کیا ، تو ہر ایک سوداگر کچھ نہ کچھ تیری تواضع کرے گا ۔''

آخر سوداگر بچے نے یہ بات اُس اُستاد کی سنی اور ایک گھر میں چھپ بیٹھا ۔ دوست اُس کے پاس آتے جاتے احوال پوچھتے پر یہ کسی سے نہ کہتا ۔ ایک گہرا آشنا تھا ۔ اُس نے بجد ہوکر پوچھا تو اس نے کہا '' اگر یہ بھید دل میں رکھو ، کسی سے ظاہر نہ کرو تو کہتا ہوں ۔'' دوست نے کہا '' از برائے خدا کہیے تو سہی ۔'' اس نے وہی بات جو درویش نے تلقین کی تھی تقریر کی ۔ بارے اُس مرد نے دوستی کی راہ سے کہ یہ ناحق مر جاوے گا ، سب دوستوں میں چرچا کیا ۔ ہر ایک نے مہربان ہوکر موافق اپنی اپنی مقدور کے اسے دیا ۔ وہ کہاوت ھے '' دس پانچ کی لاٹھی ایک جنے کا بوجھ ۔'' اُس کے پاس دولت بے انتہا جمع ہوگئی ۔ تب یہ خوش ہوکر وہ زر درویش کے پاس لے گیا ۔ بوڑھے نے کہا '' اب اپنی لڑکی تجھے دیتا ہوں ، بشرطیکہ تو پھر

گدائی نہ کرے اور اس شیوے سے باز آوے ۔'' بولا '' واہ واہ میں تو اس پیشے سے ھرگز توبہ نہ کروں گا ۔ ایک مدت سے سوداگری میں جان و مال لڑاتا رہا ، کبھی دس بیس دینار سے زیادہ فایدہ نہ ھوا ۔ اب تو مفت میں سینکڑوں دینار میرے ھاتھ آئے ، بھلا کیونکر اس پیشے کو چھوڑ دوں ۔'' تب درویش نے کہا '' اب بھیکھ (بھیک) کا مزہ تجھے لگا ، لڑکی کی شادی تجھ سے کر دیتا ھوں ۔'' آخر اس جوھری نے منہ پر خاک لگا کر اس خاکسار کا لعل پرکھا ۔ مثل ھے '' جس کو حرام کے ٹکڑے کا چسکا لگا ، اس سے محنت کب ھو سکے ۔''

غزل

ھر کوئی اپنی شان پر جاوے
پر جواں مرد آن پر جاوے
شیر غیرت سے غار میں مر جائے
نہ گدا ھو دکان پر جاوے
نام پر مرد اپنے جاتے ھیں
اب نا مرد نان پر جاوے
مدعا یہ ھے وہ کسب کرنا
جس سے نام و نشان پر جاوے

دسواں باب حسد و حرص کا

حکایت ۱

کہتے ھیں ایک وزیر ابو تمام نام نہایت عقل مند تھا ۔ قضا کار بادشاہ نے اُس پر اعتراض کیا ۔ چاھا کہ اُسے کڑکی میں لاوے ۔ یہ تیور پہچان کر کچھ نقد و جنس ساتھ لے اور سب جہاں کا تہاں چھوڑ وقت پا کر نکل بھاگا ۔ شہر بہ شہر منزل بہ منزل پڑا پھرنے لگا ۔ جب شہر آلان کی سرحد میں پہنچا ، وھاں کی آب و ھوا اُسے خوش آئی ۔ پہاڑ کے دامن میں خیمہ مار کر چند روز مقام کیا ۔ یہ خبر بادشاہ کو پہنچی ۔ اُسے بلا بھیجا ۔ یہ کچھ تحفہ ساتھ لے کر حضور میں آیا ۔ آداب بجا لایا ۔ شاہ نے اُس کا احوال پوچھا ۔ اس نے سر بہ سر اپنی سر گزشت کہہ سنائی ۔ فرمایا ” تو ھمارے یہاں رہ ، کچھ نباہ کی صورت ھو جاوے گی ۔“ ابو تمام نے وھیں استقامت ٹھہرائی ۔ شاہ نے جو اُس کی دانائی اور دور اندیشی دیکھی ، ھر ایک مشورہ اُس سے کرنے لگا ۔ ایک روز اُس نے عرض کی ” جہاں پناہ ! اس غریب کے حال پر اتنی عنایت فرماتے ھیں ، ایسا نہ ھو کہ کوئی حسد کی چنگاری سے لگا بجھا کر آتش غضب میں مجھے ڈالے ۔“ فرمایا ” کسی کی بات تیرے حق میں کان نہ رکھی جائے گی ۔“ آخر یہ یہاں تک مقرب ھوا کہ سب پر سبقت لے گیا ۔ کاروبار ملکی و مالی اسی سے علاقہ رکھنے لگا ۔

اُس بادشاہ کے چار وزیر تھے ۔ جب اُس کا پایہ قایم دیکھا ،

داہ کی آگ میں پھکنے لگے اور آپس میں منصوبہ باندھنے کہ کس داؤ سے اسے گردن کے بل دے پٹکیے ۔ القصہ یہ تجویز ٹھہری کہ شاہ ترکستان کے ایک لڑکی نہایت شکیل ہے ۔ ہر ایک شاہ اس کی درخواست میں وکیل بھیجتا ہے ۔ جو ایلچی وہاں جاتا ہے ، شاہ ترکستان اسے ایک دم جیتا نہیں چھوڑتا ۔ اس لڑکی کی خوب صورتی حد سے زیادہ ہم شاہ کے روبرو بیان کریں ، جو وہ بغیر دیکھے بھالے مشتاق ہو جاوے ۔ وکیل بھیجنے چاہے تو ابوتمام کے بھجوانے کی صلاح دیں گے ۔ بارے دوسرے دن وزیروں نے اس لڑکی کا ذکر نکالا اور یہاں تک اس کے جمال کو آب دی کہ شاہ کے منہ میں پانی آنے لگا ۔ آخر لاچار ہوکر وزیروں سے مصلحت کی کہ اس محبوبہ کے ہاتھ لگنے کی کیا تدبیر ہے ۔ بولے " ایلچی بھیج کر خواست گاری کیجیے ۔" فرمایا " اس کام کے لایق کون ہے ؟" بولے " ابوتمام ، اس سے دانا کوئی خیال میں نہیں گزرتا ، کیونکہ وہ کار آزمودۂ دربار و آداب شاہوں سے خوب واقف ہے ۔ اس سے یہ کام بن پڑے گا ۔" شاہ ابوتمام کو بلا کر یہ مذکور درمیان لایا ۔ بولا " میری جان و مال فدا ہے ۔ کوئی چلے پیروں سے میں سر کے زور سے جانے کو حاضر ہوں ۔ غرض ابوتمام بادشاہ کے حکم بہ موجب سوغات لے کر شاہ ترکستان کے شہر میں پہنچا ۔ ایک مکان پاکیزہ میں اسے اتارا ۔ کچھ تحایف جو ساتھ لایا تھا نذر گزرانا اور دختر کی خواست گاری کی ۔ یہ سن کر شاہ ترکستان نے کہا " مجھے شاہ آلان سے بہتر کون داماد ہوگا ، کیونکہ وہ بڑا آدمی ہے ۔ اس کے رشتے ناتے سے تو مجھے فخر ہے ، لیکن میں نے کچھ دان دھیز لڑکی کے واسطے تیار کر رکھا ہے ۔ کل فجر کو تو لڑکی کو بھی دیکھ اور وہ جہیز اپنی نگاہ میں لا ۔ وہ جہیز اور

لڑکی تمھارے بادشاہ کے لایق ہو تو شادی کی جاوے گی اور تجھے ناپسند آوے تو تو بھی اس خیال میں مت پڑنا کہ تجھے پشیمانی حاصل نہ هووے ۔'' ابو تمام نے دست بستہ ہو کر عرض کی '' بندے کی کیا مجال جو حرم سلطانی میں جاوے اور کریمۂ معصومہ صلب بادشاهی سے جو هووے، اُس کے سائے پر بھی نظر ڈالے ۔ لیکن دیکھنا جہیز کا کیا احتیاج کیونکہ همارا بادشاہ یہ ناتا کچھ مال کے لیے نہیں کرتا ۔''

شاہ ترکستان نے تب مہربان ہو کر کہا '' ایسے بادشاہ پر آفرین هے جو تجھ سا ایلچی بھیجے ۔'' چنانچہ پہلے کتنے ایک بادشاهوں کے ایلچی اس لڑکی کی درخواست کا پیام لے کر آئے تھے ، میں هر ایک کے تجربے کے واسطے اُن سے یہی بات کہتا ۔ وے لڑکی کے دیکھنے کو چل دیتے ۔ مارے غیرت کے میں انھیں رستے میں مروا ڈالتا ۔ اب تونے حد ادب پر نگاہ رکھی ، معلوم هوا تیرا بادشاہ عقل مند هے کیونکہ بادشاہ کی بزرگی ایلچی کی حرکات سے معلوم هوتی هے ۔ پھر اچھی ساعت شبھ لگن میں عالم و فاضل و اهل شرع جمع کرکے ابو تمام کی معرفت اُس لڑکی کا عقد شاہ آلان سے باندھا اور بہت سا دھیز دے کر آلان کی طرف بدا کیا ۔ بارے عروس شاہ کی خدمت میں آئی ۔ شاہ نے خوش هوکر ابو تمام کو اور زیادہ قربت دی ، مگر وزیروں کی چھاتی پر سانپ چل گیا ۔ سخت حیران هوئے کہ اب کیا کیا چاهیے ! آخر تجویز کرکے دو غلام جو بادشاہ کی چنپی کیا کرتے تھے ، بہت سے پیسے کی لالچ انھیں بتلائی اور سکھلایا کہ جب بادشاہ بچھونے پر لیٹے اور آنکھیں بند کرلے تو تم نے آپس میں کہنا کہ ابو تمام شاہ ترکستان کی لڑکی پر عاشق هے ۔ کہتا هے جو وہ مجھ سے دوستی نہ رکھتی تو اپنی ولایت سے هرگز

ادھر نہ آتی ۔'' ایک رات بادشاہ آنکھیں بند کیے بستر پر لیٹا تھا اور وے دونوں غلام پاؤں داب رہے تھے ۔ ایک نے مٹھیاں بھرتے بھرتے دوسرے سے کہا '' بھائی ابو تمام کی نمک حرامی اور بد ذاتی ظاہر ہوئی ۔ وہ کہتا ہے '' شاہ ترکستان کی لڑکی جو میری آشنا نہ ہوتی تو اپنے ملک سے یہاں تک کاھے کو آتی ! '' یہ بات شاہ نے سنی ، آتش غیرت بھڑکی ۔ دل مین کہا جو اور کوئی ایسی بات کہتا تو میں سمجھتا حسد سے کہتا ہوگا ، لیکن ان غلاموں کو ابوتمام سے کیا کینہ ہے ۔ تمام رات مارے غصے کے انگاروں پر لوٹتا ، کروٹیں لیتا پڑا رہا ۔ بارے جہاں تاب جب شعلہ بھبھوکا بنا ہوا جلادوں کی طرح ہزاروں خنجریں لے کر نمودار ہوا ، شاہ نے دربار میں بیٹھ کر ابوتمام کو بلا کر کہا '' اگر بادشاہ کسی کو اپنی نوازش سے پرورش کرکے مخصوص بناوے اور وہ اپنے آقا کا حق نمک چھوڑ کر اس کی حرم کو بدنام کرے ، پس ایسے شخص کی سزا کیا ہے ؟'' ابوتمام نے کہا '' اسے قتل کرنا تاکہ زمیں ویسے غلیظ سے پاک ہو ۔'' یہ غصے کی آگ سے تاؤ تو کھا ہی رہا تھا ، برداشت نہ کر سکا ۔ ابوتمام کو ایک ہی ضرب میں تمام کر ڈالا ۔ اور شاہ زادی سے بہت رکا رہنے لگا ۔ مارے طیش کے ہاتھ دانتوں سے کاٹتا اور راتوں کو چین سے نہ سوتا ۔ ایک رات فکر سے اس کی نیند اچاٹ ہوگئی ۔ جہاں وے غلام رہتے تھے ، اس دروازے کے آگے آ کر پھرنے لگا ۔ آواز سنی کہ وے دونوں آپس میں پیسے بانٹ رہے ہیں اور جھگڑتے ہیں ۔ ایک کہتا ہے کہ حصہ زیادہ مجھے ہونا ، کیونکہ یہ بات میں نے کہی تھی ۔'' دوسرا کہتا ہے '' تو کچھ قلعۂ خندق نہیں کودا اور تلوار بھی کہیں نہیں ماری ۔ تو بھی ایک جھوٹھ (جھوٹ) بولا میں کیوں کم لوں گا ۔'' بادشاہ نے یہ سن کر انھیں بلایا

اور کہا " سچ کہو ، نہیں تو ابھی تم دونوں کو مارے مار کے مار ڈالوں گا ۔" اُن غلاموں نے بہ لاچاری اقرار کیا کہ ہم کو وزیروں نے لالچ بتائی تھی تو ہم نے ایسی بات کہی تھی ۔ یہ سن کر بادشاہ پر عجب ایک حسرت کی حالت گزری ، اپنی جلدی پر سخت پشیمان ہوا ۔ دوسرے دن اُن چار وزیروں کو سولی چڑھایا اور شاہ زادی سے نہایت عذر کیا ۔ فائدہ اس حکایت سے یہ ھے کہ ایک حسد کے سبب کتنے آدمی مارے جاتے ھیں ۔ جو کوئی چاھے کہ خوشی سے زندگانی کرے تو حاسد کے حسد سے ایک دم غافل نہ رھے ، کیونکہ حسد ایک آگ ھے ، جلے اور جلاوے ، جو نہ کچھ ملے تو آپ ھی جل بل کر راکھ ھو جاوے ۔

جو حاسد ھو بے شک جہنم میں جاوے
خدا حاسدوں کی نہ صورت بتاوے

حکایت ۲

ایک سیاح سے روایت ھے ۔ کہتا تھا کہ میں عالم شباب اور جوانی کی اُمنگ میں کسی کو کچھ مال نہ سمجھتا ، اکیلا ھی سفر کرتا ۔ ایک دن ایسا اتفاق ھوا کہ تنہا گھوڑے پر سوار ھو کر میں ایک جنگل میں چلا جاتا تھا ۔ دور سے ایک دھرم شالا نظر آئی ۔ اُس میں ایک گوسائیں رھا کرتا تھا ۔ اُس کی یہ عادت تھی کہ کوئی تنہا مسافر وھاں آتا تو اُسے مار کر اُس کا مال اپنے ھاتھ کرتا ۔ مدت سے اسی کام پر تھا ۔ ایک عالم کو مار کھپایا ۔ جب میں وھاں پہنچا اچھے لباس سے دیکھ کر مجھ پر اور

میرے گھوڑے پر دانت رکھا ۔ کچھ کھانا پینا لے آیا ۔ میں نے کھایا ، پھر شراب لا حاضر کی ۔ وہ میں نے پینا شروع کیا ۔ جب دو تین پیالوں کی نوبت پہنچی ، اُس کی لہر میں خوش طبعی اور مزاح میں اُس سے کرتا رہا ۔ جب پہر ایک رات گئی اور سونے کا وقت آیا ، میرا بستر دروازے کے آگے کر دیا ۔ اُسے ایک بیٹا تھا ، اُس کا بچھونا مجھ سے ذرا ایک تفاوت پر کیا ۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس چھوکرے کو میں نے اپنے بستر پر کھینچ لیا اور میں اُٹھ کر اُس کے بستر پر جا لیٹا ۔ لیکن مجھے نیند نہ آتی تھی ، منہ ڈھانپے پڑا تھا ۔ گھڑی بھر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ وہ گوسائیں کٹاری تیز ہاتھ میں لے کر آیا اور مجھ پر سے لانگھ کر اُس لڑکے کی چھلنی پر جا بیٹھا ۔ ایک ہی کٹاری میں اُسے فرش کر دیا ۔ میں یہ حالت دیکھ کر ہربڑا کر اُٹھا کہ یہ ظالم مجھ ہی کو مارا چاہتا تھا ۔ تلوار کھینچ دروازہ روک میں کھڑا رہا ۔ جب اُس نابکار بدکار نے مجھے ہشیار اور اپنے بیٹے کو مردار دیکھا ، لرز کر گڑگڑانے لگا اور بڑی عاجزی سے بولا ” اے جواں مرد ! ہر چند میں نے تیرا قصد کیا تھا ، پر خدا نے تجھے سلامت رکھا اور جیسا میں نے کیا ، ویسا میرے آگے آیا ۔ اب تو اپنی سلامتی کے شکرانے میں مجھے امان دے ۔“ میں نے کہا ” اے ملعون ! کٹاری ہاتھ سے ڈال دے اور ہاتھ باندھ ۔“ لاچار اُس نے کٹاری ڈال دی ۔ تب میں نے اُسے پکڑ مشکیں چڑھا کر ایک کھام سے مضبوط رسی لے کر جکڑ دیا ۔ اُتنے میں کتنے ایک سوار وہاں آن پہنچے ۔ میں نے یہ حقیقت اُن سے ظاہر کی ۔ اُنھوں نے اندر آ کر خوب جھاڑا لیا ۔ بہت سا مال وہاں سے نکلا اور کئی لوتھیں بھی مردوں کی نظر آئیں کہ اُسی مردود نے انھیں مارا تھا ۔ وہ مال سب مجھے دیا ۔ اُس دن سے میں نے

عہد کیا ہے کہ ہرگز سفر بغیر قافلے اور رفیق کے نہیں کروں گا۔

جو دوستوں کی رفاقت سے کچھ سیاحت ہے
اگرچہ رنج سفر ہے ولیک راحت ہے
سفر وسیلہ ظفر ہے ولے نہ جا تنہا
پرندہ ڈار سے بچھڑا تو پھر قباحت ہے

حکایت ۳

آن دنوں میں کہ سکندر روے زمین کی بادشاہت سر کرتا ہوا چین کی اقلیم کے تخت گاہ کے نزدیک پہنچا ۔ ایک دن سکندر دربار کیے بیٹھا تھا جو یساول نے کہا ” شاہ چین کا ایلچی سرا پردے کے باہر کھڑا ہے ۔ اُس کے باب میں کیا حکم ہے ؟“ فرمایا ” اُسے بلا لو ۔“ جب ایلچی اندر آیا ، تسلیمات بجا لایا اور موافق قاعدے کے کھڑا رہا ۔ سکندر نے کہا ” کیا سندیسا لایا ہے ؟“ بولا ” مجھے شاہ چین کا حکم ہے کہ خلوت میں پیغام کہنا ، جہاں سکندر کے سوا کوئی اور دوسرا نہ ہو ۔“ سکندر نے دربار برخواست کیا مگر کتنے ایک غلام خاصگی کھڑے رہے ۔ پھر ایلچی نے کہا ” سواے آپ کے یہ پیام کسی کے کان نہ پڑا چاہیے ۔“ تب سکندر نے ایک غلام بھی اپنے نزدیک نہ رکھا ۔ پوچھا ” شاہ چین کا کیا قصد ہے ؟“ اس نے جواب دیا ” چین کا بادشاہ میں ہی ہوں ، اس لیے آیا ہوں جو کچھ فرماؤ سو قبول کروں ۔“ سکندر نے متعجب ہو کر کہا ” تو نے کس بھروسے ایسی حرکت کی ؟“ بولا ” میں تیرے تئیں بادشاہ عادل و عاقل

جانتا ہوں ۔ کسی مقدمے میں ہمارے تمھارے درمیان کینہ عداوت کا دخل نہیں ہوا اور میں کبھی تیرے حق میں کچھ بدی نہیں لایا ۔ اور مجھے معلوم ہے کہ تیری یہ بھی غرض نہیں جو مجھے مار کر یہ ملک اپنے قبضے میں کرکے دارالحکومت اور تخت گاہ اپنی مقرر کرے ۔ بر تقدیر مجھے مار بھی ڈالا تو چین کے لشکر سے ایک آدمی مارا گیا ، تو کیا میری جگہ دوسرا تخت پر نہ بیٹھے گا ؟ سوائے بدنامی کے اور تجھے کیا حاصل ہوگا ۔'' سکندر نے خیال کیا یہ مرد دانا ہے ۔ آفرین کی اور کہا '' مجھے تین برس کا خراج تیری ولایت سے لینا منظور ہے ۔'' اس نے کہا '' مجھے قبول ہے ۔'' سکندر نے اس معاملے کو جلدی قبول کرنے پر اچمبھا کرکے کہا '' اتنا پیسا تو کس طرح ادا کر سکے گا اور تیری کیا صورت ہوگی ؟'' بولا '' میں سمجھوں گا کسی نے پہلے ہی حملے میں ہلاک کیا ۔'' سکندر نے کہا '' جو میں ایک برس کا خراج چھوڑ دوں ، دو برس کا حاصل لوں تو تیرے حق میں کیسا ہے ؟'' کہا '' پہلی حالت سے البتہ چیزے رفاہیت ہے ۔'' پھر سکندر نے کہا '' جو میں ایک ہی سال کا خراج لوں تو ؟'' بولا '' اس سے میری ریاست میں خلل نہ آوے ۔ اگرچہ میں کھوکرا ہو جاؤں پر میری جڑ بالکل نہ اکھڑے ۔'' سکندر نے کہا '' میں چھ مہینے کے خراج پر تجھ سے راضی ہوا ۔'' شاہ چین نے تب شکر کرکے درخواست کی کہ ایک روز سکندر لشکر سمیت میرے خوان پر بیٹھے ، ایک آدھ لقمہ کھاوے ، مال لے کر پھر آوے ۔ سکندر نے وہ استدعا قبول کی ۔ بارے جب وہ دن دعوت کا آیا ، سکندر ساری جمعیت سے اس طرف چلا ۔ اور شاہ چین ایک فوج قاہرہ مسلح ، جیسی گھٹا امڈی ہوئی ، حد و شمار سے باہر ، جس کے مقابل سکندر کا لشکر ایک جوق معلوم ہوتا تھا ، بر سر راہ صف باندھ

کر بازو سے کھڑا ھوا ۔ سکندر نے جب دیکھا چار طرف سے اس لشکر نے ھمیں درمیان لے لیا ، تب تو ڈر کر مستعد بہ جنگ ھوا ۔ اتنے میں شاہ چین خدمت میں آ پہنچا ۔ سکندر نے کہا '' مگر تو نے دغا کیا ۔'' جواب دیا '' دغا شیوہ عاجزوں کا ھے ، صاحب مقدور کبھی دغا نہیں کرتے ۔'' بولا '' یہ جمعیت کیسی ھے ؟'' کہا '' یہ میرا جزوی لشکر جو داھیں (دائیں) بائیں میری رقاب میں رھتا ھے ، تس پر وہ سب حاضر نہیں ، تمھاری سلامی میں میں نے دکھلایا ، تاکہ تو سمجھے میں عاجزی سے تیری اطاعت نہیں کرتا ، لیکن تیرا اقبال بلند ھے ۔ جو کوئی دولت خدا داد سے لڑے گا سو گرے گا ۔ اسی سبب میں تیرا مطیع ھوا ۔''

سکندر نے کہا '' تو لائق احسان ھے ۔ خیر جو کچھ میں نے تجھ سے لینا مقرر ٹھہرایا تھا ، اس سے بھی میں نے ھاتھ اٹھایا ۔'' آخر شاہ چین اسے ایک مکان میں لے گیا ۔ دسترخوان بچھوا کر طرح بہ طرح کے طعام چن دیے ، جو سارے لشکر کو کفایت ھو کر بچ رھے ۔ ایک جدا بیچوبا[1] اطلس کا جس میں فرش دیبا منقش بچھا ھوا ، وھاں لے جا کر سکندر کو بٹھایا ۔ خوان زرین نقرئی ظروف جڑاؤ کے بے قیمتے جوھر ، یا قوت ، لعل ، موتی ، مرصع ھیرا ، پنا ، زمرد کے بھر کر سکندر کے آگے رکھ کر کہا '' کھائیے '' سکندر نے کہا '' جواھرات کچھ انسان کا قوت نہیں ۔'' شاہ چین نے کہا '' تو تم کیا کھاتے رھتے ھو ؟'' کہا '' یہ روٹی جو سب خلقت کھاتی ھے ۔'' تب شاہ چین نے کہا '' سخت عجب ھے ۔ تجھے کیا یہ روٹی روم میں نہیں ملتی ، کس لیے نا حق اتنا رنج اٹھاتا ھے ؟'' سکندر نے تب ایک آہ کھینچ کر کہا کہ اس سفر میں مجھے

---

(۱) مفہوم معین نہ ھوسکا ۔

اتنی نصیحت کا فائدہ ہوا کہ سب رموز دنیا و آخرت اس سے علاقہ رکھتے ہیں ۔ غرض اس سے کچھ نہ لیا ۔ یہ قطعہ پڑھتا ہوا وہاں سے چلا ۔

حرص دنیا کی کسی دل سے نہیں دور ہوئی
ہاں مگر ملک قناعت جسے منظور ہوئی
کاسۂ چشم حریصاں نہ بھرے ہے ہرگز
جب تلک خاک لحد اس سے نہ معمور ہوئی

خاتمہ کتاب کی تاریخ میں

اب یہاں سے یہ کتاب حکایت شیریں کلام سے ساتھ نظم و نثر کے انتظام پاکر بخوبی سر انجام کو پہنچی - ارادہ ہوا کہ اس کا نام بھی ایسا رکھا چاہیے کہ جس میں تاریخ بھی نکلے - دل نے کہا ''سیر عشرت'' اچھا نام ہے ، کیونکہ اس کتاب کے دس باب ہیں اور تاریخ سن بارہ سو چوالیس ھجری اسی نام سے نکلتی ہے - پس '' سیر عشرت '' اس کا نام رکھا ، لیکن '' جامع الحکایات '' سے یہ کتاب ماخوذ ہوئی اور عہد میں عیسویوں کے ترتیب پائی ، اس لیے منظور ہوا کہ سن عیسوی بھی کہنا ضرور ہے - وہی لفظ '' جامع الحکایات '' کا اس کے نام سے ملایا تو سن اٹھارہ سو پچیس عیسوی اس سے نکلی -

'' سیر عشرت جامع الحکایات ''

یہاں سے بس نہ لکھ زیادہ عبارت
بتاریخ مسمی سیر عشرت

نا مانوس الفاظ کی فرہنگ

(اختصارات : ف ۔ فارسی ۔ پ ۔ پنجابی ۔ ہ ۔ ہندی ۔
د ۔ دکنی ۔ س ۔ سنسکرت ۔)
تلفظ کے لیے متحرک حروف کی حرکات [ ] میں درج کر دی گئی ہیں ۔

الف

آکھر [کھَ] (س) ۔ درندے کی کھوہ ۔
آلا ڈھالا (د) ۔ آلا بالا ۔ بہر طور ۔ کسی نہ کسی طرح ۔
آلنگ [لَ] (ہ) ۔ فصیل ۔
آنٹ (ہ) مخالفت ۔ عناد ۔
آنگ (ہ) ۔ جسم ۔
اتم [اُتَّ] (ہ) ۔ عُمدہ ترین ۔
اُجار کھیڑا [اُ کھ] (ہ) ۔ اُجڑا ہوا گاؤں ۔
اجورہ دار [اَ جُ] (ف) ۔ مزدور ۔
اچنت [اَ چِ] (س) ۔ نادانستہ ۔ بغیر جانے بوجھے ۔
اگڑ بگڑ [اَ گَ بَ گَ] (ہ) ۔ سفید اور سیاہ ۔
اگن [اَ گَ] (ہ) ۔ آگ ۔
الفتہ [اَ لِ تَ] (پ ۔ د) ۔ شریر ۔ بد قماش ۔
(اصل فارسی ہے بہ معنی حیران و سرگردان)
اُلینڈنا [اُ لِ] (ہ) ۔ اُنڈیلنا ۔
ان [اَ] (ہ) ۔ روٹی ۔ خوراک ۔ غذا ۔
انچھڑ [اَ چھ] (ہ) ۔ طلسم ۔ ٹونا ۔ ٹوٹکا ۔
انگ پکڑنا [اَ] (ہ) ۔ موٹا ہونا ۔ گوشت زیادہ ہونا ۔
اوجڑ [اُ] (ہ) ۔ اُجڑا ہوا ۔
اونٹ [اُ] (ہ) ۔ ابل ۔

ب

باڑا (د) ۔ محل ۔
باسن [سَ] (ہ) ۔ برتن ۔

باگھ (ہ) ۔ شیر ۔

بانچنا [چَ] (ہ) ۔ مطالعہ کرنا ۔ پڑھنا ۔

بانڈ (د) ۔ پنجابی بنڈ یا ونڈ ۔ مویشیوں کا چارا ۔

بتا [بُ تّ] (ہ ۔ پ) ۔ دھوکا ۔

بخرا لگانا [بَ] (ہ ۔ ف) ۔ حصوں میں تقسیم کرنا ۔

بدا [بِ] (ہ) ۔ وداع ۔

بسنی [بِ] (ہ) عیاش مرد ۔

بھارے کری [رِ کَ] (د) ۔ مزدور ۔

بھچک [بَھ چَ] (س) ۔ حیران پریشان ۔

بھر [بُھ] (ہ) ۔ سوراخ ۔ گڑھا ۔

بھر لینا [بَھ] (پ ۔ د) ۔ وصول کر لینا ۔

بھسمنت [بَھ مَ] (ہ) ۔ جو چیز جلا کر راکھ کر دی جائے ۔

بیانت [بَ] (ہ) ۔ بیان ۔ بچہ پیدا کرنا ۔

بیری [بَ] (ہ) ۔ دشمن ۔

پ

پاتر [تَ] (ہ) ۔ رقاصہ ۔

پار (د) ۔ نقب ۔

پال (ہ) ۔ خیمہ ۔

پتال [پَ] (ہ) ۔ پاتال ۔ زمین کے سات زیرین طبقوں میں سے ایک طبقہ جو ناگوں یا سانپوں کا مسکن ہے ۔

پٹکی [پَ] (د ۔ پ) ۔ پٹخنی ۔

پردھان [پَ] (ہ) ۔ بادشاہ کا قریب ترین مصاحب ۔

پن [پَ] (ہ) ۔ پہر ۔

پوٹ [پُ] (ہ) ۔ گٹھڑی ۔

پونی [پُ] (پ ۔ ہ) ۔ روئی کا گالا جو کاتنے کے لیے استعمال ہوتا ہے ۔

پھٹے منہ [پھِ ٹّ] (پ) ۔ لعنت ہے ۔

پھرے کری (د) ۔ پہرہ دار ۔

پھند [پھَ] (ہ) ۔ دام ۔ طاقت ۔ جال ۔ قابو ۔

پھینس [پھِ] (ہ) ۔ وہ دودھ جو بچہ پیدا ہونے کے چند دن بعد مادہ سے حاصل ہوتا ہے ۔

پیڑھی بہ پیڑھی [پِ] (پ) ۔ نسلاً بعد نسلِ ۔

ت

تان ۔ دیکھو سر کے تان ۔

ترنت [تُ رُ] (ہ) ۔ فوراً ۔

تھالی (پ) ۔ رکابی ۔

تھل [تھَ] (ہ ۔ پ) ۔ زمین ۔ مقام ۔

ٹ

ٹال (ہ) ۔ گھنٹی ۔

ٹہن [ٹَ] (پ) ۔ بڑی شاخ ۔ تنا ۔

ج

جارا (ہ) ۔ جڑ ۔

جل [جَ] (ہ) ۔ پانی ۔

جنا [جَ] (ہ ۔ پ) ۔ آدمی ۔

جوہ (د) ۔ ٹوہ ۔

جھاڑا [دَ] ۔ تلاش ۔

جھونٹے [جھُ] (ہ) ۔ زلفیں ۔

جیبھ [جِ] (پ) ۔ زبان ۔

چ

چپ کر گئے [چَ] (ہ) ۔ چٹ کر گئے ۔

چپیڑ [چَ پِ] (پ) ۔ چپیٹ (س) طمانچہ ۔

چت [چِ] (ہ) ۔ دل ۔

چتا [چِ] (ہ) ۔ آگ ۔

چٹیانا [چُ ٹ (ہ) ۔ زخم لگانا ۔ کاٹنا ۔ چوٹ لگانا ۔

چرسا [چَ] (ہ) ۔ گائے یا بھینس کی کھال یا چمڑا ۔

چرن برداری [چَ رَ] (ہ ف) ؟ قدم لینا ۔

چنپی [چَ] (ہ) ۔ چپی ۔ مٹھی چاپی ۔

چندیاں [چِ] (ہ) ۔ کپڑے کے ٹکڑے ۔ پٹیاں ۔

چھک گیا [چھَ] (ہ) ۔ پرُ ہو گیا ۔ مطمئن ہو گیا ۔

چیتنا [چِ] (ہ) ۔ چاھنا ۔ سوچنا ۔

چیری [چِ] (ہ) ۔ لونڈی ۔

خ

ختکے [خُ] (ہ) ۔ ختکا کی جمع بہ معنی سونٹا ۔

د

داتار (ہ) ۔ داتا ۔ دینے والا ۔

داہ (ہ) جلاپا ۔ سوزش ۔ جلن ۔

درخرچی [دَ] (ہ - ف) - اسراف -
فضول خرچی -
دشٹ [دِ] (س) - آنکھ - نظر -
دلکی [دَ لَ] (دِ) - دلک (ہ) -
چمک دمک - جھلک - رونق -
دو بھاشی (ہ) - دو زبانیں جاننے
والا - مترجم - ترجمان -
دوش (ہ) - تقصیر - قصور -
دھٹھائی [دِ] (ہ) - دھٹینگر - ذلیل -
کمینہ -
دھنونت [دَ وَ] (ہ) - مال دار -
دھیز [دَ] (ہ) - جہیز -
دیدارو [دِ] (ف) - دیدار کے قابل -
قابل دید -
دیوا (پ) - دیا - چراغ

ڈ

ڈبرا [ڈَ] (ہ) - پانی کا گڑھا - تالاب -
ڈگ [ڈَ] (ہ) - قدم
ڈگا [ڈِ] (ہ - پ) - متزلزل ہوا -
پھسل گیا -

ر

رانوٹی [ں] (ہ) - راوٹی - خیمہ -
رج جانا [رَ] (پ) - سیر ہو جانا -
روکھ [رُ] (ہ) - رُکھ - درخت -
روھت [رُ ہَ] (ہ) - رونق - خوشی -
تازگی -

س

سارکھے (ہ) - سریکھے - مانند -
سانجھ (ہ) - شام
سانگ لانا (ہ - پ) منہ چڑانا -
سراھیا [سَ] (د - پ) - سراھا -
سرفہ [سَ] (پ) - کنجوسی -
سر کے تان (د - پ) - سر کے بل -
سیس [سِ] (ہ) - سر -

ق

قبیلہ - بیوی -

ک

کارباری (ف) - ملازم -
کپٹ [کَ پَ] (س) - بے ایمانی -
کٹا [کَ ٹّ] (ہ) - طاقتور -
پلا ہوا - مضبوط -
کٹک [کَ ٹَ] (ہ) - فوج -

کرایه دار (ف) - مزدور -
کرکی [کَ رِ کَ] (پ) - دام - چوھا پکڑنے کا آله
کسنا [کَ] (ه) - جانچنا -
کف [کُ] (ف) - کفو - برداری -
کندی کرنا [کُ] (ه) - ٹھکانی کرنا - پیٹنا - زد و کوب کرنا -
کنگورا [کَ گُ] (ه) - کُنگرا -
کودھرمی (ه) - بے ایمانی -
کھاج (ه) - خارش -
کھام (ه) - کھمبا - ستون -
کھند لنا [کَھ دَ] (د) - پاؤں تلے روندنا -
کھنڈت هونا [کَھ ڈَ] (س) منقطع هونا - ٹوٹ جانا -
کھوکھرا (ه) کھوکھلا -
کھیڑا (ه) - دیکھو اجاڑ کھیڑا -

گ

گتا [گُ تَّ] (ه) - واحد ملکیت - شرکت کے بغیر - اجاره داری -
گرھست [گ ھَ] (ه) - شادی شده - بیاھتا -
گمت [گ مّ] (ه) - تفریح - عیش عشرت -
گولی [گَ] (د) - گوالا -
گھنی [گھَ] (ه) - بہت -
گھه کر پکڑنا [گَ] (د) - جکڑ لینا -

ل

لانگھ (د) - گزر -
لقلقه [لَ] (ف) - انداز گفتگو -
لگ [لَ] (ه) - تک -
لگاو [لَ] (ه) - ترتیب - رستے -
لوتھ (ه) - لاش -
لونچھی [لَ] (ه) - نوچی - بیسوا -

م

مانس [نَ] (ه) - انسان -
مت کا هین [مَ ه] (ه) - عقل کا کھوٹا -
مده [مَ] (ه) - شہد - شراب -
مسیت [م سِ] (پ - د) - مسجد -
مکی [مُ کَ] (پ) - گھونسا -
ملاوٹ [مِ وَ] (د) - ساز باز - سازش کرنا -

ملو سے کھانا [مَ لُ] (ف) ۔ غم کھانا ۔ غمگین ہونا ۔

من [مَ] (د) ۔ کنوئیں کی اندرونی دیوار ۔

موٹھ (ہ) ۔ ایک قسم کا جاد یا ٹونا جس سے اُس آدمی کی موت واقع ہو جاتی ہے جس کے خلاف یہ ٹونا کیا جائے ۔

مہا سندر [مَ سُ دَ] (ہ) ۔ بہت خوبصورت ۔

مہنا [مِ] (پ ۔ ہ) طعنہ ۔

میا [مِ] (ہ) ۔ رحم ۔

ن

ںابر [بَ] (ہ) ۔ نابار ۔ انکاری ۔ منکر ۔

ناڑ (ہ) ۔ زخمی ۔

ناڑی (پ ۔ د) ۔ رگ

نپٹ [ن پَ] (ہ) ۔ لازمی ۔ کاملاً ۔

ندان [نِ] (ہ) ۔ آخر کار ۔

نراس [نِ] (ہ) ۔ نا اُمید ۔

نیر [نِ] (ہ) ۔ پانی ۔

ہ

ھنکالنا [ہَ] (ہ) ھنکارنا ۔ پرے ھٹانا ۔

ھولنا (ہ) ۔ بیل یا ھاتھی کو ھانکنا ۔

ھیا [ہِ] (ہ) ۔ دل ۔ دماغ ۔ قلب ۔

ھین [ہِ] (ہ) ۔ عاری ۔ خالی ۔

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳ (فہرست)	۱	مرقہ	مرقد
۴ (مقدمہ)	۱۱	Jan	June
۵ ,,	۱۴	aa	a
۱۳ ,,	۱۷	اس کتا	اس کتاب
۱۷ ,,	۱۴	ھے	ھیں
۱۸ متن	۲۱	گدھے	گدھ
۳۰ ,,	۱	کے	ھے
۴۴ ,,	۵	ھیبب	ھیبت
۹۶ ,,	۴	روحاقی	روحانی
۱۰۶ ,,	۶	مصاحب	مصاحبت
۱۳۳ ,,	۲۰	چھنینے	چھیننے
۱۵۱ ,,	۲۳	نے	—